روزنامچہ

یا

مجنوں کی ڈائری

قاضی عبدالغفار

ناشر

اردو اکیڈیمی لاہور
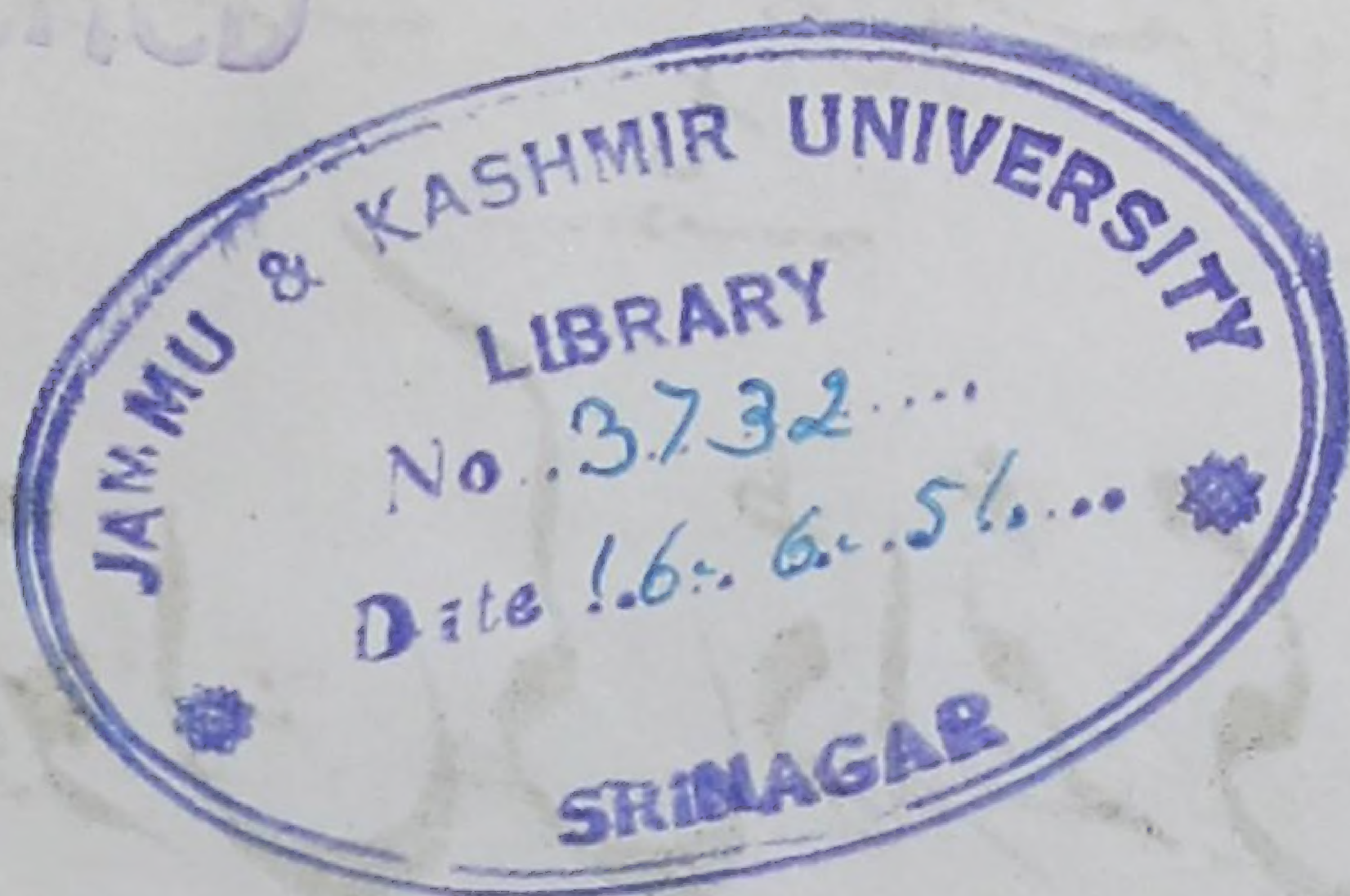
آٹھواں ایڈیشن اپریل ۱۹۴۹ء قیمت عہ

محمد حنیف پرنٹر پبلشر نے استقلال پریس لاہور سے چھپوا کر شائع کی

پریم چند کے خطوط

پریم چند کے خطوط

مدن گوپال

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
جامعہ نگر، دہلی

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

صدر دفتر
جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵
فون ۷۳۱۹۱

شاخ
اردو بازار، دہلی ۶
فون ۲۶۳۳۶۸

شاخ
شمشاد مارکیٹ
علی گڑھ

قائم شدہ ۱۹۲۲ء

شاخ
پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳
فون ۳۳۳۸۵۸

مطبع
لبرٹی آرٹ پریس
دریا گنج، دہلی ۶
فون ۲۶۰۱۸

قیمت ۶/

جون سنہ ۱۹۶۸ء

تعداد ۱۰۰۰

اجمال پرنٹنگ پریس دہلی

اِن خطوط کے بارے میں

منشی پریم چند کے خطوط جمع کرنے کی کہانی بڑی دِلچسپ ہے اِس کام کی اِبتدا لگ بھگ پچیس سال قبل اس وقت ہوئی تھی جب میں مرحوم کی زندگی اور تصنیفات پر انگریزی میں ایک کتابچہ لکھ رہا تھا۔ یہ کتابچہ ۱۹۴۳ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ منشی صاحب مرحوم کی صحیح تصویر پیش کرنے کی سمت یہ کتابچہ پہلا قدم تھا۔ اسی سلسلے میں مجھے ان کے خطوط جمع کرنے کا خیال آیا اور میں نے پریم چند سے متعلق تمام ضروری ادب بھی پڑھا تاکہ وہ ذرائع دریافت ہو سکیں جن سے اس کام میں مدد مِلے۔ چنانچہ میں نے پریم چند کے ایسے دوستوں اور ہمعصروں کا پتہ لگانے کی کوشش کی جو پریم چند کی زندگی پر روشنی ڈال سکتے تھے۔ پھر اُن لوگوں سے ذاتی رابطہ یا خط و کتابت کا رشتہ قائم کیا۔ اِس سلسلے میں مجھے کئی بار لاہور سے بنارس، لکھنؤ، کانپور، گورکھپور، الٰہ آباد، دہلی

مدراس اور بمبئی کا سفر کرنا پڑا۔

سب سے پہلے مجھے وہ خط ملے جو پریم چند نے اپنے قریبی دوست ماہنامہ "زمانہ" کے ایڈیٹر دیا نرائن نگم کو لکھے تھے۔ دیا نرائن نگم نے مجھے پچپن ۵۵ خط دیے اور وعدہ کیا کہ "باقی خط اُس وقت دوں گا جب تم اپنی مجوزہ کتاب کا مسودہ دکھاؤ گے"۔ دیا نرائن نگم کے دیے ہوئے اس قیمتی ذخیرے میں پریم چند کا پہلا خط ۱۹۰۵ء کا اور ۵ راگست ۱۹۳۶ء کا مجھے ملا۔ اِس کے بعد کہکشاں کے ایڈیٹر امتیاز علی تاج کے نام پریم چند کے ۵ خط دستیاب ہوئے۔ یہ خط اُس دَور کے ہیں جب بازارِ حسن تصنیف ہوئی اور پریم چند کے افسانوں کے مجموعے شائع ہوئے۔ امتیاز علی تاج نے مجھ کو اپنے مکان ہی پر اور اپنی موجودگی میں اِن خطوں کی نقلیں لینے کی اجازت دی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس قیمتی ذخیرے کو حاصل کرنے کے لیے ہر زحمت گوارا کی جا سکتی تھی۔ اُسی زمانے میں جلیندر کمار جین کے نام وہ چوّن ۵۴ خط ملے جن کا تعلق پریم چند کی زندگی کے آخری دَور سے ہے۔ اِن خطوں کی نقلیں میں نے لے لی تھیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اِن خطوں کے اصل نسخے گم ہو گئے۔

اُردو کے مشہور و معروف شاعر جناب رگھوپتی سہائے فراؔق اور اُن کے ہمعصر دوسرے شاعروں اور ادیبوں کو بھی پریم چند کے اِنتہائی ادبی اہمیت کے حامل بیسیوں خط موصول ہوئے۔ لیکن اِن حضرات میں سے کسی نے بھی اِن کے خطوں کو محفوظ نہ رکھا۔ غالباً اُن کو یہ خیال بھی نہ ہوا ہوگا کہ آگے چل کر پریم چند کو اتنی مقبولیت اور ان کے خطوں کو اتنی اہمیت حاصل ہو جائے گی۔

یہ خط جمع کرنے کے سلسلے میں جن مشاہیر سے رابطہ قائم کیا گیا اُن

میں اگر ایک طرف مہاتما گاندھی، جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، اور ڈاکٹر راجندر پرشاد تھے تو دوسری طرف بنارسی داس چترویدی، جے شنکر پرساد کے فرزند ـــــ اپیندر ناتھ اشک، وشنو پربھاکر، مانک لال جوشی، اندر ناتھ مدان اور ٹوکیو کے کیشو رام سبھروال جیسے مصنفین درگا سہائے سرور کے اہلِ خاندان اور کچھ ناشرین بھی شامل تھے۔

پریم چند کے قریبی رشتہ داروں سے بھی رابطہ قائم کیا گیا۔ اِن کے سوتیلے بھائی مہتاب رائے نے مجھے سات خط دیے۔ شِورانی دیوی نے کہا کہ ان کے پاس جو خط تھے وہ انہوں نے اپنی کتاب "پریم چند گھر میں" میں شائع کر دیے ہیں۔ پریم چند کے لڑکوں نے کوئی بھی خط محفوظ نہیں رکھا۔ اِن کے بڑے لڑکے سری پت رائے نے مارچ ۱۹۶۳ء میں مجھے لکھا تھا کہ "پریم چند کے خطوں کو جمع کرنا پورے وقت کا کام ہے اور اُسے وہی انجام دے سکتا ہے جو خود کو اس کے لیے وقف کر لے۔ اگر کوئی اس کام کا ذمّہ لے تو میں اس کو معاوضہ دینے کو تیار ہوں۔"

میں نے اپنی زندگی کے ایک مشن کے طور پر اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور جس کسی سے جہاں کہیں ملے پریم چند کے خط جمع کیے۔

پریم چند کے ایک دوست مست رام لکھنؤ میں رہتے تھے۔ مجھے پتہ چلا کہ اُن کے پاس پچاس ساٹھ خطوط محفوظ ہیں۔ میں نے اُن سے ملنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا مست رام رمتے جوگی ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں میں چار بار لکھنؤ گیا مگر مست رام سے ملاقات نہ ہو سکی۔ مست رام جی کس دُنیا میں ہیں مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ یہ خزانہ اب کہاں ہے مجھے کچھ پتہ نہیں۔

لکھنؤ کے دلارے لال بھارگو نے پریم چند کی "رنگ بھومی" شائع کی تھی جس کے علاوہ پریم چند نے ان کے ساتھ ادبی معاون کے طور پر کام بھی کیا تھا مگر بھارگو صاحب نے پریم چند کے خط یا ان کی نقلیں دینے سے انکار کر دیا۔ ونود شنکر ویاس نے بھی خطوط کی نقلیں نہ دیں بعد میں انہوں نے ان کو اخباروں میں شائع کر دیا۔ شری کے۔ ایم۔ منشی صاحب کے پاس بھی پریم چند کے خط ہیں مگر نہ تو انہوں نے وہ دیے نہ دکھائے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اُن خطوں میں ہندی، اُردو اور ہندوستان کے متعلق تلخ بحثیں ہیں۔ نیز ان بدسلوکیوں کا بھی ذکر ہے جو پریم چند کے خیال میں بھارتیہ ساہتیہ پریشد نے ان کے ساتھ کیں۔

کچھ خط شِو پوجن سہائے کے پاس پٹنہ میں تھے۔ بدقسمتی سے مکان میں چور گھس آئے۔ لوہے کے جس بکس میں وہ خط تھے اُسے لے گئے۔ جب کھولا تو نکلے کاغذ۔ چوروں نے کاغذات کو کوئیں میں پھینک دیا اور لوہے کے بکس پر ہی صبر کیا۔ اگلے دن یہ خط کوئیں میں تیر رہے تھے۔ کچھ خط قاضی عبدالغفار کے گھر پر ایک حادثہ کی نذر ہوئے۔

خطوں کے حصول سے زیادہ مشکل کام اِن کو ترتیب دینا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ بہت سے خط خراب اور خستہ حالت میں تھے۔ بعض جلدی میں لکھے گئے تھے اور انہیں پڑھنا تک مشکل تھا۔ سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ بعض خطوں پر تاریخیں نہ تھیں۔ عام طور پر پریم چند تاریخ، مہینہ اور سال میں سے کوئی نہ کوئی چیز ضرور چھوڑ جاتے تھے بعض اوقات تو جگہ کا ذکر بھی نہ کرتے تھے۔ پوسٹ کارڈ کی صورت میں تو ٹکٹ یا مُہر کی مدد سے تاریخ کا اندازہ لگا لیا گیا۔ لیکن لفافے میں

بھیجے گئے خطوں سے یہ مدد کبھی نہ مل سکی کیونکہ لفافے قدرتی طور پر پھینک دیے گئے تھے۔ پریم چند نے اپنے خطوں میں جا بجا اپنی اُن کہانیوں اور مضامین کا ذکر کیا ہے جو رسالوں میں شائع ہوئے تھے۔ ایسے خطوں کی تاریخیں اور لکھنے کی جگہ ان خطوں میں درج اشاروں کی مدد سے دریافت کرنی پڑی۔ بعض اوقات بین الاقوامی کلنڈر کی بھی مدد لینی پڑی۔ کتنی ہی بار نایاب رسالوں کی پرانی فائلوں سے ان کی تصدیق کرنی پڑی۔

یہ کام بہت مشکل ثابت ہوا۔ کتب خانوں میں اِن رسائل کی پرانی فائلیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ مثلاً کہکشاں ۱۹۲۰ء میں بند ہو گیا تھا۔ صبح امید غالباً ۱۹۲۶ء میں بند ہو گیا۔ زمانہ ۱۹۴۵ء میں بند ہوا۔ ان رسائل کی پرانی فائلیں یا کاپیاں تلاش کرنا بہت مشکل کام تھا۔ ہنس تک کی کاپیاں (جسے پریم چند نے ۱۹۳۰ء میں جاری کیا تھا) دستیاب نہ ہو سکیں۔ کچھ لائبریریوں اور نجی کتب خانوں میں اِن رسالوں کے سٹ ملے بھی تو نامکمل۔

اُن کے بعض خطوں کے زمانے کا تعین تو اُن کی کہانیوں اور مضامین کے زمانۂ اشاعت کی مدد سے کیا جا سکا۔ یہ خط کہاں سے لکھے گئے؟ اس کا تعین کرنے کے لیے پریم چند کی ساری زندگی تاریخ وار بار بار ترتیب دی گئی اور اس طرح دو سو ساٹھ ۲۶۰ خطوں کا یہ مجموعہ تیار ہو پایا۔

اُردو میں یہ خط غیر مطبوعہ ہیں۔ ہندی میں اِن خطوں کا بڑا حصہ راقم الحروف اور پریم چند کے چھوٹے لڑکے امرت رائے کے مشترکہ نام سے دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

بعض خطوں میں ایسے حوالے ہیں جن کو سمجھنے کے لیے پریم چند کی زندگی کے اہم پہلوؤں پر کچھ روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں راقم کا ایک مضمون ماہنامہ "آجکل" میں شائع ہوا تھا جس کے مطالعے سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

پریم چند یو۔پی کے سرکاری اسکول کے ایک مدرس کا تصنیفی نام تھا۔ ان کا اصلی نام دھنپت رائے تھا۔ اردو کا شستہ تھے۔ چونکہ ہر کائستھ عام طور پر "منشی" کہلاتا ہے، اس لیے وہ بھی منشی کہلائے۔ منشی کو خاندانی لقب سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ لقب ان کے دوسرے تصنیفی نام (نواب رائے) سے بھی وابستہ تھا۔

دھنپت رائے بنارس کے مضافات میں ملھی نامی ایک گاؤں میں ۳۱ جولائی ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے تھے۔ ان کے جدِ امجد گاؤں کے پٹواری تھے اور اپنی زندگی میں کامیاب تھے۔ دھنپت رائے کے والد عجائب لال، ایک اچھے اور بامروت شخص تھے اور ایک بے لاگ انسان کے طور پر ان کی بڑی شہرت تھی۔ انھوں نے گیتا کا مطالعہ کیا تھا اور غور و فکر کے بھی عادی تھے۔ دھنپت رائے کی والدہ آنندی دیوی، ایک پڑھی لکھی خوبصورت خاتون تھیں۔

دھنپت رائے صرف آٹھ سال کے تھے کہ اُن کی والدہ کا اور سولہ سال کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ دھنپت رائے کے والد عجائب لال پوسٹ ماسٹر تھے اور اس وقت کے معیار کے مطابق کھاتے پیتے انسان تھے۔ دھنپت رائے کی والدہ آنندی دیوی کے انتقال کے بعد ان کے والد نے دوسری شادی کی۔ دھنپت رائے کے خیال میں اُن کے والد نے دوسری شادی کر کے غلطی کی تھی لیکن اس سے بھی بڑی غلطی انھوں نے یہ کی تھی کہ اپنی

دوسری بیوی کے دباؤ میں آکر پندرہ برس کی عمر میں دھنپت رائے کی بھی شادی کردی تھی۔ دھنپت رائے کی شادی کے ایک سال کے اندر اُن کے والد کا انتقال ہوگیا اور کم سن دھنپت رائے پر اپنی بیوی کا ہی نہیں بلکہ اپنی سوتیلی ماں اُن کے دو بچوں اور ایک بھائی کا بھی بار آپڑا۔ کنبہ کی ساری بچت جو کہ زیادہ نہیں تھی، دھنپت رائے کے والد کی چھ ماہ کی لمبی اور آخری بیماری میں خرچ ہو چکی تھی۔ اس لیے کم عمر دھنپت رائے کے پاس خاندان کے اخراجات کے لیے کوئی سرمایہ نہیں بچا جلد ہی وہ ننگے پیر اور چیتھڑوں میں دکھائی دینے لگے۔

دھنپت رائے کے پاس اپنی پڑھائی جاری رکھنے کے لیے پیسہ نہ تھا جس وقت اُن کے والد کا انتقال ہوا وہ نویں درجے میں پڑھتے تھے۔ نواں درجہ پاس کرنے کے لیے ہی انھیں بڑے پاپڑ بیلنے پڑے۔ پھر فیس معاف کراکے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد وہ ایسے کالج میں داخل ہونا چاہتے تھے جہاں اُن کی فیس معاف ہوجائے۔ اس کے لیے انھوں نے بڑی کوششیں کیں مگر میٹرک میں سیکنڈ ڈویژن پانے کی وجہ سے انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔

اب دھنپت رائے کے لیے روزی کمانا ضروری ہوگیا۔ ان کے ایک ہم جماعت طالب علم نے پانچ روپیہ ماہانہ پر ایک وکیل کے بیٹے کی ٹیوشن دلوادی اور اُن ہی وکیل صاحب کے اصطبل میں رہنے کے لیے ایک کمرہ بھی مل گیا۔ دھنپت رائے اپنا کھانا خود پکاتے تھے۔ ایک وقت کھاتے تھے اور خالی وقت میں لائبریری میں جاکر پڑھتے تھے۔ طلسم ہوش رُبا اوائل عمر میں پڑھا تھا۔ لائبریری میں انھیں ناولوں سے خاص دلچسپی پیدا ہوئی

اور وہ فسانۂ آزاد، چندر کانتا اور بنکم چندر کے اردو ترجموں کی طرف مائل ہوئے۔ اپنی کمائی کے پانچ روپوں میں سے تین وہ اپنے کنبے کو بھیج دیتے تھے اور دو اپنی گزر اوقات کے لیے رکھتے تھے۔ انھیں مٹھائی بہت پسند تھی لیکن کھا نہیں سکتے تھے کیونکہ مٹھائی تو ایک طرف رہی بعض اوقات انھیں کھانا بھی میسر نہ آتا تھا۔ اکثر ایک پیسے کے بھنے چنوں پر پورا دن گزار دینے پر مجبور ہو جاتے۔ ایک دفعہ تو انھیں دو دن تک فاقہ کرنا پڑا۔ انکی ساکھ بگڑی ہوئی تھی۔ کوئی دکاندار انھیں قرض دینے کو تیار نہیں ہوتا تھا۔ شاید انھیں خود ہی قرض مانگتے ہوئے شرم محسوس ہوتی۔ ایک دن بادلِ نخواستہ دو روپے کی کتاب کو آدھی قیمت پر بیچنے کے لیے روانہ ہوئے۔ دکان پر ان کی ایک اجنبی سے ملاقات ہوئی جس نے ان کی غم زدہ صورت دیکھ کر ان سے پوچھا "تم نوکری چاہتے ہو؟" دھنپت رائے نے جواب دیا "نوکری کہیں ملتی ہی نہیں" یہ اجنبی چنادگڑھ میں ایک عیسائی مشنری اسکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ اس نے دھنپت رائے کو اٹھارہ روپیہ ماہانہ کی پیش کش کی جو اُن کی توقعات سے کہیں زیادہ تھی۔ اس طرح دھنپت رائے نے چنار گڈھ (جو بنارس سے بیس میل پر واقع ایک قصبہ ہے) میں ملازمت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لیکن گوری رنگ کے نسل والے لوگوں کے خلاف میلانِ طبع ہونے کی بنا پر ان کی یہاں پر بنی نہیں اور انھوں نے مشنری اسکول سے استعفیٰ دے دیا۔ فوراً ہی وہ بہرائچ میں ایک گورنمنٹ اسکول میں مدرس ہو گئے۔ یہاں سے اُن کا تبادلہ پرتاپ گڑھ ہو گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرتاپ گڑھ میں اُن کا کام بہت اچھا رہا کیونکہ ۱۹۰۲ء میں انھیں الہ آباد میں ماڈل ٹریننگ اسکول میں اعلیٰ

ٹریننگ حاصل کرنے کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ یہاں اُنھوں نے جونیر انگلش ٹیچر کا امتحان دیا۔ یہیں سے لکھنے لکھانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اُس زمانہ میں اُن کے کچھ مضامین نواب رائے کے نام سے غیر معروف رسالوں میں شائع ہوئے۔ نواب رائے، دھنپت رائے کی عرفیت تھی جو ان کے والد اور چچا نے انھیں بچپن سے دے رکھی تھی۔ بنارس کے ایک اخبار آوازِ خلق نے اُن کا ایک غیر مکمل ناول، اسرارِ معبد، سلسلہ وار شائع کیا تھا۔ یہ ۱۹۰۳ء کی بات ہے۔ اُس زمانہ میں کانپور سے ماہنامہ 'زمانہ' شائع ہونا شروع ہوا۔ دھنپت رائے کی اس کے ایڈیٹر دیا نرائن نگم سے خط و کتابت شروع ہوئی اور جلد ہی دونوں ایک دوسرے کے قریبی دوست بن گئے۔

پرتاب گڑھ سے دھنپت رائے نے اپنے ایک ناول کا مسودہ دیا نرائن نگم کو ان کی رائے معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کے بعد ہی مئی ۱۹۰۵ء میں دھنپت رائے کا تبادلہ کانپور ہو گیا جہاں وہ 'زمانہ' کے عملے کے تقریباً ایک رکن بن گئے۔ کانپور ہی میں ہندی ترجمہ "پریما" ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ ہندی ترجمہ مصنف نے غالباً خود کیا تھا اور مصنف کا نام منشی نواب رائے بنارسی تھا۔ دھنپت رائے اُردو میں لکھتے تھے۔ مگر ہندی سے بھی لگاؤ تھا (انھوں نے ۱۹۰۴ء میں اردو اور ہندی دونوں میں ایک خاص ورناکیولر امتحان پاس کیا تھا)

جو لوگ دھنپت رائے کو اس وقت جانتے تھے ان کا کہنا ہے کہ ان کی ایک مخصوص صفت ان کی ہنسی تھی جو دوسروں سے بالکل جداگانہ تھی۔ مفلسی میں ڈوبے ہوئے اسکول کے اس مدرس کو اتنے زور سے قہقہے لگانے کی عادت تھی کہ کمرے میں لگے مکڑی کے جالے ہل جاتے تھے اور نیچے بازار

کے لوگ اوپر دیکھنے لگتے تھے۔ ان کے دوستوں نے انھیں 'بمبوق' کا نام دے رکھا تھا۔

نواب رائے (دھنپت رائے) صحافت اور ادب کے میدان میں نام پیدا کر رہے تھے مگر ان کی خانگی زندگی خوشگوار نہ تھی۔ ان کی سوتیلی ماں کا ان کی بیوی سے اچھا برتاؤ نہ تھا۔ دونوں آپس میں لڑتی تھیں۔ اس لیے دھنپت رائے جب کبھی گاؤں جاتے رنجیدہ رہتے۔ ان کی بیوی سخت کلام تھیں اور گھر میں دوسری عورتوں سے ان کی بنتی نہ تھی۔ ان کی صورت بھی اچھی نہ تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب ان کے والد عجائب لال نے اپنی بہو کو پہلی بار دیکھا تھا تو اس وقت یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی دوسری شادی کریں گے۔ قسمت نے ان کی خواہش کو پورا کر دکھایا۔ ۱۹۰۰ء کے شروع میں جب گرمیوں کی چھٹیوں میں دھنپت رائے اپنے گاؤں گئے تو لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے ان کی بیوی نے خودکشی کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ کسی طرح بچا لی گئیں۔ پھر انہوں نے اپنے والد کے یہاں جانے پر اصرار کیا جب انھیں سمجھانے بجھانے کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں تو دھنپت رائے نے اپنی بیوی کو میکے بھیج دیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ وہ خود انھیں واپس نہیں بلائیں گے اور بن بلائے وہ آئیں نہیں۔ دھنپت رائے برسوں انھیں روپے بھیجتے رہے۔ لیکن دونوں نے پھر کبھی ایک دوسرے کا منہ نہیں دیکھا۔ دھنپت رائے کے لیے اب مسئلہ اپنی خانگی زندگی کا تھا۔ بیواؤں کی حالت اور بے جوڑ شادیوں کے نتیجے دیکھے تھے کچھ بیوائیں خود اُن کے گھر میں تھیں۔ وہ بیواؤں کی شادی کے حامی تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا ناول "ہم خرما و ہم ثواب" اسی موضوع پر مبنی ہے

دھنپت رائے نے سوچا کہ کیا اب انہیں کو یہ مثال قائم کرنی چاہیئے اور اپنے عقائد کو عملی جامہ پہنانا چاہیئے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ایک اشتہار دے کر ایک ایسی لڑکی سے شادی کی جو گیارہ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی تھی۔ اور جسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ شادی کیا چیز ہوتی ہے۔ لیکن یہ شادی طے کرتے وقت دھنپت رائے کو یہ جھوٹ بولنا پڑا کہ ان کی بیوی چند سال ہوئے مر چکی ہے۔

نواب رائے (دھنپت رائے) اس وقت تک صحافت میں اپنا ایک مقام پیدا کر چکے تھے۔ الہ آباد کے انڈین پریس نے انہیں ایک ادبی ماہنامہ 'فردوس' کی ادارت کے فرائض انجام دینے کی پیشکش کی جسے بڑے غور و فکر کے بعد انھوں نے تقریباً منظور بھی کر لیا تھا۔ مگر رسالہ کی اسکیم ملتوی ہو گئی اس وقت دھنپت رائے نے ناول نگار کے طور پر نام پیدا کر لیا تھا۔ "ہم خرما و ہم ثواب" اور "کرشنا" شائع ہو چکی تھیں۔ اب انھوں نے افسانے لکھنے شروع کیے۔ انھوں نے ٹیگور کی کچھ کہانیوں کے ترجمے کیے پھر خود اُردو افسانے لکھے۔ ان کا پہلا افسانہ "دنیا کا سب سے انمول رتن" تھا جس کا موضوع حب الوطنی تھا۔ اس کے بعد چار پانچ افسانے اور لکھے جن میں سے تین دیش بھگتی کے موضوع پر تھے۔ یہ افسانے ۱۹۰۷ء میں "سوزِ وطن" کے عنوان سے ایک مجموعے کی شکل میں شائع ہوئے۔ اس وقت کے تبصرہ کے مطابق اس مجموعہ پر مصنف کے کانپور کے مکان کا پتہ لکھا تھا۔ اس کی اشاعت کے فوراً بعد ان کا تبادلہ بندیل کھنڈ کے ضلع ہمیر پور میں مہوبہ کے لیے ہو گیا۔ یہاں وہ ترقی پر سب ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز ہو گئے۔

حب الوطنی کی بات اس وقت بغاوت سمجھی جاتی تھی۔ سوزِ وطن کی

اشاعت سے سی۔ آئی۔ ڈی اُن کے پیچھے لگ گئی اور رپورٹ دی کہ اس کتاب کا مصنف ایک سرکاری ملازم ہے۔ انگریز کلکٹر نے جو دورے پر تھا دھنپت رائے کو فوراً بلایا۔ دھنپت رائے پیش ہوئے۔ "سوزِ وطن" کے مصنف ہونے کا اقرار کیا۔ کلکٹر نے دھنپت رائے سے ان کی کتاب کی ہر کہانی کا خلاصہ پوچھا۔ خلاصہ سننے پر آگ بگولہ ہو گیا اور برس پڑا۔ "تمہاری کہانیوں میں سڈیشن بھرا ہوا ہے۔ اپنی تقدیر پر خوش ہو کہ انگریزی عملداری میں ہو۔ مغلوں کا راج ہوتا تو تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے جاتے۔ تمہاری کہانیاں یک رُخی ہیں تم نے انگریزی راج کی توہین کی ہے ......"
آخرکار یہ فیصلہ ہوا کہ "سوزِ وطن" کی جتنی کاپیاں دھنپت رائے کے پاس ہیں وہ سرکار کے حوالے کر دی جائیں۔ اس طرح ایک ہزار میں سے سات سو کاپیاں سرکار کی نذر کی گئیں۔ کلکٹر نے تنبیہہ کی کہ آئندہ اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہ لکھا جائے۔ جب دھنپت رائے نے دورے سے واپسی پر سب کیفیت اپنی بیوی کو بتائی تو اُنھوں نے پوچھا۔ "کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آئندہ آپ کچھ نہیں لکھیں گے؟" دھنپت رائے نے جواب دیا۔ "کیوں نہیں؟ میں ضرور لکھوں گا۔ لیکن ایک دوسرا تصنیفی نام اختیار کرنا پڑے گا۔"

اور یہ نیا نام "پریم چند" تھا۔ اب صرف ان چیزوں کے سوا جو پبلشروں کے پاس پہلے سے پڑی ہوئی تھیں نواب رائے کے نام سے کچھ شائع نہیں ہوا "جلوۂ ایثار" آخری ناول تھا جو نواب رائے کے نام سے شائع ہوا "سیرِ درویش" افسانہ کی کچھ قسطیں نواب رائے کے نام سے شائع ہوئیں باقی بغیر مصنف کے نام کے۔

پریم چند کا نام (جو ایک سخت راز تھا) صرف 'زمانہ' میں شائع ہونے والی ان کی تصانیف کے لیے استعمال کیا گیا۔ جب ان کے ایک دوست ایڈیٹر نے ان سے پوچھا کہ آپ اس نام سے 'ادیب' کے لیے کیوں نہیں لکھتے تو انھوں نے جواب دیا یہ نام 'زمانہ' کا اجارہ ہے (اصلیت یہ ہے کہ خود دیا نرائن نگم نے یہ نام تجویز کیا تھا) ادیب میں اُن کے افسانے د۔ ر کے نام سے چھپتے رہے۔

ان مسئلوں کے علاوہ، جو اس وقت تک پریم چند کے ذہن میں تھے مثلاً بے جوڑ شادیوں کی روک تھام اور شادی بیوگان کا رواج، اب انھوں نے بنیادی باتوں کی طرف زیادہ توجہ دینا شروع کی۔ ایک مشترکہ زبان کے ذریعہ قوم کو متحد کرنا اور اپنے ناظرین کے ذہنوں کو حب الوطنی بہادری اور فراخدلی کی قدروں کی طرف مائل کرنا جو کہ راجپوتوں کے اوصاف تھے۔ پریم چند کی چند کہانیاں، ہمیر پور میں مقبول عام، ایسے ہی کچھ پرانے قصوں پر مبنی ہیں، جیسے راجہ ہردول، رانی سارندھا وغیرہ۔ یہ افسانے پریم پچیسی میں شائع ہوئے۔

ہمیر پور کے علاقوں میں دورہ کرنا پریم چند کی صحت کے لیے مضر ثابت ہوا۔ بچپن کے فاقوں نے انہیں زبان کا چٹورا بنا دیا تھا۔ کھانے کے سلسلے میں وہ خود کو قابو میں نہ رکھ پاتے تھے۔ وہ ہر اُس چیز کو کھاتے جس کے لیے اُن کا جی چاہتا۔ تازہ ترکاریاں نہ ملتیں۔ اِس لیے کئی کئی دن وہ اردی کھاتے جو ان کے ہاضمہ کے لیے مضر تھی۔ اس علاقہ کی آب و ہوا اُنہیں موافق نہ تھی۔ وہ پیچش کا شکار ہو گئے۔ اپنی بہترین کوششوں اور ہر قسم کے طریقے علاج کے باوجود اس مرض نے مرتے دم تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔

مہوبہ اُن کے لیے بُری جگہ ثابت ہوئی۔ وہ وہاں سے تبادلہ کرانے کے لیے مجبور ہو گئے۔ حکومت نے انھیں ترائی میں بستی کے مقام پر تعینات کیا۔ جب اُن کی صحت یہاں بھی بحال نہ ہوئی تو انھوں نے لکھنؤ، بنارس اور الہ آباد میں علاج کروایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ انھوں نے پھر تبدیلی کی درخواست دی اب انھیں دورہ کرنے کے کام سے ہٹا دیا گیا اور بستی ہائی اسکول میں تعینات کیا گیا۔ بستی کا قیام پریم چند کی ادبی زندگی میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہیں انھوں نے ایک تحصیلدار منن دویدی کی صحبت میں باقاعدہ ہندی میں لکھنا شروع کیا۔ ان کی ہندی تصنیفات کانپور کے 'پرتاپ' اور الہ آباد کے 'سرسوتی' میں شائع ہونے لگیں۔

بستی سے ان کا تبادلہ گورکھپور ہوا جہاں وہ ایک بڑے ادیب، دلیش بھگت اور سماجی کارکن شری مہابیر پرشاد پوتدار سے ملے۔ انھوں نے پریم چند کے ہندی افسانوں کی پہلی کتاب 'سپت سروج' شائع کرائی۔ اس کا پیش لفظ منن دویدی نے لکھا تھا۔ دویدی کی تحریک سے اب پریم چند ہندی ناول نگاری کی طرف مائل ہوئے۔ یہ ناول تھا 'سیوا سدن'، جو اوّلاً اردو میں لکھا گیا مگر پہلے ہندی میں شائع ہوا اور کچھ عرصہ بعد 'بازارِ حسن'، کے عنوان سے اردو میں شائع ہوا۔ یہیں گورکھپور سے ان کی کہکشاں کے ایڈیٹر امتیاز علی تاج سے خط و کتابت شروع ہوئی جنھوں نے 'پریم بتیسی' اور 'بازارِ حسن' کی اشاعت کی۔ یہیں سے پریم چند نے بی۔ اے پاس کیا۔ 'سیوا سدن' کو جو قبولیت حاصل ہوئی اس سے حوصلہ افزائی ہوئی اور انھوں نے اگلا ناول 'گوشۂ عافیت' شروع کیا۔ یہ بھی 'سیوا سدن' کی طرح پہلے ہندی میں "پریم آشرم" کے نام سے چھپا اور کچھ سال بعد اردو میں شائع ہوا۔

پریم چند کی بیماری قائم رہی۔ پوتدار اور کچھ دوسرے دوستوں کے مشورہ پر انھوں نے آبی علاج آزمایا۔ تین چار مہینے کے بعد انھیں معلوم ہوا کہ اس کا برا اثر ہوا کیونکہ ان کی توند نکل آئی اور چلنے میں انھیں کمزوری محسوس ہونے لگی۔ پریم چند پر مایوسی غالب تھی۔ بیوی بچوں کے لیے وہ اثاثہ چھوڑنے کی فکر میں تھے اسی لیے انھوں نے اپنے سوتیلے بھائی مہتاب رائے کو پوتدار کی صلاح پر کلکتہ بھیجا تاکہ وہ چھاپہ خانے کا کام سیکھ لیں پریم چند چاہتے تھے کہ اپنا ایک ذاتی پریس فوراً شروع کر دیں۔ خانگی غلط فہمیوں کی وجہ سے یہ اسکیم آگے نہ بڑھ سکی۔ ملازمت سے وہ تنگ آ چکے تھے۔

جلیاں والا باغ کے قتلِ عام نے ملک کے لاکھوں آدمیوں میں ایک نئی لہر دوڑا دی تھی۔ پریم چند بھی اس سے متاثر ہوئے۔ "ترکِ موالات کی تحریک شروع ہوئی۔ گاندھی جی گورکھپور آئے۔ غازی میاں کے میدان میں اونچا پلیٹ فارم تیار کیا گیا۔ دو لاکھ سے کم کا مجمع نہ تھا۔ پورے ضلع کی عقیدت مند پبلک دوڑی آئی۔ ایسا مجمع اس سے پہلے میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ مہاتما جی کے درشنوں کی یہ برکت تھی کہ میرے ایسے مردہ دل آدمی میں بھی جان آ گئی۔ اس کے دو چار ہی دن کے بعد میں نے اپنی بیس سال کی سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔" پریم چند اس وقت ایم۔ اے کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ فیس بھی بھیج چکے تھے مگر اب امتحان میں بیٹھنے کا قصد ترک کر دیا۔ وہ دیہات میں چرخہ کا پرچار کرنے لگے۔ اس سلسلے میں وہ پوتدار کے گھر چلے گئے جو گورکھپور کے نزدیک ہی ایک گاؤں میں تھا۔ پریم چند کی پیچش ٹھیک ہونے لگی۔ یہاں تک کہ ایک مہینے کے اندر بالکل صحت یاب ہو گئے۔ اب وہ پوری طرح قسمت پر یقین

کرنے لگے۔ اس وقت ان کی خواہش تھی کہ ایک رسالہ شروع کریں مگر یہ اسکیم زیادہ آگے نہ بڑھ سکی۔ کچھ عرصہ بعد وہ گورکھپور سے اپنے گاؤں لمہی چلے گئے۔ اس وقت تک "سیوا سدن" "سپت سروج" "نوندھی" کی بنا پر پریم چند کو ہندی کے سب سے بڑے افسانہ نویس اور ناول نگار کا مقام حاصل ہو چکا تھا۔ اگلا ناول گوشۂ عافیت (پریم آشرم) مکمل ہو رہا تھا۔

اپنے گاؤں لمہی میں پریم چند کی زندگی کسی قدر مایوسی کی تھی دیہات کے لوگ جاننا چاہتے تھے کہ پریم چند کا ذریعہ معاش کیا ہے۔ چرخے کا پرچار اور کسانوں سے باتیں کرنے کے علاوہ وہ لوگوں کو کچھ کرتے دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس ماحول کی ایک جھلک ان کی کہانی "لال فیتہ" میں ملتی ہے مشترکہ خاندان کی زندگی کوئی خوشگوار تجربہ نہ تھا۔ بیوی اور سوتیلی ساس کی آپسی تناتنی نے بھی انھیں رنجیدہ خاطر کیا۔ انھیں پھر ملازمت کی فکر ہوئی۔ عثمانیہ یونی ورسٹی میں ملازمت کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ بنارس میونسپلٹی میں بھی نوکری کی بات چیت شروع ہوئی۔ وہاں بھی کامیابی نہ ہوئی اُن کے خسر کا انتقال ہو گیا اور پریم چند الہ آباد چلے گئے۔ وہاں سے کانپور گئے جہاں اُن کے دوست دیا نرائن نگم اور گنیش شنکر ودیارتھی نے انہیں مارواڑی ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر کی جگہ دلوادی۔ ایک غیر سرکاری اسکول کی ہیڈ ماسٹری پریم چند کی پرانی تمنا تھی، اور انھوں نے سوچا کہ اب یہیں ملک کی خدمت کا موقع ملے گا۔ کانگریس کے کام میں بھی شرکت کرنے۔ دیا نرائن نگم اور دوسرے احباب کے ساتھ پرانے رشتے پھر سے قائم ہو گئے۔ لیکن اسکول کے منیجر سے اُن کی نہیں بنی اور چھوٹے چھوٹے انتظامی معاملات پر

مہاشہ کاشی ناتھ سے اختلافات پیدا ہونے لگے (اس کی جھلک ہمیں ان کی کہانی 'تحریک' میں ملتی ہے) جلد ہی انہوں نے اسکول سے استعفیٰ دیدیا اور بنارس واپس چلے آئے۔ انہیں دنوں اُن کا 'پریم آشرم' شائع ہوا۔ جلوہ ایثار کا ہندی ترجمہ "وردان" کے نام سے شائع ہوا THAIS کا ترجمہ 'اہنکار' کے عنوان سے اور SILASMARTNER کا ترجمہ 'سکھداس' کے نام سے کیا۔ یہ کتابیں کلکتہ سے شائع ہوئیں۔ اپنی کہانیوں کا ایک مجموعہ پریم پچیسی (ہندی) میں شائع کروایا۔ اس کے بعد ہی ایک اور عظیم ناول 'چوگانِ ہستی شروع کیا گیا۔ اس سے پہلے کے دو اہم ناولوں کی طرح یہ بھی اردو میں لکھا گیا۔ مگر اس کی اشاعت پہلے ہندی میں ہوئی۔ یہ رنگ بھومی کے نام سے چھپا۔ پریم چند کا یہ آخری ناول تھا جو پہلے اُردو میں لکھا گیا۔

کانپور چھوڑنے سے پہلے اُن سے راجہ شو پرشاد گپت نے وعدہ کیا تھا کہ ان کا کاشی ودّیا پیٹھ میں تقرر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا پریم چند بنارس لوٹے، کچھ عرصے تک ہندی 'آج' کے لیے لکھتے رہے پھر ماہنامہ 'مریادا' سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد کاشی ودّیا پیٹھ میں کام شروع کر دیا۔ اب انھوں نے اپنا سرسوتی پریس قائم کیا۔ جس پر اپنے پانچ ہزار روپے کے علاوہ اپنے سوتیلے بھائی مہتاب رائے، رشتے کے ایک اور بھائی اور رگھوپتی سہائے فراقؔ سے مالی امداد لی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ پریم چند نے اپنے گاؤں لمہی میں ایک پختہ مکان بنوایا۔ ان کا خیال تھا کہ اپنا مکان اور اپنا چھاپہ خانہ قائم کر کے انھیں زندگی میں سلامتی مل جائے گی۔ رہنے کے لیے نجی مکان اور آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ۔

پریم چند نے کاشی وِدّیا پیٹھ میں زیادہ عرصہ کام نہیں کیا اور استعفیٰ دیدیا۔ وہ اب اپنے پریس میں کام کرنے لگے۔ 'چوگانِ ہستی' لکھنے میں مصروف تھے کبھی بنارس رہتے کبھی لمہی۔ اس زمانے میں انہوں نے کتابوں کی اشاعت کی ایک اسکیم بھی تیار کی۔ بچوں کے لیے ایک کتاب 'من مودک' ترتیب دی لیکن یہ کتاب غلطیوں سے پُر تھی۔ شاید اس لیے کہ وہ زیادہ وقت نہ دے سکتے تھے۔ اس وقت چوگانِ ہستی پر اُن کی پوری توجہ تھی۔ اس پر انہوں نے واقعی بڑی محنت کی اور ایک سال کے اندر مکمل کرلیا۔ پھر اس کا ہندی ترجمہ خود کیا۔ 'چوگانِ ہستی' کے اصل مسودہ اور ہندی ترجمے میں بہت فرق ہے۔

اس دوران پریس میں نفع کی بجائے نقصان ہو رہا تھا۔ ظاہر انقصان کی کوئی گنجائش نہ تھی مگر نقصان برابر ہوا۔ انہیں پھر ملازمت تلاش کرنی پڑی ان کے پبلشر دوست دلارے لال بھارگو نے انہیں ادبی معاون کی اسامی کی پیشکش کی۔ پریم چند نے اسے قبول کرلیا اور لکھنؤ چلے گئے۔ اس ناشر نے ان کی "رنگ بھومی" شائع کی۔ کچھ کہانیوں کے مجموعے اور ایک ڈراما کربلا بھی شائع کیا۔ رتن ناتھ سرشار کے فسانۂ آزاد کا ایک خلاصہ بھی شائع کیا۔ یہیں لکھنؤ میں پریم چند نے اپنا اگلا ناول شروع کیا۔ یہ اوّلاً ہندی میں لکھا گیا۔ اس کا نام تھا 'کایا کلپ' کچھ سال بعد یہ اردو میں "پردۂ مجاز" کے نام سے شائع ہوا اس کا ترجمہ پریم چند نے خود ہندی سے اردو میں کیا۔ مگر 'رنگ بھومی' اور 'چوگانِ ہستی' میں اتنا اختلاف تھا کہ 'چوگانِ ہستی' کا دوسرا مسودہ ہندی ناول سے ترجمہ کروانا پڑا۔ اسے پریم چند نے اقبال ورما سحر ہنگامی سے کروایا دلارے لال بھارگو کو چھوڑ کر وہ پھر بنارس آگئے اور اپنے سوتیلے بھائیوں سے لے کر اس کام کو خود سنبھال لیا۔

مگر سرسوتی پریس میں برابر نقصان ہوتا رہا۔ تاجرانہ دماغ رکھنے والا شخص ہی پریس کو کامیاب بنا سکتا تھا۔ پریم چند کے پاس یہ دولت نہ تھی۔ پریس کے نقصانات سے وہ گھبرا گئے۔ ان کے سوتیلے بھائی مہتاب رائے اور دوسرے دوست اپنا سرمایہ واپس چاہتے تھے۔ پریم چند کاروبار میں لگا ہوا سرمایہ تو درکنار اس کا سود بھی ادا نہیں کر سکتے تھے۔ واحد راستہ یہی تھا کہ وہ نوکری کرکے پریس کے قرضے ادا کریں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ۱۹۲۷ء میں 'مادھوری' کی ایڈیٹری قبول کرلی۔ یہ نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر دلارے لال بھارگو کو رسالہ چھوڑنا پڑا تھا۔ پریس کے مالک بشن نرائن بھارگو نے خود پریم چند کو بلوایا تھا اور دو سو روپیہ ماہانہ پر ان کا تقرر ہوا تھا مادھوری کے ایڈیٹر کی حیثیت سے پریم چند نے اس رسالے میں نئی جان ڈالی کئی نئے افسانہ نگاروں کی انھوں نے ہمت افزائی کی۔ جنیندر کمار ان میں سے ایک ہیں۔

اسی زمانے میں پریم چند کے 'گوشۂ عافیت' 'چوگانِ ہستی' اردو میں شائع ہوئے۔ کہانیوں کے مجموعے 'خاک پروانہ' 'خواب و خیال' بھی شائع ہوئے۔ ہندی میں 'کایا کلپ' اور کہانیوں کے کئی چھوٹے چھوٹے مجموعے شائع ہو چکے تھے۔ یہیں انھوں نے 'پرتیما' پھر سے لکھی اور اسے 'پریمنگیا' کے نام سے سلسلہ وار 'چاند' میں شائع کروایا۔ 'نرملا' بھی سلسلہ وار چاند میں شائع ہوئی کچھ عرصہ بعد یہ دونوں کتابیں 'بیوہ' اور 'نرملا' کے نام سے اردو میں بھی شائع ہوئیں۔ 'بیوہ' کے ساتھ "پردۂ مجاز' بھی چھاپی گئی۔ لکھنؤ میں انھوں نے افسانوں کا مجموعہ 'پریم چالیسی' شائع کروایا اور 'کربلا' کا اردو ڈراما بھی، جو کچھ سال پہلے ہندی میں لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ 'پریم چالیسی' 'نرملا'، اور کربلا لاہور سے شائع ہوئیں۔

سرسوتی پریس اب بھی بڑا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس باہر کا کام نہ تھا۔ 'مادھوری' ایک عام قسم کا رسالہ تھا۔ جس سے پریم چند کی خالص ادبی رسالہ شائع کرنے کی خواہش پوری نہیں ہو رہی تھی۔ چونکہ اپنے پریس کے پاس کام کافی نہ تھا اس لیے انھوں نے مادھوری کی ادارت کے فرائض کے ساتھ ساتھ اپنا ایک ماہنامہ 'ہنس' جاری کیا۔ یہ سرسوتی پریس بنارس سے شائع ہوا اور اس کا پہلا نمبر مارچ ۱۹۳۰ء میں نکلا۔ اس میں دیش بھگتی کی کہانیاں اور مضمون شائع ہوتے تھے۔ پریم چند کی دوسری کہانیاں 'مادھوری'، 'وشال بھارت' یا 'چاند' میں شائع ہوئیں۔

ہنس کی اشاعت سے پریس کے کام کے تقاضے تو پورے ہو گئے مگر حالت نہ سدھری۔ نقصان جاری رہا۔ پریم چند لکھنؤ اور بنارس بھاگ دوڑ کرتے رہے۔ کبھی پریس کو منتقل کرتے کبھی ہنس کی اشاعت کا انتظام کرتے۔ یہ زمانہ نمک ستیہ گرہ کا تھا۔ پریم چند اس تحریک سے بھی قریبی طور پہ وابستہ ہوگئے خود نوجوان والینٹروں کے گلے میں ہار ڈالتے اور انھیں دھوتی کرتا اور گاندھی ٹوپی پہناتے اور ستیہ گرہ کے لیے بھیجتے۔ پریم چند کی بیوی (شورانی دیوی) نے جہلا منڈل منظم کیے۔ پریم چند خود جیل جانا چاہتے تھے لیکن گرفتار شورانی دیوی ہوئیں اور وہ دو مہینے جیل میں رہیں۔ انھیں دنوں 'غبن' ناول شائع ہوا۔ اور اگلے ناول 'کرم بھومی' لکھنے کا کام شروع کیا گیا۔

پریم چند کے لکھنؤ کے اس دور میں ان کی ادبی شہرت اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئی تھی۔ لیکن ہندی کے کچھ حاسد مصنف ان کی شہرت کو مٹی میں ملا دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے پریم چند کے خلاف ایک مہم شروع کر دی۔ ان کا اصل الزام یہ تھا کہ پریم چند کی بہترین کتابیں دورِ اول میں لکھی جا چکی تھیں اس لیے

انھیں اب مزید لکھنا بند کر دینا چاہیئے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ پریم آشرم vanity fair پر اور رنگ بھومی resurrection پر مبنی ہے۔ اس مباحثہ کی گونج کئی سال تک سنائی دی۔

ہنس جاری کرنے سے پریم چند کی مشکلیں ختم نہ ہوئیں۔ کتابوں کی آمدنی اور نوکری کی مدد سے انہوں نے اپنا قرض تو بیباق کر دیا تھا مگر پریس اب بھی گھاٹے میں چل رہا تھا۔ اس کے علاوہ پریس اور رسالے کو مختلف آرڈی ننسوں کے تحت بھی دقتیں پیش آئیں۔ کبھی رسالہ بند کبھی پریس بند۔ اور پریم چند لکھنؤ سے بنارس کے چکر لگاتے نظر آتے اور کبھی رسالہ دوسرے پریسوں میں چھپوانے پر مجبور ہو جاتے۔

۱۹۳۱ء میں بشن نرائن بھارگو کا انتقال ہو گیا۔ ساری جائداد کورٹ آف وارڈس کے سپرد ہو گئی۔ نول کشور پریس میں کچھ ادنی عہدیداروں کا زور ہو گیا۔ پریم چند کو اپنی مرضی کے خلاف کتابوں کے محکمے میں منتقل کر دیا گیا جہاں انہیں درسی کتابوں کی کمیٹی کی منظوری کے لیے کتابیں لکھنی پڑتیں پریم چند عیاروں اور شاطروں کی ریشہ دوانیوں میں زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ عہدیدار اُن سے ایسی کتابیں لکھواتے جن کی منظوری یا قبولیت میں انہیں خود شبہ تھا۔ دوسری طرف وہ ایسے لوگوں سے کتابیں لکھواتے جو نصابی کتابوں کی کمیٹی کے ممبروں کے احباب تھے تاکہ وہ فوراً منظور ہو جائیں۔ نول کشور پریس میں اب پریم چند کھپ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے پرانے دوست دیا نرائن نگم سے کہا کہ وہ اس معاملے کو کلکٹر کے علم میں لائیں جو کورٹ آف وارڈس کے صدر تھے۔ اس کا بھی کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا۔ بالآخر پریم چند کو نول کشور پریس چھوڑنا پڑا۔ لیکن چونکہ ان کے بچے ابھی لکھنؤ ہی میں پڑھ رہے تھے اس لیے

انہیں کچھ ماہ تک وہیں رہنا پڑا۔ ۱۹۳۳ء میں وہ بنارس منتقل ہو گئے۔ جہاں بنیا پارک میں انہوں نے ایک مکان کرائے پر لے لیا۔

ہنس اور سرسوتی اب بھی گھاٹے میں چل رہے تھے۔ پریس اب بھی خسارے میں چل رہا تھا۔ پریس کو کام دینے کی غرض سے پریم چند ایک ہفتہ وار اخبار جاری کرنا چاہتے تھے۔ ٹھیک اسی وقت ایک پندرہ روزہ 'جاگرن' ان کے سامنے آیا۔ اسے ونود شنکر دیاس نے جاری کیا تھا اور اسی وقت تک اس کے تقریباً ایک درجن شمارے نکلے تھے۔ جاگرن بند ہونے والا تھا۔ ونود شنکر دیاس نے اسے پریم چند کے حوالے کرنے کی پیش کش کی۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ مزید مصیبت اپنے سر مول لے رہے ہیں، پریم چند نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اسے ہفتہ وار بنا دیا۔ اس طرح جبکہ پہلا اخبار خسارے میں چل رہا تھا اب انہیں دو اخباروں کے نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ جب کاغذ اور ملازمین کی اُجرت کا بل بڑھ گیا تو پریم چند سے کچھ نہ بن پڑا۔ سوچا پریس اور ہنس کو انڈین پریس الہ آباد کے حوالے کر کے پریس میں کچھ حصے لے لیں اور جاگرن کو بند کر دیں۔ اسکیمیں تو بہت سی بنیں مگر کارگر کوئی بھی نہ ہوئی۔ ایک اسکیم کے تحت جینندر کمار بنارس آ کر ہنس کو نکالنے والے تھے۔ مگر ہنس میں منافع کہاں؟

اس وقت پریم چند کی کرم بھومی چھپ چکی تھی۔ اگلا ناول گئودان لکھنا شروع کیا جا چکا تھا۔ کرم بھومی کا اردو ترجمہ 'میدان عمل' مکتبہ جامعہ دہلی شائع کرنے والا تھا۔ افسانوں کا ایک مجموعہ واردات بھی زیرِ طبع تھا 'زادِ راہ' اور 'دودھ کی قیمت' دوسرے ناشر نکال رہے تھے۔

بمبئی کی ایک فلم کمپنی نے ان کے 'سیوا سدن' کو فلمانے کی پیشکش کی۔

پریم چند نے ساڑھے سات سو روپے لے کر حقوق دے دیئے ۔ یہ رقم آناً فاناً ختم ہو گئی ۔ ہاتھ بہت تنگ تھا ۔ کاغذ والوں کے تقاضے، پریس کے ملازمین کی تنخواہ ۔ اُدھر مکان کا کرایہ نہ ادا کرنے پر قرقی ۔ ایک عجب واقعہ پیش آیا ۔ بمبئی کی ایک دوسری فلم کمپنی نے پیش کش کی کہ پریم چند آٹھ ہزار روپیہ سالانہ پر اجنتا سائن ٹون کمپنی میں شامل ہو جائیں ۔ اچھی پیش کش تھی ۔ ہنس اور جاگرن دو سفید ہاتھیوں کو پالنے کا یہی ایک واحد ذریعہ تھا ۔ بیوی اور دوستوں کی صلاح سے یہ پیش کش منظور کی ۔ اگر منظور نہ کرتے تو صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ اپنے ناول کو بازار میں بیچتے اور رسالوں کو بند کرتے ۔ پریم چند نے سوچا ایسا کرنے سے اُن کی سبکی ہو گی اور ان کے مخالفین ان کے اعترافِ ناکامی پر شادیانے بجائیں گے ۔ یہ انہیں منظور نہ تھا ۔ اپنی لاج قائم رکھنے اور اپنے دونوں رسالوں کو جاری رکھنے کی غرض سے وہ بمبئی چلے گئے ۔ جہاں انھوں نے فلموں کے مناظر نامے لکھے ۔ ان کے بمبئی جانے سے جاگرن کے بند ہونے میں مدد ملی ۔ پریس میں اسٹرائیک ہوئی ۔ پریم چند نے کہا کہ اگر سوشلسٹ رسالہ جاگرن کے لیے مزدوروں کے دل میں جگہ نہیں ہے تو وہ خود کیوں اسے چلائیں ۔

فلم نگاری کا کام اتنا عمدہ نہ تھا جتنا اُن کا خیال تھا ۔ فلمی آقا ہندی نہیں جانتے تھے اس لیے پریم چند کو اپنے لکھے ہوئے مناظر ناموں کا ترجمہ انگریزی میں کرنا پڑتا تاکہ فلمی آقا اس کا مطلب سمجھیں ۔ فلم پروڈیوسر اُن کے اس نظریہ کے بالکل خلاف تھے کہ فلم کو غریبوں کی حالت بہتر بنانے کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جائے ۔ پروڈیوسر تو صرف یہ چاہتے تھے کہ فلمیں خوب چلیں اور اُن کی آمدنی میں اضافہ ہو ۔ پریم چند نے فلموں میں بے ہودگی کو رواج دینے کے خلاف بغاوت کی ۔ ایک دوست کو لکھا

کہ اس میدان میں ناول نگاری کے بادشاہ کا مقابلہ فلموں کے بادشاہ سے تھا۔ پریم چند دشمن کی سرزمین پر تھے اور ان کی کامیابی کا کوئی امکان نہ تھا آٹھ مہینے کے بعد فلمی دنیا کو خیرباد کہنے کا وقت آ گیا۔ یہ اُن کے لکھے ہوئے مناظر ناموں پر مبنی فلموں مثلاً مل مزدور کی ناکامی (اور اس میں بار ہا ردوبدل کے بعد) سے اور بھی زیادہ آسانی ہو گئی۔ کمپنی کی حالت دگرگوں ہو چکی تھی۔ اداکار جواب دیتے چلے جا رہے تھے۔ یہ موقع مناسب تھا۔ پریم چند بنارس واپس آ گئے۔ گئودان مکمل کیا اور اس کی اشاعت کی۔

بمبئی سے پریم چند مختلف زبانوں کے مصنفوں کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کے ضمن میں نئے خیالات لائے۔ ان کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا تھا کہ ملک کی مختلف زبانوں کے مصنفوں کو ایک دوسرے کے قریب آنا چاہیے اور ملک کے مصنفوں کا ایک ادارہ ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ان کی بات چیت کنہیا لال منشی سے بھی ہوئی تھی۔ جب بھارتیہ ساہتیہ پریشد وجود میں آیا۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ پریشد کا ایک ترجمان جاری کیا جانا چاہیے تو پریم چند نے اپنا رسالہ ہنس پیش کیا۔ پیش کش منظور کی گئی اور ہنس کو پریشد نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ کے۔ ایم۔ منشی اور پریم چند مشترکہ ایڈیٹر مقرر ہوئے رسالے کی اشاعت سرسوتی پریس بنارس سے ہوتی۔ اس رسالہ میں اب ملک کی تمام زبانوں کے عمدہ افسانے اور ادبی مضامین ہندی میں شائع ہونے لگے۔ چند ماہ کے بعد اختلاف پیدا ہو گئے جن میں دوسری باتوں کے علاوہ ہندی کے مقابلے میں اردو اور ہندوستانی کا سوال بھی شامل تھا یہ اختلافات ناخوشگوار تھے۔ مختلف وجوہ کی بنا پر ساہتیہ پریشد بے جان

ادارہ بن کر رہ گیا تھا۔ پریم چند ہندوستانی کے حامی تھے اور یہ چیز ان کے لیے پریشانی کا سبب بنتی رہی۔ پریشد نے محسوس کیا کہ بنارس میں چھپائی بہت مہنگی پڑتی ہے اور بہتر یہ ہے کہ رسالہ کو دہلی میں سستا ساہتیہ منڈل کے حوالے کر دیا جائے اور اس کی صدارت کے فرائض واردھا سے انجام دیے جائیں اس تجویز سے پریم چند بہت ناخوش ہوئے۔ انہوں نے ہنس کو واپس لینے کی کوشش کی۔ پریشد نے اس کے نقصان کی تلافی چاہی صورتِ حال بہت ناخوشگوار ہو گئی۔ پریم چند نے مہاتما گاندھی سے مداخلت کی درخواست کی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گاندھی جی نے کہا کہ اگر پریم چند ہنس کو واپس لینا چاہتے ہیں تو ہنس انہیں واپس دے دیا جائے۔ پریم چند بیمار پڑ گئے اور واردھا میں پریشد کے جلسے میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ ہنس کو واپس کرنے یا دلّی میں منتقل کرنے سے پہلے ایک اور واقعہ پیش آیا۔ یہ تھا سیٹھ گووند داس کے ایک باغیانہ ڈرامے کی ہنس میں اشاعت اس پر ہنس سے ایک ہزار روپے کی ضمانت طلب کر لی گئی۔ پریشد کو ایک راستہ نظر آیا۔ اس نے رسالے کو بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور ہنس کو بند کرنے کا اعلان پریم چند کے نام سے کیا گیا۔ اس پر پریم چند بہت بگڑے بیماری نے پریشان کر رکھا تھا۔ بنارس سے لکھنؤ گئے۔ تاکہ وہاں علاج کرایا جائے۔ مگر کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ صحت بگڑتی گئی۔ ہنس کے مستقبل کے متعلق ان کی ذہنی کوفت بھی بڑھتی گئی۔ بالآخر انہوں نے بیوی سے ضمانت جمع کرنے کو کہا۔ ضمانت داخل کر دی گئی۔ مگر پریم چند کی صحت گرتی ہی گئی۔ دیا نرائن نگم کو کانپور سے بلایا گیا۔ وہ آئے مگر پریم چند کی شمعِ حیات گل ہو رہی تھی۔ نگم نے ڈھارس بندھائی۔ بسترِ مرگ پر بھی پریم چند

کو اپنے بیوی بچوں اور ہنس کا فکر تھا۔ از سرِ نو اجراء کے بعد ابھی ہنس کا پہلا شمارہ شائع بھی نہیں ہوا تھا کہ ۸ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو پریم چند اُس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اور اس مایہ ناز انشا پرداز، ایک درجن ناولوں اور تقریباً ۲۹۰ افسانوں کے مصنف افسانہ نگار کی زندگی خود ایک افسانہ بن کر رہ گئی۔

کلکتہ ۵ر اکتوبر ۱۹۶۷ء　　　　　　　　　　مدن گوپال

بنام دیا نرائن نگم

پرتاپ گڈھ ۳۰ رجنوری ۱۹۰۵ء

جناب مکرم بندہ تسلیم۔ عنایت نامہ پہنچا۔ مشکور ہوں۔ میں نے یہاں ہرچند تلاش کیا۔ تنقید ناول کرشن کمور کا کوئی صفحہ نہیں ملتا۔ میرا جہاں تک خیال ہے صفحہ کوئی گم نہیں ہوا۔ صفحوں پر نمبر لکھنے میں میں نے غلطی کی ہے۔ اگر لیٹر پیڈ کے تین تختے پورے پورے موجود ہوں۔ تو تنقید کو مکمل سمجھ لیجیے۔ میں نے غالباً یوں نمبر دیے ہیں۔ ۱۔ ۳۔ ۵۔ ۷۔ ۹۔ ۱۱ دیگر التماس یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو جنوری ورنہ فروری کے نمبر میں ضرور اس مضمون کی اشاعت ہو جائے۔ میں بڑے اشتیاق سے منتظر ہوں کہ آپ نے میرا ناول ابھی تک پڑھا یا نہیں۔ جواب سے سرفراز فرمائیے۔ زیادہ نیاز۔

خاکسار۔ دھنپت رائے۔ اسکول ماسٹر پرتاپگڈھ

بنام دیانرائن نگم

مئی ۱۹۰۶ء

برادرم۔ اپنی بیتی کس سے کہوں۔ ضبط کیے کیے کو وقت ہو رہی ہے جوں توں کر کے ایک عشرہ کاٹا تھا کہ خانگی تردداث کا تانتا بندھا۔ عورتوں نے ایک دوسرے کو جلی کٹی سنائی۔ ہماری مخدومہ نے جل بھن کر گلے میں پھانسی لگائی۔ ماں نے آدھی رات کو بھانپا۔ دوڑیں۔ اس کو رہا کیا۔ صبح ہوئی۔ میں نے خبر پائی۔ جھلّایا۔ بگڑا۔ لعنت ملامت کی۔ بیوی صاحبہ نے اب ضد پکڑی۔ کہ یہاں نہ رہوں گی۔ میکے جاؤں گی۔ میرے پاس روپیہ نہ تھا۔ ناچار کھیت کا منافع وصول کیا۔ ان کی رخصتی کی طیاری کی۔ وہ رو دھو کر چلی گئیں۔ میں نے پہنچانا بھی پسند نہ کیا۔ آج ان کو گئے آٹھ روز ہوئے۔ نہ خط ہے نہ پتر۔ میں ان سے پہلے ہی خوش نہ تھا اب تو صورت سے بیزار ہوں۔ غالباً اب کی جدائی دائمی ثابت ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ میں بلا بیوی کے رہوں گا۔ بلی بھنتے مرغا لنڈورہ ہی رہیگا ادھر ننہال سے والدہ کی طرف سے ضد ہے کہ بیاہ رچے اور ضرور رچے جب کہتا ہوں میں مفلس ہوں۔ کنگال ہوں۔ کھانے کو میسّر نہیں تو والدہ صاحبہ کہتی ہیں تم اپنی رضامندی ظاہر کرو۔ تم سے ایک کوڑی نہ مانگی جائے گی۔ سنتا ہوں بیوی حسین ہے۔ باشعور ہے۔ جیب سے خرچے بغیر ملی جاتی ہے پھر طبیعت کیوں نہ بھر بھرائے۔ اور گدگدی کیوں نہ پیدا ہو۔ ایشور جانتا ہے۔ دو تین دن اس کا خواب بھی دیکھ چکا ہوں بہرحال اب کی تو گلا چھڑا ہی لوں گا۔ آئندہ کی بات نارائن کے ہاتھ ہے۔

جیسی آپ کی صلاح ہوگی۔ ویسا کروں گا۔ اس بارہ میں بھی پھر مشورہ
کرنے کی ضرورت باقی ہے۔

روپے آپ نے روانہ کیے، پہنچے۔ خط سے روح کو مسرّت حاصل
ہوئی۔ تین بار سے کم نہ پڑھا ہوگا۔ کتابیں اور اخبار پہنچے۔ اردوئے معلیٰ
حسب معمول سست ہے۔ زمانہ کی چھپائی اب کی دو ایک مضمون کی نہ
تھی۔ لکھنؤ اور کانپور کی کتابت میں صاف فرق نظر آتا ہے۔ چھپائی کی
صفائی، لکھائی کے عیب کو نہیں مٹا سکتی۔ مگر وقت سے پرچہ نکلے تو یہ
سب فروگزاشتیں قابلِ معافی ہیں۔ اگر دیر ہی میں نکلنا ہے تو اپنی خوبیوں
میں کیوں بٹہ لگائے۔ جون کا پرچہ نکلتے ہی دس جلدیں معہ چار یا پانچ اپریل
کی کاپی کے روانہ کیجیے۔ اس کے پہنچتے ہی ایں جانب روانہ ہوں گے۔ فہرست
آپ کے پاس پہنچی ہوگی۔ شاید اطمینان کے قابل بھی ہو۔ جی تو چاہتا تھا
کہ پچاس خریداروں کے نام یکبارگی لکھتا۔ مگر فی الحال سولہ ہی پر قناعت
کی۔ انکے نام پرچے بھیج دیجیے۔ دھوتی کرتہ اپنے توشہ خانہ میں رہنے دیجیے
یہاں بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ میرا کام چل رہا ہے۔ سفر غازی پور، اعظم گڑھ
بلیا۔ گورکھپور اور بنارس کا کروں گا۔ بنارس میں ہی پندرہ بیس خریدار
ہو جاویں گے۔ ذرا طبیعت ٹھکانے ہو جائے۔ تو کام شروع کردوں گرمی
کی کچھ کیفیت نہ پوچھیے۔ کہلانے کو تو صاحبِ مکان ہوں اور خدا کے فضل
سے مکان بھی سارے گاؤں کا محسود ہے۔ مگر رہنے کے قابل ایک کمرہ بھی
نہیں۔ کوٹھے پر آگ برستی ہے۔ بیٹھا اور پسینہ چوٹی سے ایڑی کو چلا
نیچے کے کمرے سب گندے۔ پریشان۔ کسی میں بیل بندھتا ہے۔ کسی میں اُپلے
جمع ہیں۔ کہیں اناج کا ڈھیر ہے۔ کسی میں جانت، چکی، اوکھلی، موسلی وغیرہ

جلوس فرما ہیں۔ کوئی بیٹھے کہاں۔ سوئے کہاں۔ مجبوراً اناج کے گھر میں
ایک چارپائی کی جگہ نکال لی ہے۔ اُس پر دن رات پڑا رہتا ہوں۔
اکیلے گھومنے کہاں جاؤں۔ بچے تین چار دن کے لیے آئے تھے۔ ہماری
مخدومہ کو پہنچانے کے لیے بستی گئے۔ وہاں سے اپنی والدہ کے پاس چلے جاوینگے
اس گرمی میں کیا پڑھنا کیا لکھنا۔ صبح کے وقت گھنٹہ آدھ گھنٹہ ورق
گردانی کر لیتا ہوں۔ باقی رات دن میں ہوں اور چارپائی۔ سُلکڑا پڑا ہوں
مگر نیند کبھی کچھ میرے گھر کی لونڈی نہیں۔ اُس پر تردّد الگ۔ کہاں ہنسی مذاق
میں دن کٹتا تھا۔ کہاں چپ کی مٹھائی یا گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھنا پڑتا ہے
عجب ضیق میں جان مبتلا ہے۔ بھائی جلدی سے چھٹی سکے اور پھر یاد دن
کے جلسے اور چہچہے ہوں۔ کوئی بیس دن سے زیادہ گزر رہے۔ مگر قسم لے لو
جو زبان سے پیارا لفظ بھوق ایک بار بھی نکلا ہو۔

اودھ پنچ میں چھوڑنے والے اور ہوں گے۔ یہاں تو جب ایک بار بانہہ
پکڑی تو زندگی پار لگا دی۔ نوبت رائے نہ آئیں۔ کیا جہاں مرغا نہ ہوگا
وہاں صبح نہ ہوگی۔ ایڈیٹوریل میں کر لوں گا۔ خط و کتابت جو معاملہ کی ہے
وہ میں کر لوں گا۔ خاص ایڈیٹر کی توجہ کے قابل جو خطوط ہوں گے وہ خدمت
شریف میں پیش ہوں گے۔ اور کام کرنے کا بندوبست ہونا ضروری ہے۔
لیبل چھپا لیں گے۔ آنے کا وقت آئے گا تو مشورہ ہو رہے گا۔ جان کاڑھے
میں نہ ڈالو۔ ہمت مرداں مددِ خدا۔ ہمتِ ایڈیٹراں مددِ دوستاں۔ ہاں یہ
اعلان کرنا ضروری ہوگا کہ نواب رائے اسٹاف میں داخل ہو گئے۔ بس بابو رام
نرائن کی لڑکی کا کیا حشر ہوا۔ میں اُس کو حالتِ بیم و رجا میں چھوڑ آیا تھا
کیا ہے یا غائب ہو گیا۔ بابو رام سرن سے سلام اور پیار کہیے گا۔ یاد گزٹ

نکلے تو جھٹ پٹ اطلاع دینا۔ زیادہ حدِ ادب۔

دھنپت رائے

بنام منشی درگا سہائے سرور

۱۷؍ نومبر ۱۹۰۷ء۔ نیا چوک کانپور

جناب مخدومی و مکرمی!

تسلیم۔ مزاجِ اقدس

مجھے تو آپ شاید بھول گئے۔ اب یاد دہانی کرتا ہوں ماہ جنوری ۱۹۰۸ء سے الہ آباد کے انڈین پریس نے ایک اعلیٰ درجہ کا اُردو رسالہ شائع کرنے کی نیت کی ہے اور اُس کی ایڈیٹری کی خدمت مَیں نے آپ لوگوں کی اعانت کے بھروسے اپنے اُوپر لی ہے۔ پہلا نمبر ۱۵؍ جنوری کو نکل جائے گا۔ رسالہ با تصویر ہوگا۔ بلکہ تصاویر اور عمدہ لکھائی چھپائی اور کاغذ کا خصوصیت سے لحاظ رکھا جائے گا۔ آپ جانتے ہیں انڈین پریس کیسا مالدار ہے۔ وہ جس قدر چاہے صرف کر سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے نمبر میں نظم خاص طور پر زوردار ہوں اور ایسی نظموں کے لیے آپ کے سوائے اور کس سے التجا کروں۔ معاوضہ جو کچھ مناسب ہوگا۔ یا جو کچھ آپ فرمائیں گے نقد حاضرِ خدمت ہوگا اور رسالوں کے مقابلے میں آپ اسے زیادہ گراں بھی پائیں گے۔ یہ التماس کرنے کی ضرورت نہیں کہ پہلی نظم آپ ہی کی ہوگی یہ رسالہ پولیٹیکل ہوگا۔

جواب کا منتظر آپ کا نیاز مند

دھنپت رائے ماسٹر گورنمنٹ اسکول کانپور

بنام دیا نرائن نگم

گل پہاڑ۔ ۱۳ر مئی ۱۹۱۰ء

بھائی جان۔ تسلیم۔ کئی دن ہوئے آپ کا خط آیا۔ جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔ میرے قصے اب کہیں نہیں جائیں گے۔ معاوضہ کا ذکر مجھے خود مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ چھوٹے قصوں کے گڑھنے میں دماغی الجھن بہت زیادہ ہوتی ہے اور تاوقتیکہ طبیعت کو یہ جھجک نہ ہو کہ اس سے کچھ مبلغ وصول ہوں گے۔ وہ اس کام کی طرف رجوع نہیں ہوتی۔ حق مانیے۔ یہی بات ہے۔ نواب رائے تو غالباً کچھ دنوں کے لیے اس جہاں سے گئے۔ دوبارہ یاد دہانی ہوئی ہے کہ تم نے معاہدہ میں گو اخباری مضامین نہیں لکھے، مگر اس کا منشا ہر قسم کی تحریر سے تھا۔ گویا میں کوئی مضمون خواہ کسی مضمون پر، ہاتھی دانت پر ہی کیوں نہ لکھوں۔ مجھے پہلے وہ جناب فیضیاب کلکٹر صاحب بہادر کی خدمت میں پیش کرنا پڑے گا۔ اور مجھے چھوٹے چھ ماہ سے لکھنا نہیں۔ یہ تو میرا روز کا دھندہ ٹھہرا۔ ہر ماہ ایک مضمون صاحب والا کی خدمت میں پہنچیگا تو وہ سمجھیں گے۔ میں اپنے فرائض سرکاری میں خیانت کرتا ہوں۔ اور کام میرے سر تھوپا جائے گا۔ اس لیے کچھ دنوں کے لیے نواب رائے مرحوم ہوئے۔ ان کے جانشین کوئی اور صاحب ہوں گے آپ میرا مضمون کتابت کرانے کے بعد منشی چراغ علی کو دے دیا کریں گے۔ معاوضہ کی نسبت جو آپ نے فرمایا۔ وہ مجھے منظور ہے۔ اگر مضمون اتنا بڑا ہو۔ کہ ایک نمبر میں نکل جائے تو خیر اور ایک سے زیادہ نمبروں میں نکلے، دو یا تین میں تو اس کا المضاف۔ یہ میں اب پھر کہتا ہوں۔ اور پہلے بھی کہہ چکا تھا۔ مگر

کسی وجہ سے وہ ریمارک آپ نے نظرانداز کردیا۔ کہ یہ مبلغات میں اپنے تصرف میں نہیں لاؤں گا۔ یہ ایک مرحوم دوست کے پس ماندگان کے نظر ہوں گے۔ اِس لیے آپ کو بھول کر مجھ پر کمینہ پن۔ خودغرضی اور طمع کا الزام نہ عائد کرنا چاہیے۔ آپ کے اس خط کے اکھڑے ڈھنگ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ مگر کہتے نہیں۔ یہ سب مضامین جن کا آغاز کُنڈ[1] سے ہوا ہے۔ اور ایشور نے چاہا تو شاید کچھ دلوں تک یہ سلسلہ جاری رہے۔ جلد یا بدیر قصہ کی شکل میں نکلیں گے۔ تو چوتھائی نفع میرا۔ اور میں نکالوں گا تو چوتھائی نفع آپ کا۔ گویا میرا اور آپ کا ان پر برابر کا اختیار رہے گا۔ میرا ناتا ان سے زمانہ میں نکل چکنے کے بعد بھی لگا رہے گا۔

کتابوں کی فہرست بھیجی تھی۔ ان کی قیمت منیجر صاحب نے نہ لکھی۔ سوامی رام تیرتھ کے بیسے میں کیا فکر کروں اگر آپ اسے ٹیکسٹ بک کمیٹی میں بھیجکر انعام کی مد میں منظور کرالیں تو البتہ سو پچاس جلدیں نکلوا سکتا ہوں آپ اب کبھی کبھی الہ آباد کی سیر کرتے نظر آیا کریں۔ اور انعامی کتابیں شائع کرنے کی فکر کریں۔ میں اس کام میں آپ کی قلمی معاونت کرنے کو آمادہ ہوں۔ کتابوں کی لکھائی وغیرہ اچھی ہو۔ اور منظور ہو جائیں تو کچھ فائدہ کی صورت نکل سکتی ہے۔

اور کہیے کیا خبریں ہیں۔ بندہ تو کرۂ آتشین میں پڑا بھُن رہا ہے امسال خس کی ٹٹی بنوائی کہ نہیں؟ واہ کیا ٹھنڈی ہوا ہے۔ اور کیا فرحت بخش۔

---

[1] افسانہ "گناہ کا اگن کُنڈ" کی طرف اشارہ ہے۔

یاد سے رُوح پھڑک گئی۔ وائے بر حالِ آں کہ اس ٹٹی کی بہار دے رہے ہوں گے۔

میں نے مخزن مانگا تھا۔ وہ آپ نے نہ بھیجا۔ کوئی ناول گدڑی بازار سے لیا ہو تو وہ بھی بیرنگ بھیجیے۔ الہ آباد کی لائبریری کی نسبت دریافت کیا تھا۔ مگر وہ آڈٹ اسٹیشن میں کتابیں نہیں بھیجتے۔ اب کی الہ آباد جاؤں گا تو اپنے خسر زادہ کو اپنا قائم مقام بنا آؤں گا۔ وہ اپنے نام سے کتابیں لیکر میرے پاس بھیجدیا کریں گے۔ جون میں الہ آباد بنارس وغیرہ کی گرم ہوا کھاؤں گا۔

نظرؔ نے ناول والا مضمون واپس مانگا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ میں نے محض ترمیم کے لیے بھیجا تھا۔ اگر آپ اسے آسانی سے علیحدہ کر سکیں۔ یعنی ردّی کے ٹوکرے میں پڑا ہوا ہو تو بھیج دیجیے۔ انہیں کے سر پٹک دوں۔ اب کی تو شاید حضرت سرور ایڈورڈ ہفتم کا نوحہ کہہ رہے ہوں گے۔

ہندی پرچہ کا کیا حشر ہوا۔ یعنی اس کی تجویز کھٹائی میں پڑ گئی یا باقی ہے۔ نکلنے والا ہو تو ہندی لکھنے کی عادت ڈالوں۔

مسٹر رام سرن کی خدمت میں میرا اسلام کہیے گا۔

اب کی سرسوتی نے نارد وغیرہ پر تین تصویریں اچھی نکالیں۔ اور سورداس پر مضمون اچھا ہے۔ آپ بھی ہندی لٹریچر پر مضامین لکھانے کا ڈھنگ نکالیے۔ سورج نرائن مہر شاید لکھیں۔ اور نزدیک و دُور کی جو خبر ہو پاس پڑوس کی۔ اس سے اطلاع دیجیے۔

نظرؔ صاحب نے اپنے رسالہ کو بالکل اصلاحی ڈھنگ پر چلانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

اور کیا لکھوں۔

خادم، دھنپت رائے۔

ناول والا مضمون ضرور بھیجیے۔ آج پھر تقاضا ہے۔ جب آپ کے یہاں اس کی فی الحال ضرورت نہیں ہے تو جانے دیجیے۔ روپے مل رہیں گے۔ جلد پہنچے گا۔

بنام دیا نرائن نگم

ستمبر ۱۹۱۰ء۔

برادرم آج ایک کارڈ لکھ چکا ہوں۔ اب مفصل خط لکھ رہا ہوں اب کی میں نے "کرامات کا نتیجہ" ایک قصہ لکھنا شروع کیا ہے۔ بارہ تیرہ صفحے ہو چکے ہیں۔ شاید پانچ چھ صفحے اور چلیں۔ جلد ہی ختم کر کے بھیجوں گا۔ پریم چند اچھا نام ہے۔ مجھے بھی پسند ہے۔ افسوس صرف یہ ہے کہ پانچ چھ سالوں میں نواب رائے کو فروغ دینے کی جو کچھ محنت کی گئی، وہ اکارت ہو گئی۔ یہ حضرت قسمت کے ہمیشہ لنڈورے رہے اور شاید رہیں گے۔ یہ قصہ میرے خیال میں کئی مہینے سے تھا۔ میں نے اپنے خیال میں ربندر ناتھ[1] کے طرز کی کامیابی کے ساتھ پیروی کی ہے مگر بری نقل نہیں ہے۔ پلاٹ بالکل اوریجنل ہے۔ میں نے تو کئی قلم توڑ دیے اور دس پانچ ورق بھی کالے کر ڈالے معلوم نہیں آپ کو بھی پسند آتا ہے یا نہیں۔ یہ قصہ ملا کر میرے پانچ قصوں کا

---

[1] رابندر ناتھ ٹیگور

مجموعہ نکالنے کا کافی مسالہ ہو جائے گا۔ اگن کُنڈ۔ سیر۔ سار ندھا۔ بے غرض محسن (جو ادیب میں نکلے گا) اور وکرما دت کا تیغہ۔ اگر آپ اس مجموعے کو نکالیں گے تو میں اِس میں کاغذ اور لکھائی کے متعلق جس قدر صرفہ آپ تجویز کریں گے، دوں گا۔ اور اگر آپ خود نکالیں تو اور بھی اچھا، جیسا مناسب سمجھیں کریں۔ مگر ایسا ہو کہ نئے سال تک تیار ہو جائے۔ اس مجموعے کا نام "برگِ سبز" سوچا ہے۔ شاید آں جناب کو پسند آئے۔ شاید اس لیے کہ میں ناموں میں آپ کی پسند کا قائل ہوں۔

رام سرن کا خط مجھے اس وقت ملا، جب ڈراما لکھنے کے لیے ایک ہفتہ کی مہلت بھی نہ تھی۔ کجا میں اور کجا ڈرامہ۔ گانا بالکل نہیں جانتا۔ اگر کوئی گانا بلا دے تو میں اپنے وکرما دت کے تیغے کو ڈرامہ بنا سکتا ہوں۔

اب کچھ روپیہ پیدا کرنے کی بات چیت، اب کی ایجوکیشنل گزٹ الٰہ آباد نے منیکہ میں ساون کی یاد اور مرزا سلیمان قدر کے حالات 'زمانہ' سے نقل کیے ہیں۔ مگر حوالہ نہیں دیا۔ خیر وہ زمانہ کے قائل ضرور معلوم ہوتے ہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ کی طرف سے میں اس کے لیے کبھی کبھی مضامین لکھا کروں۔ میرے لیے کلکٹر کو ہر ایک مضمون دکھانے کی ایسی بڑی پخ لگی ہے کہ ایک مضمون مہینوں میں لوٹ کر آتا ہے اور چھوٹی مہینے چھپتا ہے۔ ریاست بھوپال اب جا کر چھپا ہے۔ مگر ایڈیٹر صاحب طویل مضمون نہیں لیتے۔ چار پانچ کالم سے زیادہ کے مضمون لیتے ہی نہیں۔ اگر آپ اس میں کوئی امر خلاف شان نہ سمجھیں تو میں کبھی کبھی ایک آدھ مضمون اردو اور ہندی میں لکھ کر آپ کے پاس بھیج دوں۔ اور آپ اسے اپنی جانب سے انسپکٹر صاحب نارمل اسکولز کے پاس بھیج دیں۔ یہی اس گزٹ کے ایڈیٹر ہیں۔

میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور نہ کوئی علمی بے ایمانی ہے۔ اس کا جواب ضرور دیجیے گا۔ پریم چند کا نام میں وہاں نہیں دینا چاہتا۔ نہیں معلوم یہ حضرت ہاتھ پر سنبھالنے پر کیا لکھیں پڑھیں۔ انہیں قصہ گو ہی رہنے دیجیے۔ بیٹھے بیٹھے پریم اور بیرس کے قصے لکھا کریں۔ دسمبر میں الہ آباد میں ضرور ملاقات ہو گی۔

نوبت رائے نے مجھ سے عـــہ (۲۵ روپے) طلب فرمائے۔ میں نے لکھا علمی دنیا میں اس طرح کی بات چیت مناسب نہیں۔ اس پر آپ نے مجھے وعدہ شکن کہا۔ اور دھمکی دی کہ میں اس کی تشہیر کر سکتا ہوں۔ دیکھا یہ سینہ زوری ہے۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ تب سے پھر لکھا پڑھی نہیں ہے۔ آج اپنے تین مضامین کا پل بھیجتا ہوں۔

نیا ناول شروع کر دیا ہے۔ مگر اس کے لیے راجستھان کے مطالعے کی ضرورت ہے۔

آپ کو خانگی تردّدات سے فرصت ملی یا نہیں۔ دو مہینے سے زمانہ میں رنگین تصویر اچھی نہیں نکلی۔ روی درما اب گر گئی ہیں۔ ر بندر ونا ٹھ سے بہ حیثیت ایک قدر دان فن تصویر کے کیوں خط و کتابت نہیں کرتے۔ میں آپ کی جگہ ہوتا تو تصویروں کا خاص انتظام کرنے کے لیے ایک بار کلکتہ جا کر پچیس تیس روپے کا صرفہ برداشت کر لیتا۔ سعدی کی تصویر ادیب کو کہاں سے مل گئی۔

اور تو کوئی خاص حال نہیں۔ بیگم صاحبہ میکہ کی ہوا کھا رہی ہیں۔ میں تیزی کے ساتھ بڈھا ہو رہا ہوں۔ شاید چالیس تک دلی کھنگر ہو جاؤں۔

مجھے زمانہ میں رفتار نہیں نظر آتا۔ یہ ٹچکلے جو آپ لکھتے ہیں رفتار نہیں کہلا سکتے۔ اب کے مہینہ سے میں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ چار صفحوں کا نوٹ ماہوار زمانہ کی نذر کیا کروں۔ اکتوبر نمبر میں انشاءاللہ ضرور ہوگا۔ سردرم گئے کہ زندہ ہیں۔

ستمبر کب تک آوے گا۔

نیازمند نواب

بنام دیانرائن نگم

اگست ۱۹۱۲ء

برادرم۔ زمانہ جولائی ملا۔ طبیعت خوش ہوئی۔ اب کی اچھا نمبر ہے میرے خیال میں دوہرے نمبر نکالنے کا اب موقع نہیں ہے۔ ایسی سرگرم رقابت کے ہوتے ہوئے میں یہ صلاح نہ دوں گا۔ ہاں میری دوستانہ صلاح یہ ہے کہ آپ ماڈرن ریویو کی جگہ ادیب کو لینے دیجیے۔ خود ہندوستان ریویو کی جگہ لیجیے۔ مضامین کی خوبی، لکھائی، چھپائی۔ پالیٹیکس وغیرہ کی طرف زیادہ زور دیجیے۔ اور تصاویر کی طرف بہت کم۔ اس لاگ ڈانٹ میں آپ زیر بار ہو جائیں گے۔ اپنی ہار مان لینے میں برائی نہیں ہے۔ آپ انڈین پریس کے وسائل کہاں سے لائیں گے۔ اب کی رنگین تصویر آپ کو پھر خراب ملی۔ اس سے تو بہتر ہوتا کہ برق کی تصویر پہلے ہوتی۔ بہرحال اب زمانہ کی خوبی مضامین پر ہونی چاہیے۔ تصاویر پر نہیں کبھی کبھی تصویریں بھی دیدی جائیں مگر اسی وقت جب صنعت کا کوئی

اچھا نمونہ ہاتھ آجائے۔ خواہ مخواہ تصویر دینے سے کوئی فائدہ نہیں میں اس کے سخت خلاف ہوں۔ تصاویر کی کفایت۔ کاغذ اور چھپائی کی اصلاح میں خرچ کیجیے۔ اور موجودہ مسائل پر مضامین لکھانے کی فکر کیجیے۔ باسو کے بل پر کوئی مضمون نہیں نکلا۔ گو کھلے کے بل نے کہاں تک ترقی کی۔ محمڈن یونیورسٹی کے کانسٹی ٹیوشن وغیرہ مسئلے پر کچھ ہونا چاہیے تھا مطلب یہ ہے کہ زمانہ UPTO DATE POLITICAL PAPER ہو۔ ذوق پر آدھا پرچہ بھرنا میں اچھا نہیں سمجھتا۔ ہمیں ذوق کا رونا رونے سے کیا ملا جاتا ہے۔ ذوق کے نام پر رونے والے بہت ہیں۔ یہ کام ادیب کو کرنے دیجیے اور آپ اس سے بہتر کام میں مصروف ہوجیے۔ حجم میں مستقل ہو۔ یہ نہیں کہ کبھی ۶۰ صفحے دیے کبھی ۸۰ کبھی ۱۰۰ بڑے سائز کے ۸۰ یا ۷۲ صفحے کافی ہیں۔

ہفتہ وار کا نوٹس آپ نے نکال ہی دیا۔ ذرا طبیعت تو اچھی ہونے دیتے۔ دیکھیے کیا کامیابی ہوتی ہے۔ آپ کا ہفتہ وار کامریڈ کے نمونے کا ہونا چاہیے۔ الیشور کا نام لے کر شروع کیجیے۔ مجھ سے جو مدد ہو سکے گی۔ کرتا رہوں گا۔ فی الحال میری طاقت مجھے اجازت نہیں دیتی کہ کچھ ایثار کرسکوں۔ یقین مانیے۔ آپ سے بصدق دل کہتا ہوں کہ جب سے یہاں آیا ہوں، صرف دو سو روپے میرے پاس جمع ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی ایک سو روپیہ ناول کا معاوضہ ہے اور ایک سو روپیہ میں کوئی تیس روپیہ انڈین پریس سے ملے شاید تیس یا ۳۵ آپ نے دیے۔ اور اسی قدر ایجوکیشنل گزٹ سے ملا۔ میری تنخواہ اور بھتہ میں کوڑی کی بچت نہیں ہوئی ہاں بچت کہیے تو۔ کمائی کہیے تو۔ بیوی جان کی برسوں کی ضد پر رفع شکایت

کے لیے ایک کرڑا بنوایا۔ جس کا صدمہ اب تک نہ بھولا۔ اس برتے پر میں کیا ابتدار کروں۔ سے (۶۰ روپیہ) تنخواہ ہے۔ للعہ (۴۰ روپیہ) کا اوسط ادر۔ اور خرچ میں بخل سے کام لیتا ہوں۔ تب بھی کبھی فراغت نصیب نہیں ہوتی۔ نہیں معلوم یہاں کانپور کے مقابلے میں کیا خرچ بڑھ گیا ہے وہاں للعہ (۴۰ روپیہ) میں گذر ہو جاتا تھا۔ یہاں اُس کے دگنے میں ودنا پڑا ہوا ہے۔ اور اب بڑھے ہوئے اخراجات کو توڑنا مجھ پر تو نہیں مگر دُوسروں پر ستم ہوگا۔ نام 'ہندو' بہت موزوں تھا۔ مگر شاید اس نام کا کوئی پرچہ پنجاب میں نکلنے لگا ہے۔ 'رفتار زمانہ' سے بہتر نام مجھے نہیں سوجھتا۔ آپ نے بھی تو یہی نام پسند کیا تھا۔ نام تو یہی رکھیے اب رہے مضامین۔ آپ تنہا ایک اسسٹنٹ کی مدد سے ہفتہ وار اخبار اسی حالت میں چلا سکیں گے۔ جب قلم کو زیادہ رواں بنائیں۔ میں ہفتہ وار ایک دو صفحے بلاناغہ آپ کی خدمت میں بھیج دیا کروں گا۔ کچھ نوٹ ہونگے بن پڑا تو کوئی اڈیٹوریل۔ کبھی کسی مضمون کا ترجمہ۔ کبھی کچھ۔ مگر اخبار کا نمونہ کامریڈ ہی ہو۔ پالیسی ہندو، اب میرا ہندوستانی قوم پر اعتقاد نہیں رہا۔ اور اس کی کوشش فضول ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ۴۰۰ کی فکر کروں گا۔ جہاں ۴۰۰ کی فکر کیجیے۔ وہاں ۳۶۰ کی فکر کرنی کیا مشکل ہے۔ اگر آپ مجھے سے (۶۰ روپے) کا سمجھوتہ کر دیں گے۔ تو میں اس پر کام کروں گا۔

۶ ماہ اخبار کی حالت دیکھ کر بعد کو فیصلہ کرسکوں گا۔ کہ میرے لیے کون سا راستہ زیادہ سیدھا ہے۔ یہاں سے رخصت لے کر چلا آؤں گا اور جس قدر محنت اور کوشش درکار ہوگی۔ اس میں دریغ نہ کرونگا

کیا عجب ہے میں اخبار کو چلا سکوں۔ اگر چھ ماہ کے بعد اخبار کچھ دے نکلا تو میں بھی ہاتھ پیر پھیلاؤں گا ورنہ اپنا سا منہ لے کر پھر اپنے پرانے ڈھر پر چلوں گا۔ مگر ۲۰ سے کم پر میرا گذر نہیں ہو سکتا۔ یہ صاف گوئی آپ کو اپنا دوست، ہمدرد، اور بھائی سمجھ کر کرتا ہوں۔ میں کام سے جی نہیں چراتا، نہ اس قدر مطالبہ چاہتا ہوں۔ گویا میں کہیں کا بڑا منشی وقار ہوں۔ نہیں صرف گزارہ چاہتا ہوں اور گزارہ ۲۰ سے کم میں نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات۔ آپ نے زمانہ اب تک نج کے طور پر چلایا ہے۔ اس کا خرچ اور آپ کا جیب خاص دونوں ایک ہی مد میں شمار ہوتے رہے جس کے وجہ سے اکثر پریشانی ہوتی رہی۔ آپ نے اپنا ذاتی خرچ بہت بڑھا لیا ہے۔ صاف گوئی کے لیے معاف فرمایئے گا۔ رفتار زمانہ کا معاملہ نج کا معاملہ نہ ہوگا۔ اس کا حساب کتاب آمد خرچ سب کا مد آپ کے جیب خاص سے بالکل الگ ہوگا۔ انہیں اصولوں پر کام چل سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ پکا ہندو پرچہ جو اچھا کاغذ اچھی چھپائی دے اس کے لیے گنجائش کافی ہے۔ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ اردو پرچوں میں رفتار زمانہ ایک طاقت ہو جائے۔ اس کی رایوں کا دوسرے اخبار اقتباس کریں۔ اخراجات وغیرہ کی تفصیل جو آپ نے دی ہے وہ میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ بہر حال میں کام کرنے کے لیے تیار ہوں اوپر لکھی ہوئی شرطوں پر۔ اور اس حالت میں جب کہ مالی حالت مستقل ہو اور میں کرائے کا ٹٹو بنکر کام نہ کروں گا۔ بلکہ سچے جوش سے یا تو آپ ابھی میری خدمات طلب کریں۔ یا جب اخبار کی حالت کچھ معلوم ہو تب۔

اب آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ یہاں سب خیریت ہے۔ بارش بکثرت ہوئی۔

آپکا دھنپت

بنام دیا نرائن نگم

مہوبا ۳۰ راکتوبر ۱۹۱۲ء

برادرم خط ملا۔ مشکور ہوں۔ پہلے اودھ اخبار والا معاملہ۔ کیا جواب دوں۔ مالی پہلو یہ ہے کہ یہاں نٹ آمدنی ۸۰ سے کسی طرح زائد نہیں ہے۔ دورہ کا خرچ اور ملازموں کی تنخواہ اِس میں شامل نہیں ہے قریب قریب یہی حالت وہاں بھی ہوگی۔ اور مصارف بدستور۔ مگر کام میں بڑا فرق ہے۔ یہاں بہت آزادی ہے۔ باوجود غلامی کے چونکہ کوئی افسر سر پر سوار نہیں رہتا اور نہ کوئی جواب دہی ہے اس لیے آزادی سی معلوم ہوتی ہے۔ ۱۰ بجے سے ۵ بجے کی حاضری۔ دماغی کام 'روزانہ اخبار' جی کانپ جاتا ہے۔ ہمت نہیں پڑتی۔ یہاں لٹریری کام بمنزل تفریح ہے۔ وہاں یہ معاش ہو جائے گا۔ حالانکہ جھوٹک کی پڑھائی اور آئندہ زندگی کی رفتار کے خیال سے یہ موقع بُرا نہیں ہے۔ مگر کام کی کثرت ارادہ کو مستقل نہیں ہونے دیتی۔ بہر حال میں ابھی ڈبدھے میں ہوں۔ اگر موقع ملے تو آپ پروپرائٹر سے ذکر کیجیے گا۔ اس وقت تک شاید ارادہ کسی طرف جم جائے۔

قصہ لکھا ہوا تیار ہے۔ صرف نقل کرنا باقی ہے۔ کل تک غالباً

ہو جائے گا۔ آپ نے میری تنخواہ بڑھا دی۔ اس کا مشکور ہوں۔ کیونکہ یہ پرائیویٹ ٹیوشن ہے۔ اب مجھے آٹھ روپیہ ماہوار ملیں گے۔ میرے قصص کے مجموعے کا خیال رکھیے گا۔ اور جب آپ ادھر اخبار میں پہنچ جائیں۔ اس وقت اسے نکالنے کی فکر کرنا مناسب ہوگا۔ ممکن ہے آپ کا ادھر اخبار میں پہنچنا میرے لیے کوئی بہتری کی صورت پیدا کرے۔ کیا ضرورت ہے کہ میں اپنے خون جگر (یا انگلیوں سے نکلنے والے قطرۂ خون) کو کسی غیر جگہ پھینکوں۔ اگر اپنے گھر میں قدر ہو تو کیوں دوسرے کا دست نگر ہو۔ حالانکہ میں نے ہمدرد کو کوئی اچھا قصہ نہیں دیا۔ تاہم اگر ان کے لیے اور کوئی گنجائش ہوتی تو میں وہاں نہ دیتا۔ ہاں خسارہ نہ ہونا چاہیے۔ آپ کے پاس ایڈیٹر نے چاہا تو پرسوں قصہ پہنچے گا ادیب میں آج تیرتھ رام کا "آزمائش" دیکھا ہے۔ مجھے تو ترجمہ سا معلوم ہوتا ہے۔ ہے یہی بات نہ؟

اب رسالوں اور اخباروں کا ذکر؟ آپ مجھے ماڈرن ریویو، لیڈر اور ہندوستان نہ دیجیے۔ ماڈرن میں خود منگاؤں گا۔ ہمدرد اب عنقریب آنے ہی لگے گا۔ بس کوئی ایک اردو پرچہ مثلاً وکیل یا وطن مجھے اور ملنا چاہیے۔ ہندوستان میں آج سے منگاتا ہوں۔ اتنا کافی ہو جائے گا۔

مسلم گزٹ میں شبلی کا مضمون "مسلمانوں کی پولٹیکل کروٹ" قابل داد ہے۔ میں دسہرہ کی تعطیل میں یہیں رہا۔ کہیں نہ گیا۔ اب اچھا ہوں۔ اور تو کوئی حال تازہ نہیں ہے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

مہوبا۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء۔ مکرم بندہ۔ تسلیم۔ عتاب نامہ، جیسے آپ کا عنایت نامہ کہنا چاہیے وصول ہوا۔ کئی دن ہو گئے۔ سوچتا رہا کن لفظوں میں جواب دوں کیسے غصہ ٹھنڈا کروں کچھ عقل نے کام نہ کیا۔ نہ شعر و شاعری سے مس ہے کہ دو چار بڑھیا شعر چسپاں کر دوں۔ بالآخر دل نے یہی فیصلہ کیا کہ تم خطا وار ہو۔ مزاج یار میں جو کچھ آوے کہنے دو۔ اور زبان بند کیے سنتے جاؤ۔ یہ کہنا کہ میں بے خطا ہوں غالباً آپ کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ آپ کو غرور ہے کہ آپ کے چند عزیز بھی ملازم سرکار ہیں۔ اور آپ قواعد سے واقف ہیں مگر معاف کیجیے گا اگر میں عرض کروں کہ آپ نے اپنی عمر کا سب سے بیش بہا حصہ میری طرح سرکاری ملازمت میں صرف کیا ہوتا۔ تو آپ اتنی بے خوفی سے یہ الفاظ نہ لکھتے۔ میں نے رخصت لینے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ دو درخواستیں دیں۔ تار دیا۔ درخواستیں دونوں بعد از وقت دی گئیں۔ اور دونوں میرے پاس رکھی ہوئی ہیں۔ بیشک میں نے میڈیکل سرٹیفکیٹ دینے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن مجھے یہاں اس کے ملنے کی امید بھی نہ تھی۔ یہ الزام کہ درخواستیں کیوں بعد از وقت دی گئیں۔ میرے سر زیادہ سے زیادہ ۱۰ / رہے۔ کیونکہ میرے پہلے ہفتہ قیام کا نپور میں تو آپ نے روزانہ وغیرہ کا کوئی DIRECT تذکرہ نہیں کیا۔ ذکر کیا کب جب رخصت ختم ہونے کو آئی۔ اور فیصلہ اُس وقت ہوا۔ جب کل تین دن رہ گئے۔ ایسی حالت میں میرے جیسا ذرائع کا آدمی بجز اس کے اور کیا کر سکتا تھا کہ رخصت لینے کی کوشش بحدِ امکان

کرے۔ اور نہ مل سکے تو مجبوراً دولا چار ہاً اپنی نوکری پر واپس آجائے۔ آپ ہی فرمائیے۔ مجھے کیا غرض پڑی تھی، کیا دباؤ تھا، کہ میں پہلے کام شروع کراتا۔ اور تب بھاگ کھڑا ہوتا۔ آپ نے میرا گلا نہیں دبایا تھا۔ اور نہ دبا سکتے تھے۔ آپ نے مجھے کسی سیکریفائس کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ نہ میں نے کوئی سیکریفائس کی۔ میرا مالی فائدہ تھا۔ پھر ایسا کون سا امر تھا جو میری بے دلی کا باعث ہوتا۔ ہمیر پور میں میں ایسے وقت پہنچا۔ جب میری رخصت ختم ہونے میں صرف ۲۴ گھنٹہ کی دیر تھی۔ ۱۴ ستمبر کی شام کو تمام ہونے والی تھی۔ میں ۱۳ر کی شام کو چلا۔ اور اتوار کا دن۔ ڈپٹی انسپکٹر دورہ پر۔ غرض ہمیرپور میں ایسا کوئی شخص نہ تھا۔ جس سے میں کچھ صلاح مشورہ لے سکتا۔ کیونکہ ہمیرپور میں میرے جاننے والے گنتی کے آدمی بھی نہیں ہیں۔ یہاں بھاگا۔ اور چارج دینے میں تب بھی ایک دن کی دیر ہوگئی۔ جس کا جواب مجھ کو دینا پڑا۔ یہ ہے میرا بیان حلفی۔

اب دوسرے پہلو پر نظر کیجیے۔ آپ کو میرے بھاگ نکلنے پر ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جیسا اخبار آپ چاہتے ہیں وہ کم تنخواہ اور صرفہ میں نکل سکتا ہے۔ اور نکل رہا ہے۔ معلوم نہیں اس کی شان کیا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کی وہ حیثیت قائم ہے۔ ایک معمولی صحبت اور معمولی لیاقت کا آدمی ایسا اخبار نکال سکتا ہے۔ جس میں بہت سا اور کچھ نہ لکھنا پڑے۔ معلوم نہیں آپ نے روزانہ آزاد کا کیا انتظام کیا۔ نہ مجھے پوچھنے کا کوئی حق حاصل ہے۔ لیکن یقیناً حسب دلخواہ کوئی نہ کوئی انتظام ضرور ہو گیا ہوگا۔ اور ۱۸ر اکتوبر سے تو اس کی دلچسپی کے لیے کسی مزید مسالہ کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی۔ آپ اور اگر زیادہ نہیں

تو یہی خیال کر کے مجھے معاف کیجیے کہ روزانہ اخبار کی آرزو کو عملی صورت میں لانے والا یہی شخص ہے۔ گاڑی کا پہیہ پہلے مشکل سے ہلتا ہے۔ اور ایک بار چل نکلا تو چل نکلا۔

پریم پچیسی غالباً اب شب بلدا تک نہ چھپ سکے گی۔ کیونکہ روزانہ اخبار کی ضروریات کب پریس کو خاموش بیٹھنے دیں گی۔ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ میرے آزاد اور زمانہ کے مضامین کے متعلق کل ۷۲ روپیہ آنے ہیں ۵۶ پہلے تھے۔ ان دو تازہ قصوں کی اجرت شامل کر کے ۷۲ ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ پریم پچیسی ۴½ جزد چھپ چکی ہے۔ اور اس کے اخراجات مع کتابت کاغذ وغیرہ ۷۲ روپے ہوگئے ہیں۔ گویا ہمارا اور آپ کا حساب یہاں تک صاف ہے۔ اب اگر آپ پچیسی کو نکالنا پسند کریں اور آپ نصف نفع نقصان میں شریک ہوں تو ۴½ جزد اور چھپوائیے۔ تاکہ ۹ جزد کی ایک خاصی کتاب ہو جائے غالباً اس نو جزد میں ۱۲ کہانیاں آجائیں گی۔ اگر میری ترتیب کے مطابق ۱۲ قصے نہ آسکتے ہوں تو آپ ذرا سی ترمیم کر کے اس ۹ جزد میں ۱۲ قصے کھپا سکتے ہیں۔ یہ گویا پچیسی کا پہلا حصہ ہوگا۔ دوسرا حصہ حسب ضرورت اور مصلحت بعد کو شائع کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر آپ کا پریس اتنا وقت ہی نہ نکال سکے تو میں بدرجہ مجبوری یہ التماس کروں گا کہ یا تو میرے ۷۲ روپے مجھے عطا فرمائے جائیں یا پریم پچیسی کے ۴½ جزد چھپے ہوئے ریل کے ذریعہ سے میرے پاس بھیج دیے جاویں۔ غالباً ان درخواستوں میں میں غیر معقولیت سے کام نہیں لے رہا ہوں۔ میں کسی دوسرے پبلشر کو ڈھونڈوں گا۔ اور نہ مل سکا تو اس ۴½ جزد کو ایک ٹائیٹل پیج لگا کر

۴½ جزو کی کتاب بنالوں گا۔ صرف دیباچہ اور ٹائٹل کی ضرورت ہوگی اور یہ بھی نہ ہو سکا تو شہد اور گھی لگا کر ان اوراق پریشان کو چاٹونگا اور سمجھوں گا کہ زہر خود میخورم' یا میوۂ محنت خود میخورم۔ بہرحال آپ جو کچھ تصفیہ کریں۔ جلد کریں اور مجھے مطلع فرمائیں۔ سب سے سہل نسخہ بس چھپے ہوئے جزو کو بھیج دینا ہے۔ اس میں آپ کو صرف حکم دینے کی دیر ہے۔ دفتری نے گٹھا بنایا اور ریل پر رکھ آئے۔ آپکو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ میں اب صرف ۹ جزو کی کتاب نکالنا پسند کرتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ شریک ہوں اور جلد کتاب کو نکال سکیں۔ قیامت کے انتظار میں بیٹھنے سے تو یہی بہتر ہے کہ جو کچھ ثواب اس وقت ملتا ہے' مل جائے زیادہ کیا عرض کروں۔

نیازمند دھنپت

بنام دیانرائن نگم

مہوبا۔ مارچ ۱۹۱۴ء

بھائی جان تسلیم

ایک کارڈ بھیج چکا ہوں۔ آج یہ قصہ ارسال خدمت ہے آپ کے خط کو پڑھ کر نہایت افسوس ہوا۔ مجھے آپ سے کمال ہمدردی ہے، کاش مجھ سے کچھ مدد ہو سکتی۔ رانا جنگ بہادر کی سوانح عمری لکھی ہے کل پرسوں تک پوری ہو جائے گی۔ صاف نہ کروں گا۔ کیونکہ کئی دن کی دیر ہو جائے گی۔ فروری کے زمانے میں تصحیح کی بہت ضرورت ہے۔

میرے مضمون کے آج کل بہت چور ہو رہے ہیں۔ ممکن ہے آپ کو زیادہ نظر آتے ہوں۔ مجھے خوش نصیبی سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اسے گوری شنکر لال اختر نکال لیتے ہیں۔ حضرت نے میری عبارت کے پورے پورے پیراگراف نقل کر لیے ہیں۔ جنوری، فروری، مارچ، تینوں نمبروں میں یہی حال ہے۔ اوٹ پٹانگ قصہ لکھ کر ایسے سرقہ کے لباس سے سجانے کی کوشش کی ہے۔

فروری کے 'ذخیرہ' میں 'ظریف الطبع' ایک قصہ ہے۔ لکھنؤ کے ایک صاحب نے لکھا ہے۔ اسے پڑھیے اور میرا قصہ پڑھیے۔ صاف چربہ معلوم ہوگا۔ صرف جزئیات میں ردو بدل کر دیا گیا ہے، دماغ پر زور نہ ڈالا چاہیں اور مضمون نگار بننے کا خبط یا جنون سوار۔

چھوٹک کی شادی کے دو ایک جگہ تذکرے ہو رہے ہیں۔ شاید تعطیلات میں ہو جائے۔ گرمی سخت پڑ رہی ہے۔

پریم پچیسی کا اشتہار فروری کے زمانہ میں کبھی نہیں ہے۔ کیوں؟ کیا ضرورت سے زیادہ جلد ہی فروخت ہو گئیں۔

کہیے تو۔ اِن چوریوں پر ایک چھوٹا سا شگوفہ چھوڑ دوں۔ یہ حضرات جز بز ہوں گے۔ ہوا کریں۔ شاکر کا پتہ نہیں۔ معلوم نہیں اِس دُنیا میں ہیں یا اُس دُنیا میں۔

میں کانپور ۲۰۔۲۱ مئی تک شاید آ جاؤں اور ایک دو روز لطف صحبت اٹھاؤں گا۔ باقی سب خیریت ہے۔

آپ کا   دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

۱۰ نومبر ۱۹۲۴ء

بھائی جان۔ آپ کا ۵ نومبر کا لفافہ آج ۱۰ کو ملا۔ ایسی حالت میں کیا اخباری کام کروں، کیا نہ کروں۔ یہاں شاید بیس میل کے نواح میں صرف ایک ڈاکخانہ ہے۔ پنڈت وشوناتھ جی اخبار نکالنے والے ہیں اچھی خبر ہے۔ میں اپنی موجودہ حالت کے اعتبار سے روزانہ اخبار کے لائق کسی طرح نہیں ہوں۔ پھر اُردو اور ہندی دونوں کا بار مجھ سے کیونکر چلے گا اگر اخباری ہی کام کرنا ہوتا۔ تو 'آزاد' کیا بُرا تھا۔ اُسی کو نکالتا رہتا۔ میرے لیے تو اب یہی مناسب ہے کہ کسی پرائیویٹ اسکول کی ماسٹری کروں۔ جہاں سے ۵۰ ماہوار ملے۔ اسی کے ساتھ ساتھ 'زمانہ' اور 'آزاد' کی خدمت کروں۔ اس طرح مجھے ساٹھ ستر روپیہ ماہوار کا اوسط پڑتا جائے۔ اس سے زیادہ کی خواہش نہیں۔ اور نہ اس سے زیادہ پا سکتا ہوں۔ خواہ مخواہ تقدیر سے کیوں لڑوں۔ کچھ کتابیں لکھوں گا۔ کچھ اپنی کتابیں چھپواؤں گا۔ پانچ چھ سو میری کمائی ہے۔ اسے انہیں کاموں میں صرف کروں گا اور بالآخر جب لٹریری شہرت حاصل کر سکوں گا تو کوئی ماہوار رسالہ نکال کر گزر کروں گا۔ اور اگر اس کے پہلے ہی حیات نے جواب دے دیا۔ تو پھر رام نام ست ہے۔ آپ میری کتاب جلدی سے چھپوا دیجیے۔ تاکہ اس کی قدردانی دیکھ کر دوسرے حصے میں ہاتھ لگے اور کچھ نفع بھی ہو۔ کیا کہوں۔ آپ نے مجھے اچھالنے میں کوئی کسر نہ رکھی۔ خوب اُچھالا۔ مگر میں ہی قسمت کا اندھا

ہوں۔ کہ اُچھل کر پرواز نہیں کر سکتا۔ بلکہ نیچے گرنے کے لیے ڈرتا ہوں ورنہ شوبرت لال ورمن کی طرح چین سے زندگی بسر کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحت بڑی چیز ہے۔ جس نے اُس کی قدر نہ کی، اس کے لیے بجز رونے اور سر دھننے کے اور کوئی علاج نہیں ہے۔ اور زیادہ کیا لکھوں۔ آج سے آپ کا قصہ صاف کرتا ہوں۔ دیکھوں کتنے دن لگتے ہیں۔ ساری دنیا کو سانوناجن فائدہ کرتی ہے مجھے اس سے بھی کچھ نہوا۔ آپ نے چار یا پانچ میل ہوا کھانے کی صلاح دی ہے۔ اس کی تعمیل کر رہا ہوں۔ پانچ دن سے لگاتار تین چار میل گھومتا ہوں۔ امید کہ طبیعت ٹھیک ہوگی۔ کوئی پرائیویٹ اسکول کی مدرسی کا چرچا ہو تو میرا خیال رکھیے گا۔ کیونکہ میں اب اس سے بیزار ہو گیا ہوں۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

نومبر ۱۹۱۴ء

بھائی جان۔ کل بستی جا رہا ہوں۔ دیکھوں ڈائرکٹر صاحب کب تک ماسٹری پر واپس بھیجتے ہیں۔ بہر حال اس دوا دوش سے اب تنگ آگیا ہوں اور ماسٹری کو اس زندگی پر ترجیح دیتا ہوں۔ صرف تنخواہ کی کمی کی شکایت البتہ ہے۔ اگر مجھے پچاس روپے دے گا تو بخوشی چلا جاؤں گا۔

تمہید دیکھی۔ اس کے لیے فاروق شاہ پوری زیادہ موزون آدمی

ہو سکتے تھے۔ ان حضرت نے تعریف زیادہ کی ہے۔ اگر فاروق نہ لکھ سکیں تو اسی کو رہنے دیجیے۔ مگر مسطر ایسا ہونا چاہیے کہ ایک پتھر سے زیادہ نہ ہو۔ آپ کی طرف سے میں نے ایک مختصر سا دیباچہ لکھ دیا ہے اگر آپ کو پسند آئے تو اُسے اپنی طرف سے درج کر دیجیے۔ آپ کی تحنت اور تردّد رفع ہو جائے گی۔

بستی سے ایک قصہ عنقریب بھیجوں گا۔ لکھا ہوا تیار ہے۔ صرف صاف کرنا باقی ہے۔ اب مزاج کی کیا کیفیت ہے؟ گھر میں صحت ہو گئی یا نہیں بچے کیسے ہیں؟ میں اس وقت یہاں سے تنہا جا تا ہوں۔ دسمبر میں غالباً پھر آؤں گا۔ پریم پچیسی کب تک تیار ہو گی۔ زیادہ والسلام۔

دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

بستی ۱۰ / اگست ۱۵ء

بھائی صاحب تسلیم۔ مزاج مبارک۔ بلٹی ملی۔ آج کسی وقت اشتہار بھی آجائے گا۔ اس کے لیے مشکور ہوں۔ دائرۃ الادب دہلی مجھ سے پریم پچیسی بھیجنے کے لیے طلب کرتے ہیں۔ ان کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے حصہ دوئم کی اشاعت کے متعلق بھی وہ آمادہ ہیں۔ آپ کا جواب آجائے تو میں بھی انہیں جواب دوں۔ اب رہ گئی ہمارے باہمی شرائط کی بات چیت۔

زمانہ چونکہ اس وقت بالکل PAYING کنسرن نہیں ہے اس وجہ

سے اس کا GOOD NAME اِتنا بیش قیمت نہیں ہے۔ جتنا دوسری حالت میں ہوتا۔ میں اس کی قیمت ایک ہزار خیال کرتا ہوں۔ کیوں کہ GOOD NAME کے ساتھ ہی اس میں BAD NAME کی بھی آمیزش ہے۔ بہر حال میرا تخمینہ یہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی نیا ماہوار قابلیت کے ساتھ ایڈٹ کیا جائے۔ اور اس پر ایک ہزار روپیہ صرف کردیا جائے۔ تو اُسے اِتنی مشہری حاصل ہوجائے گی۔ یہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کو اِس ماہوار کی بدولت بہت زیر بار ہونا پڑا جس کی مقدار غالبًا تین یا چار ہزار تک ہو۔ مگر غالبًا کھلے بازار میں اس جنس کی اتنی قیمت ہر گز نہ مل سکے گی۔ اور پھر اس خسارہ کے اور بھی اسباب ہیں جن کے تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ اگر ایک ہزار گڈ نیم کی قیمت ہو۔ تو اس کا نصف حصّہ پانچ سو ہوتا ہے۔ میں اس رقم کو ۲ یا تین سال میں ادا کرنے کا ذمہ دار ہو سکتا ہوں۔ سود بشرح بازار محسوب کرنے کو بھی رضامند ہوں۔

میں اس کا ایڈیٹوریل اور بڑی حد تک مینیجریل چارج لینے کو تیار ہوں آپ صرف اپنے رسوخ اور ذاتی اثر سے اور نیز اشتہارات کے متعلق جتنا مناسب سمجھیں کام کریں گے۔ میں کوشش کروں گا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو اُسکا خرچ کم ہو۔ اس کے علاوہ فائنینشل چارج بالکل آپ کا رہے گا یعنی کاغذ، کتابت، چھپائی، کٹائی، پوسٹل چارجز۔ ان کا حساب آپ ماہوار ادا کرنے کا بندوبست کریں گے۔ سابقہ بقایا کا حساب اس سے الگ رہے گا۔ تاریخ شراکت سے آپ جتنا روپیہ لگائیں گے وہ ہر ماہ کے آخر میں یا حسب گنجائش دسمبر یا جنوری میں ادا ہوگا۔ جتنا نفع یا نقصان

ہوگا۔ اس میں ہم اور آپ برابر کے شریک ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ جنوری تک ہم اُن رقوم کو ادا کر سکیں گے۔ لیکن اگر اس وقت پھر کمی رہے اور دوسرے سال کے لیے روپیہ کی زیادہ ضرورت ہو تو پھر حسب ضرورت کوئی سبیل کریں گے۔ مگر تا وقتیکہ یہ ذمہ داریاں بیباق نہ ہو جائیں۔ آمدنی میں سے جہاں تک امکان میں ہوگا کچھ نہ لیں گے۔ ایڈیٹر چاہے آپ رہیں یا میں۔ اگر آپ کے نام سے زیادہ فائدہ ہو تو مجھے کوئی شکایت نہیں۔ ورنہ مجھے ہی جائنٹ ایڈیٹر رہنا ہوگا۔ اگر یہ شرائط آپکی ترمیمات کے ساتھ طے ہو جائیں تو ہم لوگ دسمبر تک چار پانچ نمبر وقت پر نکالکر کچھ وقار قائم کر لیں گے۔ اور جنوری سے غالباً زیادہ فائدہ کے ساتھ آغاز ہو۔ میں نے مالی ذمہ داریاں سب آپ پر رکھی ہیں۔ اس کے وجوہ سُنیے۔ میرے پاس ان چھ ماہ کی رُخصت کے بعد اس وقت کل آٹھ سو روپے ہیں۔ تین سو روپے میں نے تین آسامیوں کو اٹھارہ فی صدی سود پر قرض دیدیے ہیں۔ میرا نقدی سرمایہ اس وقت کل پانچ سو روپیہ ہے۔ اسے میں اس وقت تک کے لیے خورش کا وسیلہ سمجھتا ہوں جب تک کہ زمانہ سے مجھے کچھ فائدہ نہ ہو۔ اور کون جانتا ہے اس مبارک وقت کے لیے کتنے دنوں تک انتظار کرنا پڑے۔ غرض میں مالی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے بالکل ناقابل ہوں۔ اسی اثنا میں اگر چھوٹک کی شادی طے ہو گئی تو غالباً یہ رقم بھی میرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ چھوٹک امسال فیل ہو گئے۔ یہیں ہیں۔ اسکول لیونگ میں نام لکھا دیا ہے۔ چاچی نہیں آئیں۔ مکان پر ہیں۔ تیج نرائن بھی یہاں ہیں۔ اپنے مکان پر ہیں۔

میں نے اپنی مالی حالت کا جو قصہ لکھا ہے۔ یہ حرف بحرف صحیح ہے۔

میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گا۔
آج کل ایف اے کی دھن میں کچھ لٹریری کام نہیں ہوتا۔ کہیں سے تحریک بھی نہیں ہوتی اور مفت قلم گھسنا فضول معلوم ہوتا ہے۔
باقی سب خیریت ہے۔ اگر میری تجاویز میں خود غرضی کی بو آئے۔ تو معاف فرمائیے گا۔
لارڈ ڈلہوزی کی لائف دیکھ رہا ہوں۔ اس پر ایک ریویو کرنے کا ارادہ ہے۔ جو غالباً عید کی تعطیلات میں پورا ہو سکے۔ والسلام۔
نیاز کیش دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

بستی۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۱۵ء۔
بھائی صاحب تسلیم۔ خط نینی تال والا ملا۔ بابو رام سرن کو علیحدہ مبارکباد دوں گا۔ از حد خوشی ہوئی۔ اب کبھی کبھی گرمیوں میں بنگلے کی ہوا کھانے کا موقع ملے گا۔ اور شاید بندوق سے شکار بھی کھیل سکوں۔ بشرطیکہ وہ یارانِ قدیم کو بھول نہ جائیں۔
آپ نے میری نسبت جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ باوجود صحیح ہونے کے ہمدردی سے خالی ہے۔ ہر ایک کام جو آپ چھڑانا چاہتے ہیں۔ اسی میں روپیہ کی ضرورت پہلے پڑتی ہے۔ روپیہ نہ آپ کے پاس ہے۔ نہ میرے پاس۔ بتائیے کام کیوں کر چلے۔ انٹرپرائز خالی جیب سے یا محض ہوائی باتوں پر تو نہیں ہو سکتی۔ آپ یہ تسلیم کریں گے کہ انسان کو اتفاقی ضروریات کے لیے

کچھ پس ماندہ رکھنا چاہیے۔ میرے پاس بس اتنا ہی ہے۔ اتنا سرمایہ نہیں جس سے کوئی تجارتی منصوبہ باندھا جائے۔ بس آپ مجھ سے ایثار کا تقاضا کرتے ہیں۔ میں اپنے کو اس قابل پاتا نہیں۔ میرے پاس ۵۰ (۶۰ روپیہ) ماہوار کا خرچ لگا ہوا ہے۔ وہ کسی طرح گلا نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ کوئی ایسی صورت بتائیے جس میں میں اپنی روٹی حاصل کرتے ہوئے اینٹر پرائیز (پر) خرچ کر سکوں۔ اس کے لیے سب سے پہلی بات یہ ہوگی کہ آپ سرمایہ پیدا کریں۔ میں تو اب کی ہی رخصت لیکر آپ کے ہاں گیا تھا۔ مگر رنگ اچھا نہ دیکھا۔ مالی مشکلات نظر آئیں۔ اسی وجہ سے خواہ مخواہ الجھنا فضول سمجھا۔ اگر اب آپ کی مالی حالت بمقابلہ سابق بہتر ہو گئی ہے۔ تو آپ مجھے بلائیے میں حاضر ہوں گا اور باہمی مشورہ سے کوئی صورت نکالیں گے۔ پریم پچیسی کے لیے آپ نے کیا کوشش کی؟ انعامی کتب کے سلسلے میں منظور ہو جائے گی؟ حصہ دوئم آپ ہی چھپوائیے۔ اگر آپ کا پریس جلد چھاپ سکے تو اس سے اور کیا بہتر ہو گا۔ اگر آپ چھپوائیں تو پھر سمجھوتہ ہو جانا چاہیے۔ میں آپ ہی کے فیصلہ پر راضی ہو جاؤں گا۔ آج کل کورس کی کتب کے لیے انعامات کا اعلان ہوا ہے۔ اگر آپ اس میدان میں آنا چاہیں تو میں اس میں بھی آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ رولرس آف انڈیا سیریز کی طرح ۶۴ صفحات پر گورنروں کے سوانح لکھنے کا ارادہ ہے۔ الیف اے بھی ہوتا رہے گا۔ اس کے لیے میں گھنٹہ بھر سے زائد وقت نہیں صرف کرتا۔ میں کرنا تو بہت کچھ چاہتا ہوں مگر مجھ میں نہ انٹرپرائیز ہے اور نہ روپیہ۔ آپ میں انٹرپرائیز ہے مگر روپیہ ندارد۔ جب تک کوئی سرمایہ والا نہ شریک ہو کیسے کام چلے۔

پریم پچیسی حصہ اول دائرۃ الادب دہلی کے پاس کچھ جلدیں بھیجدی اور کچھ ہندوستانی میں تقسیم کرائیں۔ مگر ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں نکلا۔ میں کوشش کروں گا کہ دسہرہ کی تعطیل میں کانپور آؤں۔ بشرطیکہ آپ کوئی مفید مطلب مشورہ دے سکیں۔ نینی تال کا کچھ اور حال سننے کے لیے مشتاق ہوں۔ زیادہ نیاز

خادم دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

ٹریننگ کالج الہ آباد۔ ۲ مارچ ۱۹۱۷ء

بھائی جان تسلیم۔ آج لفافہ ملا۔ مشکور ہوں۔ آپ کی پریشانیوں کا حال پڑھ کر افسوس ہوا۔ کیا بچے کی آنکھ اس قدر خراب ہو گئی کہ تعلیم ترک کرنا پڑی۔ یہی سب عیال داری کی تکلیفیں ہیں۔ آپ کی خاموشی سے میں سمجھ گیا تھا کہ خیریت نہیں ہے اور اندیشہ صحیح نکلا۔ ایشور بچے کی حالت پر رحم کرے۔ لفافہ کے اندر والے خطوط دیکھے۔ خوش ہوا۔ حالانکہ میرے پاس بہت قصہ گوئی کے لیے نہ دماغ ہے نہ وقت۔ آج کل اپنا ناول لکھنے میں محو ہوں، یہ ختم ہو جائے تو کچھ اور کروں۔ ہاں زمانہ کے لیے اسٹاک موجود ہے۔

پریم پچیسی حصہ دوم میں ذرا زیادہ سرگرمی فرمائیے۔ جلدی ختم ہو جائے ابھی بہت کچھ چھپوانا ہے۔ اگر پہلی منزل میں اتنا رکے تو پھر اتنی لمبی زندگی کہاں سے آئے گی۔ تعطیل گرما کے پہلے ختم ہو جانا ضروری ہے۔ میں

شریک ہوں۔ پریم پچیسی حصہ اول کی جلدیں بھیجی جائیں گی۔ میں نے گورکھپور لکھ دیا ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے اس وقت نہ گئیں تو میں وہاں پہنچتے ہی بھیج دوں گا۔ آپ سے بھی یادگارِ رام کی کچھ جلدیں لوں گا۔ گورکھپور کے اسٹیشن پر ایک دکان کھلی ہے۔ وہاں اردو کی کتابیں بھی بکتی ہیں ممکن ہے یادگارِ رام کچھ نکلے۔ پریم پچیسی تو دس پانچ نکل جاتی ہیں۔ میں ہولی کی تعطیل میں آنے والا ہوں۔ لیکن میرے پچھلے حساب میں کچھ روانہ فرمائیے۔ ورنہ مجھے گورکھپور سے منگانا پڑے گا۔ جو زیادہ تردد طلب ہے۔ پچھلا حساب میں آپ کو لکھ چکا ہوں۔ غالباً آپ نے نوٹ کر لیا ہو گا۔ پریم پچیسی کا ہندی ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ اس کا مرہٹی ایڈیشن بھی چھپ رہا ہے۔

ملاقات کے لیے جی بہت چاہتا ہے۔ ہولی میں شاید ایک دن کا وقت نکل سکے۔ اور تو سب خیریت ہے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

۲۳ مارچ ۱۹۱۷ء گورکھپور

بھائی جان تسلیم "مشعلِ ہدایت" خدمت میں حاضر ہے۔ کوئی پلاٹ نہیں ہے، صرف زمانہ موجودہ کا مرقع دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے پسند آئے گی۔

مجھے للعہ (۳۴ روپے) میں سے عہ (۱۰ روپے) ملے۔

سے (۳۳ روپے) اور رہے۔ اس میں اس مضمون کو اور اضافہ فرمادیں تو سے (۳۸ روپے) ہوتے ہیں۔ اگر ہندی شعراء والا سلسلہ پسند ہو تو ایک شاعر کو روانہ کردوں، ورنہ 'ترجمان' میں بھیجدوں۔

یہاں میرے ایک دوست نے اسٹیشن پر اُردو کتابوں کا اسٹال کھولا ہے۔ انہیں کچھ زمانہ پریس کی کتابیں درکار ہیں۔ آپ ذیل کی کتابیں روانہ کردیں۔ حساب مع کمیشن کے لکھ بھیجیں، چاہے میرے حساب میں مجرا ہو جائیں گی چاہے قیمت روانہ ہو جائے گی۔ میرا ذمہ ہے۔ فہرست حسب ذیل ہے۔

یادگارِ رام	۵ جلدیں	اردو مضمون نویسی	۲ جلدیں
بھارت درپن	۲ جلدیں	نصائح چانکیہ	۱۰ جلدیں
سیرِ درویش	۲۰ جلدیں	حیات حالی	۵ جلدیں
آریہ سماج اور پالٹکس ازعزت رائے	۱۰ جلدیں	طریق دولتمندی	۵ جلدیں
مسدس حالی	۵ جلدیں	مہادیو گوبند راناڈے	۵ جلدیں

ان کتابوں کے بھجوانے میں دیر نہ فرمائیں۔ پریم پچیسی حصہ دوم کے متعلق اب تک جو کچھ ہو چکا ہے اس سے مطلع کریں۔ میرا ناول چل رہا ہے۔ اب ذرا اطمینان ہو جائے تو ختم کردوں۔ طول ہو رہا ہے۔ چاہتا ہوں کہ جلد انجام کی طرف چلوں۔

ایک اور قصہ تیار ہے۔ اچھا قصہ ہے مگر ذرا صفائی میں دیر ہے۔ جلد بھیجوں گا۔ شاکر کا 'العصر' دیکھا۔ کیا زندہ ہو گیا۔ آپکو معلوم ہو۔ تو کچھ اُس کی کیفیت لکھیے گا۔

بچوں کی طبیعت کیسی ہے؟ کانپور میں پلیگ تو نہیں ہے؟

نیاز مند دھنپت رائے

N.B "سوزِ وطن" کی ایک جلد ضرور روانہ کریں۔ یہاں ایک بھی نہیں ہے۔

بنام دیا نرائن نگم

۲۵/جولائی ۱۹۱۷ء

بھائی جان تسلیم۔ آج ایک کام سے فرصت ملی۔ شیخ سعدی کے حالات ایک صاحب کی فرمائش سے ہندی میں لکھے ہیں۔ اب زمانہ کے لیے کچھ لکھنے کی فکر میں ہوں۔ لاٹری نے پھر دھوکا دیا۔ اس کا افسوس رہا۔ ٹھاکر جی کی بھگتی کس امید پر کی جائے۔ پریم پچیسی پریس میں چلی گئی بہت اچھا ہوا۔ پروف اگر بہت خراب ہوں تو یہاں بھجوا دیجیے۔ اور اگر غلطیاں کم نظر آئیں تو وہیں دکھوا لیجیے۔ آنے جانے میں دیر ہوگی میرے حساب سابقہ میں بعد منہائی قیمت پارچہ ۳۳ (۳۳ روپے) نکلتے ہیں۔ اسے محسوب کرکے میرے ذمہ جو کچھ صرف ہو اس سے مطلع کیجیے گا۔ حصہ اول کی اگر جلدیں درکار ہوں۔ تو بھیجدوں۔ ہر دو جلدیں عہ (ایک روپیہ آٹھ آنے) میں مشتہر ہو جانا چاہیے۔ آپ کی ٹک ایجنسی کچھ اور چلی یا نہیں؟ اخبار 'آزاد' سابق دستور چلا جاتا ہے۔ مجھے تو کوئی تغیر نہیں نظر آتا۔ اب مجھے اسٹیٹسمین ملنے لگا ہے جانتا ہوں کہ لکھا کروں لیکن مشکل یہ ہے کہ میرا کچھ نہ کچھ وقت اب

ہندی نویسی میں چلا جاتا ہے۔ بچے اب دونوں اچھی طرح ہیں۔ اور تو کوئی تازہ حال نہیں۔ امید کہ آپ کے یہاں لاڑلی کی مایوسی کے علاوہ اور سب خیریت ہوگی۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

۲۲ راگست ۱۹۱۷ء

بھائی جان تسلیم۔ قصہ ارسالِ خدمت ہے امید کہ آپ اچھی طرح ہوں گے۔ یہاں آج کل فصلی بخار کی شکایت ہے۔ گھر کے دو آدمی بیمار ہیں۔

بہت عرصہ ہوا میں نے حسابوں کی تفصیل لکھی تھی۔ اور آپ سے التجا کی تھی کہ اسے نوٹ فرما لیجیے گا۔ غالبًا آپ نے نوٹ نہیں کیا اُس وقت ۶۳ روپیہ ہوتے تھے اس کے بعد مجھے تیس روپیہ وصول ہوئے لیکن پانچ روپیہ کا اور اضافہ ہوا۔ اس طرح ۳۸ (۳۸ روپے) رہ گئے۔ ۵ (۵ روپے) مجھے گرمیوں کی تعطیلات میں بہ مدِ بارِ رجات ملے۔ اسے وضع کرنے کے بعد ۳۳ (۳۳ روپے) رہ گئے۔ اب یہ مضمون جاتا ہے۔ ۵ (۵ روپے) اس کے بھی محسوب فرمائیے تو پھر ۲۸ (۲۸) کے ۲۸ رہ جائیں گے۔

پریم پچیسی بہتر ہے۔ لکھنؤ میں ہی چھپوا لیجیے۔ شاید وہاں چھپائی کا نرخ بھی کچھ کم ہو۔ محصول کا زائد خرچ شاید اسطرح نکل آئے۔

یہ مضمون میں نے صاف نہیں کیا۔ بہت طول ہے۔ اگر غلطیوں کا زیادہ احتمال ہو تو مجھے کاپی بھیج دیجیے گا۔ دیکھ لوں گا۔ امید ہے کہ بچے اچھی طرح ہوں گے۔

نیاز مند دھنپت رائے

P.S. کیا آپ کے پاس شیکسپیر کا TWELFTH NIGHT ہے؟

بنام دیا نرائن نگم

۲۱ ستمبر ۱۹۱۷ء

بھائی جان تسلیم۔ کارڈ ملا۔ پروف واپس ہے۔

لالہ کاشی ناتھ کی ہندی کتاب تعطیل سے یونہی پڑی ہوئی تھی۔ اس پر میں نے ریویو کر دیا ہے۔ کتاب اچھی ہے۔ رفع شکایت ہو گئی۔ میں نے جو حساب لکھے ہیں اس میں پریم پچیسی یا زمانہ کے دفتر سے آئی ہوئی کتابوں کا حساب شامل نہیں ہے۔ دفتر کے ذمہ میری ۴۹ جلدیں پریم پچیسی کی ہیں۔ میرے ذمہ دفتر کی مرسلہ کتب۔

میں خود ایسی کوشش میں ہوں کہ مضامین کا سلسلہ نہ ٹوٹے۔ آج کل کچھ تو خود پڑھتا ہوں۔ کچھ وقت ناول کی تیاری میں نکل جاتا ہے پرتاپ کے خاص نمبر کے لیے بھی ایک مضمون لکھا۔ یہ کمی قصہ سے نہیں کسی دوسرے مضمون سے پوری کروں گا۔

کوشش کروں گا کہ ۱۲ ر کو لکھنؤ آؤں۔ یقیناً آؤں گا۔ لیکن ٹھہرنے کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ سب پہلے سے طے کر دیجیے گا۔ آپکا دھنپت رائے

بنام خواجہ عبدالسلام صاحب
منیجر 'زمانہ' پریس

۱۷ راکتوبر ۱۹۱۷ء
نارمل اسکول گورکھپور

جناب منیجر صاحب۔ تسلیم۔ پروف واپس ہے۔ ۱۷ کے آخیر میں اور ۲۷ صفحات میں کچھ سطریں بالکل اُڑ گئیں تھیں۔ چونکہ اصل میرے پاس نہیں ہے۔ اس لیے ان سطروں کو دُرست نہیں کر سکا۔ اصل سے دیکھ کر بنوانے کی تکلیف کیجیے گا۔

چونکہ آپ نے تعداد کتب کے بارہ میں کچھ مجھی سے پوچھا ہے اس لیے ۵۰۰ جلدیں چھپیں گی۔ زیادہ کی گنجائش نہیں۔

اس کے قبل آپ کے خط کے جواب میں میں نے حسابات کے متعلق جو خط لکھا تھا۔ اس کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ جو رائے طے پائے وہ مجھے لکھ بھیجیے۔ باقی سب خیریت ہے۔

خیر اندیش دھنپت رائے

بنام منیجر زمانہ پریس

نارمل اسکول گورکھپور
۱ر نومبر ۱۹۱۷ء

مکرمی تسلیم۔ آپ نے میرے حسابات کے متعلق جو خط لکھا تھا۔ اُسکا

ہیں نے دوسرے ہی روز جواب دیدیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ خط آپ کے یہاں پہنچا ہی نہیں۔ اور میرے یہاں بھی آپ کے خط کا پتہ نہیں۔ بہرحال پریم پچیسی ۵۰۰ چھپے گی۔ اس کا نصف خرچ میرے ذمّہ ہے۔ ذیل کی رقوم کو منہا کر کے مجھے مطلع فرمائیے۔ کہ میرے ذمّہ اور کتنا نکلتا ہے۔

پریم پچیسی ۱۲۵ جلدیں بمعہ کمیشن ؏ (۲۲ روپے)
بابت مضامین وغیرہ ؏ (۳۸ روپے)

میزان ؏ (۶۰ روپے)

آپ کے دفتر سے مجھے جو ؏ (۱۷ روپے) کی کتب آئی ہیں۔ وہ اس حساب میں شامل نہیں۔ بہرحال حساب لکھتے وقت براہِ کرم مدوں کی تفصیل بھی دے دیجیے گا

جواب آتے ہی روپیے روانہ ہوں گے۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام منیجر زمانہ پریس

گورکھپور۔ ۱۹ر نومبر ۱۹۱۷ء

مکرم بندہ جناب منیجر صاحب زمانہ تسلیم۔ نوازش نامہ صادر ہوا حسابات سے معلوم ہوا کہ مجھے اپنے نصف کی شراکت کے لیے فی الحال روپیہ بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چھپائی کا روپیہ کتاب چھپ جانے کے بعد واجب الادا ہوگا۔ اور جو کچھ میرے ذمّہ نکلے گا۔ ادا کردونگا۔ والسلام

نیازمند دھنپت رائے

بنام منیجر زمانہ پریس

گورکھپور نارمل اسکول
۳/ جنوری ۱۹۱۸ء

جناب مکرم بندہ منیجر صاحب زمانہ تسلیم
پریم پچیسی حصہ دوم کی تیاری میں ابھی کتنی کسر باقی ہے۔ کچھ مزید کام ہوا یا یہ وقت تک ہی معاملہ رکا ہوا ہے۔ میں نے آپ کے دفتر سے عرصہ ہوا عہ (۱۷ روپے) کی کتابیں منگوائی تھیں۔ لیکن یہاں اُن کی فروخت کا معقول انتظام نہ ہونے کے باعث انہیں پھر روانہ خدمت کرتا ہوں۔ محصول پارسل ادا کر دیا ہے۔ تاکہ آپ کو تاوان نہ ہو۔ ان میں کچھ کتابیں "انتاظر" کی بھی ہیں۔ اُن کے لینے میں غالبًا آپ کو اعتراض نہ ہوگا۔

جواب سے سرفراز فرمائیں۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام منیجر زمانہ پریس

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۱۱/ فروری ۱۹۱۸ء

جناب مکرمی بندہ۔ منیجر صاحب زمانہ۔ تسلیم۔ آپ نے اپنے نوازش مورخہ ۲۷/ جنوری میں میرے ذمہ زمانہ کے دفتر کی ۱۳ (۱۳ روپے تین آنے) کی کتابیں نامزد کر دی ہیں۔ آپ کو خیال ہوگا۔ آپ نے میرے نام کل عہ

(۱۷ روپے) کی کتابیں بھیجی تھیں۔ میں نے آپ کو عـــہ (۱۶ روپے) کی مالیت کی کتابیں واپس کردی ہیں۔ اس طرح گویا میں دفتر کا صرف عہ ر (ایک روپیہ) کا اور مقروض ہوں۔ اگرچہ ان میں دفتر کی کئی کتابیں نہیں ہیں۔ لیکن اُن کے عوض میں نے الناظر پریس کی کتابیں رکھ دی ہیں۔ جو آپ کی بک ایجنسی سے فروخت ہو رہی ہیں۔ براہِ کرم اسے نوٹ فرمالیں۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام منیجر زمانہ پریس

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۵ر اپریل ۱۹۱۸ء

جناب مکرم بندہ منیجر صاحب زمانہ، تسلیم

پریم پچیسی حصہ دوم کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ کاغذ ضرور ہلکا ہے۔ لیکن کسی طرح پریس سے کتاب نکل تو گئی۔ اس زمانہ میں یہی ہزار غنیمت ہے۔ اس لیے میں کارخانہ کا ممنون ہوں۔ اب مجھے یہ بتلائیے کہ کل کتنا صرفہ ہوا۔ دفتر زمانہ پر میرے مطالبات حسب ذیل ہیں۔

۱۰ ؍۵۷ (۵۷ روپے ۱۰ آنے) حسب تحریر آپ کے اور پریم پچیسی کی ۵۰
۲۷ جلدیں جن کی قیمت بعد کمیشن ۸ ؍۳۸ (۳۸ روپے ۸ آنے) ہوتی ہے
۳ر خرچ نکال کر ۵ ؍۳۸ (۳۸ روپے ۵ آنے) ہوئے۔ اس رقم کو ۱۰/۵۷ میں شامل کیجیے ۱۵۔۳۔۱۱۲ ہوتے ہیں اب آپ اپنا مطالبہ طلب کیجیے تاکہ مجھے معلوم ہو کہ کتنا دینا یا پانا ہے۔ اب پریم بتیسی حصہ اول کی کتابت شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ اسمیں ذیل کے قصص ہوں گے۔

۱۔ شعلۂ حسن — ۹۔ راجپوت کی بیٹی
۲۔ تریا چرتر — ۱۰۔ ایمان کا فیصلہ
۳۔ نگاہِ ناز — ۱۱۔ قربانی
۴۔ پنچایت — ۱۲۔ سوت
۵۔ بانگِ سحر — ۱۳۔ نیکی کا بدلہ
۶۔ سرپُرغرور — ۱۴۔ جگنو کی چمک
۷۔ دھوکا — ۱۵۔ دُرگا کا مندر
۸۔ بازیافت — ۱۶۔ فتح

مجھے حساب معلوم ہو جائے۔ تو کتابت کے لیے تحریر کروں۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۲۷ر جولائی ۱۹۱۸ء

بندہ نواز تسلیم۔ روپے ملے۔ اور رسید نہ بھیج سکا۔ آپ ہی کا کام کر رہا تھا۔ کہکشاں کے لیے یہ قصہ "زنجیرِ ہوس" ارسال ہے۔ اس کی آپ سے داد چاہتا ہوں۔ اس کی ظاہری صورت پر نہ جائیے گا۔ اس کے معنی پر غور فرمائیے گا۔

اگر ممکن ہو۔ تو مولانا راشد کی کوئی کتاب مجھے دیکھنے کے لیے روانہ فرمائیے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کہکشاں میں میرا ناول "بازارِ حسن" بالترتیب نکل سکے۔ ممکن ہے کہ اس کے نکلنے سے پرچہ کی اشاعت پر کچھ اثر پڑے

یہ ناول کوئی ۳۰۰ صفحات کا ہے۔ اس کے لکھنے میں میں نے اپنی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ کتاب کی صورت میں اب تک اس لیے نہیں نکل سکا کہ مجھے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ تمام و کمال ایک بار صاف کرسکوں ماہوار دس بیس صفحے تو ممکن ہیں۔ لیکن یکبارگی ۳۰۰ صفحات کا خیال کرکے حوصلہ چھوٹ جاتا ہے۔ مگر جب تک کہکشاں کی اشاعت معقول نہ ہوجائے۔ ناول نکالنے کا خیال قبل از وقت معلوم ہوتا ہے۔

بارش نہیں ہوئی۔ قحط کا سامان ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ سید ممتاز علی کی خدمت میں آداب دست بستہ کہہ دیں۔ اگر کسی وجہ سے کہکشاں نہ نکل سکے تو یہ مضمون واپس فرمائیے گا۔ تہذیب میں اسے نہیں دینا چاہتا۔

نیاز مند دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۳ر ستمبر ۱۹۱۸ء

بندہ نواز تسلیم

شکریہ۔ "زنجیر ہوس" کوئی تاریخی واقعہ نہیں ہے۔ اور نہ کسی تاریخی واقعہ سے اس کا برائے نام بھی تعلق ہے۔ قاسم ضرور فاتح سندھ کا نام ہے۔ اور اس کی زندگی میں ایک واقعہ ایسا ہے بھی جو قصے کے کام آسکتا ہے۔ لیکن اس قصہ کو اس سے تعلق نہیں۔ یہاں تک کہ میں نے دہلی کے کسی بادشاہ کا نام بھی نہیں دیا۔ تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔ نہ

ملتان کے فرمانروا کا نام دیا ہے۔ اس میں یہ دکھانا میرا مقصود ہے کہ انسان ہوس کے ہاتھوں کتنا اندھا ہو جاتا ہے۔ اور یہ ہوس کس طرح تیزی سے بڑھتی جاتی ہے اور کچھ نہیں۔

اب بازارِ حسن کے متعلق۔ یہ ناول تقریباً ۳۰۰ صفحات کا ہوگا۔ لکھا ہوا تیار ہے مگر محض عدیم الفرصتی کے باعث اب تک صاف نہ کر سکا۔ اگر آپ اتنی بڑی کتاب چھاپ سکیں تو میں صاف کرنا شروع کر دوں۔ ورنہ ابھی گرمی کی تعطیل تک ملتوی رکھوں۔ آپ کو صاف کرنے کی تکلیف نہ دوں گا۔ کیونکہ صاف کرنے میں اکثر قصہ کے سین کے سین پلٹ جاتے ہیں۔ اس قصے میں میں نے ایک اخلاقی بے شرمی یعنی بازارِ عصمت فروشی پر چوٹ کی ہے۔ اگر آپ یونہی دیکھنا چاہیں تو اس کے متفرق اجزا آپ کے پاس بھیج دوں۔ معاوضہ کے متعلق قصہ جب آپ دیکھ لیں گے تب۔ کہکشاں کے لیے میں نے پہلے ہی عرض کی تھی کہ میں آئندہ کئی ماہ تک بہت کم لکھ سکوں گا۔ مگر انشاء اللہ کوئی موقعہ نکال کر آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔ بارش ادھر بھی واجبی ہوئی ہے اور فصلیں خراب ہو گئی ہیں جواب سے ممنون فرماویں۔

نیاز مند دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

گورکھپور۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۸ء

بھائی جان تسلیم۔ آپ کی خاموشی غضب ڈھاتی ہے۔ مضمون بھیجا

"سپت سروج" بھیجا۔ لیکن آپ نے ایک رسید کی تکلیف بھی گوارا نہ کی۔ آپ ضرور عدیم الفرصت ہیں لیکن میرے لیے ایک کارڈ لکھنا چنداں مشکل نہ تھا۔ پریم پچیسی کے متعلق آپ نے کیا کارروائی کی۔ لکھنؤ آگئی یا کانپور ہی میں کوئی دوسرا انتظام ہوا یا اس کی اشاعت کا خیال ہی ترک کر دیا۔ اگر ایسا ہو تو کتابت کی کاپیاں میرے پاس روانہ فرما دیں۔ میں ہی انھیں چھپوا لوں۔ ورنہ پھر کاپیاں خراب ہو جائیں گی۔ جواب سے جلد ممتاز فرمائیے۔

امید ہے عیال بچے اچھی طرح ہوں گے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

۲۷ رستمبر ۱۹۱۶ء

برادرم تسلیم۔ دونوں کارڈ ملے۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ کوئی مضمون تیار نہیں ہے ورنہ بواپسی ڈاک بھیج دیتا۔ مگر وعدہ کرتا ہوں کہ یہ مضمون جو لکھ رہا ہوں، زمانہ ہی کو دوں گا۔ میرے ناول کے چھپنے کا لاہور میں انتظام ہوا جاتا ہے۔ اب جو دیر ہے وہ میری جانب سے۔ غالباً پریم پتیسی بھی وہیں چھپے گی۔ میرے دو قصے زمانہ میں نکل چکے ہیں تیسرا بھیجنے والا ہوں عہ (۱۰ روپے) ان دونوں کے اور عہ (۱۰ روپے) اس کے میرے حساب میں درج کرا دیجیے گا۔ اور اگر کوئی امر مانع ہو، تو اکتوبر میں روانہ فرمائیے گا۔ کیونکہ مجھے کئی ضرورتیں درپیش ہیں۔ باقی سب

خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی مع عیال خوش ہوں گے۔
نیاز مند دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۱۸ء
جناب بندہ نواز تسلیم

نوازش نامہ کے لیے مشکور ہوں۔ بہتر ہے بازارِ حسن آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ کل سے اُسے دو صفحہ روزانہ صاف کراؤں گا۔ اور غالباً دسہرہ کی تعطیل کے بعد آپ اس کے چند جزو ملاحظہ کر سکیں گے۔

آپ کہکشاں کے ہر نمبر کے لیے کچھ لکھنے کو کہتے ہیں۔ اور کئی ماہ سے ایڈیٹر صاحب زمانہ ناراض ہیں۔ اس لیے کہ میں اپنے مضامین دوسرے رسالوں کو دیتا ہوں۔ ان کی رضا جوئی بھی ضروری ہے۔ اس پر اپنے کارِ منصبی کے علاوہ ایک نئی الجھن ۔۔ صحت ناقص ۔۔ خدا ہی حافظ ہے۔

میں نے پریم بتیسی کے دونوں حصے خود ہی شائع کیے تھے۔ لیکن پبلشرز اور مصنف دو جدا جدا ہستیاں ہیں۔ مجھے اس کام میں گھاٹا آرہا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ لاہور میں میرے پریم تبسی کے لیے کوئی پبلشر مل جاوے میں اپنی ۳۲ کہانیوں کو دو حصوں میں نکالنا چاہتا ہوں۔ دونوں حصے مل کر غالباً ۵۰۰ صفحات کی کتاب ہوگی۔ اس میں ۵۰۰ جلدیں میں لاگت کی قیمت پر خرید لوں گا۔ ادھر تو اردو کے پبلشروں کا قحط ہے۔ ایک نولکشور ہے۔ اس نے اشاعت کا کام بند سا کر رکھا ہے۔ اگر آپ کی

صرف کچھ انتظام ہو سکے تو فرمائیے گا۔ قصے سب زمانہ اور دوسرے رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ صرف انتخاب اور ترتیب دینا باقی ہے۔ اس میں میری عرض صرف اتنی ہے کہ کتاب شائع ہو جائے اور اس کی ہستی محض اخباری نہ رہے۔ مجھے جو کچھ قدرِ قلیل مِل رہے گا۔ اس پر شاکر رہوں گا۔

ایک اور تکلیف دیتا ہوں۔ لاہور میں کتابت اور چھپائی کا نرخ کیا ہے۔ اس سے بھی مطلع فرمائیے۔ اگر میں پریم تنبیسی ۱۲ پونڈ کے کاغذ پر چھپواؤں تو ۳۲ جزو کی کتاب پر کیا لاگت آئے گی۔ ممکن ہے چھپائی کچھ ارزاں پڑے تو میں خود ہی جرأت کر جاؤں۔

ایک تازہ قصہ "حج اکبر" ارسال خدمت ہے۔ پسند آئے تو رکھ لیں۔ آپ نے زمانہ کے حسب مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کا نام "منزل مقصود" ہے۔ وہ مجھے خود بے انتہا پسند ہے اور بارہا چاہتا ہوں کہ اسی رنگ میں پھر کچھ لکھوں۔ پر قلم نہیں چلتا۔ پریم پچیسی حصہ دوئم میں وہ چھپ گیا ہے۔ امید ہے کہ جناب سید ممتاز علی صاحب قبلہ بخیریت ہوں گے۔ ان کی خدمت میں میرا اسلام عرض کیجیے گا۔ والسلام

نیازمند دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور۔ ۱۰ر نومبر ۱۹۱۶ء

بندہ نواز تسلیم۔

عنایت نامہ ملا۔ مشکور ہوں، کہکشاں کبھی آیا۔ نمبر اوّل سے بہتر ہے

مبارک باد۔ دیگر رسائل پر نوٹ لکھنے کی فکر ضرور کیجیے۔ اس سے رسالہ مقبول تر ہوگا۔

ایک قصّہ "نبک کا دیوالہ" جاتا ہے۔ لمبا ہوگیا ہے۔ دیکھیے پسند آئے تو رکھ لیجیے۔ دو نمبروں میں نکل جائے گا۔ قصّہ رُو کھا ہے۔ جذبات نہیں آنے پائے۔

ناول کے متعلق۔ تصویروں کی رائے فسخ ہوگئی۔ ہندی کا پبلشر اسے جلد نکالنا چاہتا ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں تصویریں دی جائیں۔ اس لیے فی الحال اُن کا ذکر فضول۔ رہا معاوضہ وہ قصّہ پڑھ لینے پر آپ خود طے کر لیجیے گا۔ ہندی والوں نے مجھے چار سو روپے دیے ہیں۔ اردو سے مجھے اتنی امید نہیں مگر ۲ سطری صفحہ کے ۱۲ر حساب سے کبھی قبول کر لینے میں مجھے تامل نہ ہوگا۔ یہ میرا پہلا ضخیم ناول ہے۔ مجھے اس کی اشاعت کی فکر ہے۔ دوسرا ناول بھی شروع کر چکا ہوں۔ اور کیا عرض کروں۔

سید ممتاز علی قبلہ کی خدمت میں آداب قبول ہو۔ جواب سے یاد کیجیے گا۔

خیر اندیش دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۲۰ر مارچ ۱۹۱۹ء

مُشفقی و مکرم بندہ تسلیم

مشکور ہوں۔ سخت نادم ہوں کہ اب تک بازارِ حسن کے متعلق ایفائے عہد

نہ کر سکا۔ بار بار کوشش کی۔ کہ مستقل طور پر صاف کر ڈالوں۔ لیکن ایک نہ ایک رکاوٹ آجاتی ہے۔ کتاب ایک چوتھائی صاف کر کے پڑی ہوئی ہے۔ اب تو ۱۵ اپریل تک مجھے مرنے کی فرصت نہیں ہے۔ انشاءاللہ ایک مئی تک۔ جس کہکشاں میں چمپا کا قصہ چھپا تھا، وہ میرے فائیل میں نہیں ہے۔ کوئی صاحب اڑا لے گئے۔ ہر چند تلاش کیا۔ پر بے سود۔ مجبور ہوں۔ کہکشاں میں اب کی رسائل پر تنقید مجھے بے حد پسند آئی۔ مگر اس کا ٹائٹل کا ڈیزائن باوجود مسٹر چغتائی کے طبع زاد ہونے کے مجھے کچھ نہیں جچا۔ شاید یہ میری ناشناسی کا باعث ہے۔ مضامین بھی مئی ہی میں لکھوں گا۔ تاخیر کے لیے معافی کا طالب ہوں۔

خیر اندیش دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور نارمل اسکول۔ ۱۹ اپریل ۱۹۱۹ء

مشفقی و مکرم بندہ۔ تسلیم

کل الہ آباد سے واپس آیا۔ کہکشاں ملا۔ آپ کے "فتح محبت" کی داد دیتا ہوں۔ محبت کا نشو و نما خوب ہے۔ بالکل حسب فطرت۔ آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ چھوٹی کہانیاں لکھنا چھوڑ دوں۔ اب مضامین اور بازار حسن میں لپٹا ہوں۔ خدا کرے لاہور میں امن ہو۔ ایک جلد "ماہ عجم" بذریعہ وی پی حصہ اول ارسال فرما دیں۔ مشکور ہوں گا۔

خیر اندیش دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۲۴ر اپریل ۱۹۱۹ء

بھائی جان تسلیم۔ آج کارڈ ملا۔ ذرا نانا صاحب کے پاس چلا گیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں، تمہاری لائن یہ نہیں ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ مگر چارہ کیا ہے؟ میں قربانی کو اپنی ذات تک رکھنا چاہتا ہوں۔ عیال کو اس چکی میں پیسنا نہیں چاہتا۔ فی الحال میری روٹیاں مل جاتی ہیں۔ کچھ لٹریری کام کر لیتا ہوں۔ یہ قربانی ہے۔ خدا اور دنیا، دون قوم اور ذات دونوں کو ساتھ لیے ہوئے ہوں۔ میں لٹریری کام کو تھوڑی قربانی نہیں سمجھتا۔ جو شخص اپنی فالتو آمدنی کا ایک حصہ کسی مدرسہ کے لیے خیرات کر دیتا ہے۔ وہ ہماری قربانی کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔ جو اپنے اوپر سونا تک حرام کر لیتا ہے۔ آپ نے میرے لیے کوئی ایسی تجویز نہیں نکالی جس میں فکر معاش سے آزاد ہو کر میں زندگی کاٹتا۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس سے زیادہ نفس کشی میرے امکان سے باہر ہے۔ اور آپ نے جب کبھی کوئی تجویز کی تو دہی ہوائی۔ آکاشی۔ آکاشی معاش سے مجھے اطمینان نہیں ہوتا ضروریات کے لیے مستقل صورت چاہیے۔ تکلفات کے لیے آکاشی صورت ہو تو مضائقہ نہیں۔ مجھے فی الحال سو روپیہ مل جاتے ہیں۔ اگر سال میں ایک ناول لکھ لوں تو شاید چار یا پنچ سو روپے اور مل جائیں۔ اس طرح سے میں اپنے پس ماندگان کے لیے دس سال میں شاید ۴ - ۵ ہزار روپے چھوڑ مروں۔ اخباری زندگی میں کس قدر تفکر اور جھنجھٹ۔ اس پر پچاس ساٹھ روپے سے زائد کوئی دینے والا نہیں۔ ابھی ہمارے یہاں وہ زمانہ

نہیں آیا۔ کہ جرنلزم کو CAREER بنایا جاسکے۔ آپ لیڈر کی طرح کوئی کمپنی قائم کریں۔ وہ ماہوار رسالہ، روزانہ اخبار نکالے۔ کارکنوں کو معقول تنخواہ دے۔ تب دیکھیے۔ میں کتنی خوشی سے دوڑتا ہوں۔ مگر یہاں تو یہ حال ہے کہ اودھ اخبار بھی گریجوایٹ مترجم تلاش کرتا ہے، تو اس کی تنخواہ سو روپیہ بتلاتا ہے۔ میں اگر امتحان سے پاس ہو گیا۔ تو کسی AIDED اسکول میں ۱۲۵ کا ہیڈ ماسٹر ہو جاؤں گا۔ وہاں گوشۂ عافیت میں بیٹھا ہوا اپنا قلم گھستا رہوں گا۔ سال میں ایک قصہ ضرور لکھ ڈالوں گا۔ یہی قومی خدمت ہو گی۔

مضامین جو قلم سے نکلیں گے وہ بھی خدمت ہی کے مد میں ڈالیے۔ اگر آپ اس سے بہتر کوئی صورت نکال سکتے ہیں۔ تو میں حاضر ہوں۔ ورنہ مجھے اپنے ڈھرّے پر چلنے دیجیے۔ شاکر اور صابر بننا میرے لیے ممکن نہیں۔ کیا حوصلہ اخبار اور لٹریری کام کا ہو۔ پریم پچیسی حصہ اول کو چھپے ہوئے ۴ سال ہوئے۔ مگر ابھی تک نصف پڑی ہوئی ہے۔ حصہ دوئم کی مشکل سے ۱۵۰ جلدیں بکیں۔ میں اس سے بہتر نہیں لکھ سکتا۔ اور بہتر کامیابی کی امید نہیں رکھتا۔ آپ یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ میرے ہندی ناول نے خوب شہرت حاصل کی۔ اور اکثر نقادوں نے اسے ہندی زبان کا بہترین ناول کہا ہے۔ یہ بازارِ حسن کا ترجمہ ہے۔ بازارِ حسن اب صاف کر رہا ہوں۔ امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ مئی میں ضرور حاضر ہوں گا۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۲۳ر جولائی ۱۹۱۹ء

مہربان بندہ تسلیم

کتنی ہی خطاؤں کی معافی کا خواستگار ہوں۔ آج دو ماہ کے بعد یہاں آیا ہوں۔ اور کامل چار ماہ کے بعد قلم اُٹھایا۔ دو مہینے تو اِدھر اُدھر آوارہ پھرتا رہا۔ دو مہینے بی۔ اے کے امتحان کی نذر ہوئے۔ مگر محنت ٹھکانے لگی۔ اب مستقل طور پر کام کروں گا۔ ایک مختصر سا قصّہ ارسالِ خدمت ہے پسند آئے تو رکھ لیجیے۔ بازارِ حسن کا ذکر کرتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے اس لیے اب وعدے نہ کروں گا۔ پریم پچیسی کی ساٹھ جلدیں بنارس بھیجی تھیں۔ آپ نے رسید سے اطلاع نہیں دی۔ یا دی ہو تو مجھے ملی نہیں۔ امید ہے کہ آپ کے دفتر سے یہ کتابیں جلد نکل جائیں گی۔ اور کیا عرض کروں یہاں کچھ خفیف سی بارش ہوئی ہے۔ پر ضرورت سے بہت کم۔ شکر ہے کہ پنجاب میں اب سکون ہوا۔ کل میں نے حمیا کو خاص طور سے پڑھا۔ مصنف نے خوب لکھا ہے۔ اگر کوئی ہندو صاحب ہیں تو خیر۔ اور اگر مسلمان صاحب ہیں تو ان کی قلم کی داد دیتا ہوں۔ قصہ خوب بنایا گیا ہے۔ سری کانت کا کیرکٹر قابلِ تعریف۔ میں نے اس قصہ کو ہندی میں ترجمہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ جواب سے جلد سرفراز فرمائیے گا۔ حالانکہ اس کا مجھے استحقاق نہیں ہے۔

احقر — دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۱۴؍جولائی ۱۹۱۹ء

برادرم تسلیم

آپ کے دو نوازش نامے ایک ساتھ آئے۔ مشکور ہوں۔ توارُد مضامین کا مجھے افسوس اس لیے ہے کہ آپ کا قصہ ادھورا رہ گیا۔ اور خوشی اس لیے کہ ہمارے درمیان کوئی رُوحانی یا باطنی تعلق ضرور ہے۔ ورنہ اوروں کو وہی باتیں کیوں نہیں سوجھتیں۔ پر آپ اپنا قصہ ضرور تمام کریں۔ ہر گل را رنگ و بوئے دیگر۔ سنسکرت لٹریچر پر لکھنے کا میں نے ارادہ کیا تھا مگر اس کے لیے جو مواد جمع کیا تھا۔ وہ سب اِدھر اُدھر ہو گیا۔ اب بہاری کے متعلق کوئی مضمون عنقریب بھیجوں گا۔ پریم پچیسی کے لیے آپ نقد حساب کر دیں۔ تو زیادہ بہتر۔ کل قیمت پر للعہ (چالیس) فی صدی کمیشن اور صرفہ ریل وغیرہ کر لیں۔ یوں عہ (بیس روپے) نکلیں گے۔ قصہ کا حساب ملا کر سہ (تیس روپے) کا منی آرڈر ارسال فرما دیں۔ توعین عنایت ہو۔

میں اب تک آپ سے اپنے مضمونوں کے لیے عہ (دس روپے) لیا کرتا تھا۔ مجھے اب بھی کوئی انکار نہیں ہے۔ مگر چونکہ بعض دیگر رسائل اس سے بہتر شرائط کرنے پر آمادہ ہیں۔ اس لیے مجھے احتمال ہے کہ میرا نفس کہیں ان شرائط پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ اور مجھے اپنی خواہش کے خلاف اپنے اچھے مضامین ان کے پاس بھیجنے کے لیے مجبور نہ کرے۔ صبحِ امید کے متواتر خطوط آ رہے ہیں اور وہ مجھے ہے (پندرہ روپے)

سے ۲۰؎ (بیس روپے) تک نذر کر رہا ہے۔ اب مجھے مجبوراً اس کی شرائط منظور کرنی پڑیں۔ ورنہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ میں نے اب تک اس میں ایک سطر بھی نہ لکھی تھی۔ اب کس حیلہ سے انکار کروں۔ یہ سب دکھڑا آپ سے محض دلی تعلق کے باعث کر رہا ہوں۔ میں حاشا یہ نہیں کہتا کہ آپ بھی مجھے ۱۵؎ (پندرہ روپے) دیا کریں۔ اپنے قدیم سمجھوتے پہ قانع و شاکر ہوں۔ پر اگر میرے مضامین صبح امید میں نکلیں اور مجھ جیسا سست قلم آدمی کہکشاں میں اس سے بھی زیادہ تساہل کرے تو مجھے معذور خیال فرمائیے گا۔

میری وضع و قطع اور شکل و شباہت کے متعلق آپ نے جو قیاس کیا ہے اس سے رُوحانی تعلق کا گمان اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔ بیشک میرا سن ۴۰ سال ہے۔ میں بند کالر کا کوٹ اور سیدھا پاجامہ پہنتا ہوں اور پگڑی باندھتا ہوں۔ ایک یورپی آدمی کا پہناوا فلٹ کیپ ہے۔ آپ نے پگڑی کا گمان کیوں کیا۔ کیا آپ کو الہام ہوا ہے۔ میں اپنے مسلّمہ اصولوں کے خلاف اپنا ایک فوٹو بھی ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ اس شرط پر کہ وہ بعد ملاحظہ واپس کر دیا جائے۔ یا اگر آپ بطور ایک دوست کی یادگار کے رکھنا چاہیں۔ تو اس کا کسی آرٹسٹ سے ایک بڑے پیمانے کا بسٹ بنوالیں۔ اور کیا عرض کروں۔ کہکشاں کا انتظار ہے رابندر بابو کی کون کون سی تصانیف کے ترجمے جناب کے دفتر سے شائع ہونے والے ہیں۔ اب کی زمانہ جولائی میں رابندرو پر ایک دلچسپ مضمون نکل رہا ہے۔ آپ کی نظر سے گزرے گا۔

جناب قبلہ سید ممتاز علی صاحب کی خدمت میں دست بستہ

آداب قبول ہو۔

نیاز مند دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

گورکھپور۔ ۵ر اگست ۱۹۱۹ء

بھائی جان۔ تسلیم۔ آج جہا بیر پرشاد پوتدار کا خط آیا۔ کہ انہوں نے ایک گا نٹھ کاغذ کانپور بھجوا دیا۔ کاغذ چکنا ہے شاید عہ (دس روپے) رِیم پڑے گا۔ ۵۰۰ جلدوں کا خیال میں نے ترک کر دیا۔ اتنی ہی جلدیں چھپیں جتنا کاغذ پہنچے۔ شاید ۲۰ یا ۲۲ ریم ہو گا۔

ماٹیر لنک کا ڈرامہ تیار ہے۔ تمہید بھی مختصر سی لکھی۔ زیادہ مسالہ نہ مل سکا۔ صاف کرتے ہی بھیجوں گا۔

کہکشاں (والے) پریم پچیسی حصہ دوم کی سو جلدیں طلب کر رہے ہیں۔ براہِ عنایت ۱۰۰ جلدوں کا بنڈل بنوا کر وہاں بھجوا دیں۔ قیمت کا حساب میں خود ان سے کر لوں گا۔ محصول لاہور میں دیا جائیگا۔ آپ کے دفتر کا جو خرچہ ٹاٹ وغیرہ کا ہو۔ وہ میرے نام لکھوا دیں۔ مگر ہاں یہ خیال رکھنے کی تاکید کر دیں کہ وزن بیکار کم یا بیش نہ ہو۔ پیکٹ یا بیس سیر کا ہو یا تیس سیر کا۔ مگر اکیس سیر کا نہ ہو۔ ورنہ محصول کا نقصان ہوتا ہے۔

اور سب خیریت ہے۔ بارش کے مارے ناک میں دم ہے۔

امید کہ آپ معہ بال بچوں کے خوش ہوں گے۔

ہاں ذرا منیجر صاحب سے دریافت کر کے مجھے مطلع کر دیں۔ کہ تنیسی

کی چھپائی فی جزو کتنی پڑے گی۔ اس معاملے میں مجھے امید ہے کہ آپ کے امکان میں جتنی رعایت ہو سکتی ہو گی، اس سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی عدم توجہی میں میرا نقصان ہو جائے۔ میں نے محض آپ کی نگرانی کے باعث کانپور میں چھپائی کا فیصلہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کتاب کی قیمت عہ (ایک روپے) سے زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ لاگت اس سے کم شاید نہ ہو۔ ٹائٹل کلکتہ میں چھپوانے کا قصد ہے۔

جواب سے جلد سرفراز کیجیے گا۔

نیازمند دھنپت رائے

قصوں کا پیکٹ بھیج چکا ہوں۔ پہنچا ہو گا۔

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور۔ ۲۵ راگست ۱۹۱۹ء

جناب مشفقی، تسلیم۔ نوازش نامہ صادر ہوا۔ آپ اپنے سلسلہ اشاعت کی توسیع کرنا چاہتے ہیں۔ یہ امر میرے لیے خاص طور پر باعث اطمینان ہے۔ اردو میں رسالے اور اخبارات تو بہت نکلتے ہیں۔ شاید ضرورت سے زیادہ۔ اس لیے کہ مسلمان ایک لٹریری قوم ہے اور ہر تعلیم یافتہ شخص اپنے تئیں مصنف ہونے کے قابل سمجھتا ہے۔ لیکن پبلشروں کا کیسر قحط ہے سارے قلمرو ہند میں ایک بھی ڈھنگ کا پبلشر موجود نہیں۔ بعض جو ہیں ان کا عدم اور وجود برابر ہے۔ کیونکہ ان کی ساری کائنات چند ردی ناول ہیں۔ جن سے ملک یا زبان کو کوئی فائدہ نہیں۔ عرصہ ہوا "دائرۃ الادب"

دہلی میں قائم ہوا تھا۔ اور بڑے طمطراق سے چلا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں میں اس کے ناظم صاحب کا جوش فرو ہو گیا اور وہ کچھ اس طرح غائب ہو گئے کہ معاملہ داروں کا حساب تک نہ صاف کیا۔ اس لیے میں آپ کی اس تجویز سے بالکل مطمئن ہوں۔ لیکن معاف فرمائیے گا۔ ایک ادبی رسالہ کا بار اپنے سر پر رکھتے ہوئے آپ اپنی نئی تجاویز میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس میں مجھے شک ہے۔ ایک اوّل درجہ کا اردو رسالہ ایک آدمی کو ہمہ تن معروف رکھنے کے لیے کافی سے زیادہ ہے۔ ورنہ اس کا معیار سے گر جانا ضروری ہے۔ ایسی حالت میں آپ دونوں کام کامیابی کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ تاوقتیکہ آپ کو کوئی ہوشیار اسسٹنٹ نہ مل جائے۔ اور چونکہ آج کل لاہور میں بلا معقول معاوضہ کے ہوشیار آدمی مل نہیں سکتا۔ اور کہکشاں کے لیے یہ بار شاید ناقابلِ برداشت ہو۔ اس لیے آپ کو اس کے سوا اور مفر نہیں۔ کہ یا تو اشاعت کے ہوں یا کہکشاں کے۔ میری ناچیز رائے ہے کہ اگر آپ اشاعت کا کام سرانجام دے سکتے ہیں تو کہکشاں کو خیرباد کہیے۔ کہکشاں جو کام کر رہا ہے۔ وہی کام اور بھی کئی ممتاز رسالے کر رہے ہیں یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر پبلشنگ کا میدان بالکل خالی ہے۔ اور زبان کی خدمت کرنے کے جتنے موقعے اشاعت کتب کے ذریعہ مل سکتے ہیں ہمارے رسالہ سے ممکن نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہماری صحائف سے زبان کی خدمت نہیں ہوتی۔ مگر رسائل کے وسائل محدود ہوتے ہیں۔ اور اس کے حدود اسے تصنیف کے اکثر شعبوں سے بے فیض رکھتے ہیں۔ اردو رسالوں میں آپ کوئی ضخیم اور محققانہ تاریخی تصنیف نہیں شائع کر سکتے۔ تاوقتیکہ

وہ آپ کے روبرو خوردبینی صورت میں نہ پیش کی جائے۔ علیٰ ہذا: فلسفہ، شعر، نظریات، کیمیات، وغیرہ وغیرہ سبھی اصنافِ کلام کا دروازہ آپ کے لیے بند ہے۔ آپ کو چلتے ہوئے مضامین، تفریح بخش چٹکلے، دلچسپ شاعرانہ تذکرے، رنگین قصے چاہئیں۔ یہاں تک کہ آپ کوئی ضخیم ناول ہاتھ میں لیتے ہوئے ڈرتے ہیں تو جناب چٹ پٹے مضامین سے ناظرین کی ضیافتِ طبع چاہے ہو جائے لیکن زبان کی کوئی مستقل خدمت نہیں ہو سکتی۔ ایسے مضامین سے زبان کے مستقل سرمایہ میں کوئی قابلِ قدر اضافہ نہیں ہوتا۔

اردو کو ہر ایک شعبہ کی اچھی اور مستند کتابوں کی جتنی ضرورت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں اور حالانکہ اس بے بضاعتی کا باعث ایک بڑی حد تک ہماری سیاسی بے دست و پائی ہے۔ تاہم ہم نے اپنے لٹریچر کی طرف ابھی اتنی توجہ نہیں کی جس کا وہ مستحق ہے۔ اگر ہمیں اپنی لاج رکھنی ہے تو اپنے لٹریچر کو فروغ دینا پڑے گا اور چاہے یہ کام افراد کریں یا مجموعہ افراد۔ مگر ایسے کاروباری اصولوں پر کیے بغیر استحکام نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ ایک مشترکہ سرمایہ سے کوئی پبلشنگ کام جاری کر سکیں تو کیا کہنا۔ لاہور جیسے تجارتی مقام پر ایسی کمپنی کھولنی بہت مشکل نہ ہونی چاہیئے۔ بہرحال اگر آپ اشاعت کے کاروبار میں ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں تو کہکشاں کو بند کیجیے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ آپ کو اس کے جاری رکھنے میں سراسر خسارہ ہے۔ یہی میری دوستانہ صلاح ہے۔ امید ہے۔ آپ میری صاف گوئی کو معاف فرمائیں گے۔

خاکسار — پریم چند

بنام امتیاز علی تاجؔ

گورکھپور۔ ۱۱؍ اگست ۱۹۱۹ء

مشفقی من تسلیم

لفافہ ملا۔ مشکور ہوں۔ مئی جون کے پرچے خوب پڑھے۔ اور حظ اُٹھایا۔ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ ایسا دلچسپ رسالہ اس وقت اردو زبان میں نہیں ہے۔ پبلک اگر قدر نہ کرے تو مجبوری ہے۔ بالخصوص ارتقا اور اصل انواع پر جو مضمون قبلہ سید ممتاز علی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ رسالہ کی جان ہے۔ ان موضوعات پر ایسا صاف اور روشن مضمون میری نظر سے نہیں گزرا۔ مجھے اب تک معلوم نہ تھا کہ حضرت ممدوح کو علمی مضامین میں بھی اتنی دسترس ہے" فوبی" کچھ زیادہ دلچسپ نہیں لیکن "شبنم کی سرگزشت" بہت اچھا ہے۔ گلکدہ پر اردو رسالوں میں کوئی منفرانہ تنقید نہیں نکلی۔ اس لحاظ سے دنیز تنقید کی خوبی کے اعتبار سے آپ کا رسالہ اول ہے۔ اردو کے نقاد پر اچھی چوٹ کی ہے۔ حالانکہ کسی قدر غیر منصفانہ ہے۔ "عالم خواب" مجھے بہت پسند آیا۔ علاج بے دوا، خوب ہے۔ معلوم نہیں طبع زاد ہے یا کچھ اور حصہ نظم بھی دیگر رسالوں سے کہیں بلند تر ہے۔ میں تعریف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ حق کا اظہار کر رہا ہوں۔ گمنام صاحب تو بڑے لکھاڑ معلوم ہوتے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ خوب لکھتے ہیں۔

پریم پچیسی حصہ دوم کی ۱۰۰ جلدیں آپ کے یہاں بھجوادی ہیں۔ پریم بتیسی حصہ اول چھپ رہی ہے۔ غالباً دو مہینے میں تیاری ہو جاویگی۔

کیا تنبیہی کا حصہ دوئم آپ اپنے اہتمام سے نہیں شائع کرسکتے؟ بازارِ حسن
تو ابھی معلوم نہیں کب تک تیار ہو۔ اس اثنا میں اگر تنبیہی حصہ دوئم
آپ شائع کرسکیں تو خوب ہو۔ کچھ قصے آپ ہی کے دونوں پرچوں میں
نکلے ہیں۔ بقیہ دس میں دیدوں گا۔ کوئی ۱۰ جزو کی کتاب ہوگی آپ
کے لیے ایک قصہ لکھ رہا ہوں۔ خونِ جگر تو بہت صرف کررہا ہوں
پر معلوم نہیں کچھ رنگ بھی آئے گا یا نہیں۔ خون ہی نہیں ہے تو رنگ
کیا خاک پیدا ہو۔ اور کیا التماس کروں۔ اپنے والد صاحب قبلہ
کی خدمت میں میرا دست بستہ سلام کہیے گا۔ آپ کے خطوط سے ایسا
خلوص ٹپکتا ہے کہ بے اختیار ملنے کا جی چاہتا ہے۔ پر غلامی کی قید اور
سفر کی درازی ہمت توڑ ڈالتی ہے۔ والسلام۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

گورکھپور۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۱۹ء

بھائی جان۔ تسلیم۔ خط ملا۔ میرا خیال یہ ہے کہ جب تک واضح
طور پر معاہدہ نہ ہو جائے۔ اس وقت تک اخبارات کا بیشتر مضامین
پر محض اشاعت اول کا حق رہتا ہے۔ ماڈرن ریویو میں ربندر و بابو
کے کتنے مضامین اور تصانیف نکلی ہیں۔ پر بعد کو میکملین نے ان سبھوں
کو کتابی صورت میں شائع کیا ہے اور یہ مسلم ہے کہ جب اخبار کسی مضمون
پر دائمی استحقاق چاہے گا۔ تو اسے اسی حساب سے معاوضہ بھی

دینا پڑے گا۔

کہکشاں اور صبحِ امید مجھے ہر ایک قصے کے ۱۵؎ (پندرہ روپے) دیتے ہیں۔ بعض بہت چھوٹے قصوں کے ۱۰؎ (دس روپے) ہی لیے لیتا ہوں۔ سوتیلی ماں کے ۱۰؎ (دس روپے) ملے مگر "خونِ حرّیت" کے ۱۵؎ (پندرہ روپے)

مجھے کہکشاں نے کوئی آفر نہیں کیا۔ خود ہی مجھ سے شرائط پوچھے میں نے آپ سے استصواب کیا۔ آپ ۱۲ فی صدی رائلٹی کہتے ہیں۔ یہ بہت کم ہے۔ ۱۵ فی صدی میرے خیال میں زیادہ قرین انصاف ہے۔ اگر آپ کو اس میں خسارہ نہ ہو۔ تو آپ پریم پچیسی کا دوسرا اڈیشن شائع فرمائیں۔ کتاب کی قیمت عہ؍ (ایک روپیہ آٹھ آنے) رکھیں۔ ایک ہی جلد میں نکلے ایک ہزار جلدوں کی کل مطبوعہ قیمت پندرہ سو ہوگی۔ اس پر ۱۵ فی صدی کے حساب سے مجھے ۲۲۵ ملنا چاہیے۔ میں ۲۰۰ پر قناعت کروں گا۔ مگر نقد ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ میں ایک ہندی پریس کھولنا چاہتا ہوں۔ تاکہ میں اپنے پسماندوں کو بالکل بے آڑ نہ چھوڑوں۔ اس لیے مجھے نقد کی ضرورت ہے۔

پریم بتیسی حصہ اول چھپ جانے کے بعد جب صرفہ کا حساب ہو جائے تو اس کی نسبت بھی آپ پندرہ فی صدی پر طے فرما سکتے ہیں۔

'آتمارام' حسب وعدہ ارسال ہے۔

طفل نوزائیدہ کی خبر شاید آپ کو دے چکا ہوں۔

بابو رگھوپت سہائے کی تحریک سے ان کے والد کے کلام کا ایک حصہ ارسال ہے۔ ایک نوٹ بھی اس کے ساتھ ہے۔ مناسب سمجھیں

تو درج کر دیں۔ رگھوپت سہائے کی نظم کیا ہوئی۔ اگر درج نہ کریں تو اُسے واپس کر دیں۔ وہ بار بار تقاضا کرتے ہیں۔

امید کہ بچے بخیریت ہوں گے۔ آپ کو پرماتما صحت دیں۔ ادھر بھی وہی حال ہے۔ پر زندہ ہوں۔

ادیب میرے یہاں ایک بھی نہیں ہے۔ سب لوگ اٹھالے گئے۔ جلوۂ ایثار کی ایک جلد موجود ہے۔ ایک مہینہ ہوا۔ انڈین پریس سے وی۔ پی منگوایا ہے۔ کہئے تو بھیج دوں۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

گورکھپور۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۱۹ء

مشفق من۔ تسلیم

"دفتری" آپ کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہوتا ہے۔ اس پر نگاہِ کرم کیجیے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ مضامین کے حقوق کے متعلق میں ذرا بھی کبیدہ خاطر نہیں ہوں۔ مگر "دفتری" ان شرائط کی اصلاح کرے گا۔ "پریم چالیسا" کا پہلا قصہ ہے۔ کہکشاں کا حق اوّل اشاعت کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔ دیکھیں یہ چالیسا کب تک ختم ہوتا ہے۔ غالباً دو سال لگیں گے۔

پریم پچیسی اور بتیسی کے متعلق۔ بتیسی کا پہلا حصہ چھپ رہا ہے آپ نے شرائط کا بار مجھ پر ڈالا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس کا فیصلہ آپ

خود کر سکتے۔ پریم پچیسی آیندہ دس سال میں غالباً دو ایڈیشن اور نکل سکے گی۔ اگر آپ مطبوعہ قیمت پر مجھے ۱۵ فی صدی دیں اور فی ایڈیشن ایک ہزار کاپیاں رکھیں۔ تو بحساب ۱۴/ (ایک روپیہ چار آنے) فی نسخہ مجھے کم و بیش ۱۸۰ روپے ملتے ہیں۔ (یعنی ۱۲۵۰ روپے پر ۱۵ فی صدی) اور دوسرے ایڈیشن کے اس حساب سے ۳۶۰ روپے ہو جائیں گے چونکہ آپ کو مدت دراز تک کتابیں بکنے کے بعد نفع ہو گا۔ اس لیے اس ۳۶۰ میں آپ تخفیف کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ وہ آپ شوق سے کریں۔ یعنی کے تین ایڈیشن ہوں گے۔ آپ کے قصے نکالنے کے بعد میرے لیے یہ بھی پچیسی ہی رہ جائے گی۔ اور اسی پرانے حساب سے مجھے ۵۴۰ روپے ملنے چاہئیں۔ اسی میں کبھی آیندہ اور حال کا خیال کر کے جو تخفیف چاہیں کریں۔ میں اس آفر پر خوب غور کروں گا۔ آپ بلا تامل اپنا خیال ظاہر فرمائیں۔

بازارِ حسن میں کچھ تعویق ہوئی۔ یہ خیال ہوا کہ دس دن کی تعطیل ہو رہی ہے ممکن ہے ۵۰ — ۶۰ صفحات اور نقل ہو جائیں تو اکٹھے بھیجوں۔ اس لیے روک لیا ہے۔

میں نے انہی دنوں ایک اور قصہ لکھا ہے "آتما رام" وہ زمانہ میں بھیج رہا ہوں۔ وہ اس قدر ہندو ہو گیا کہ کہکشاں کے لائق نہیں۔ آپ خود ہندو سہی۔ پر آپ کے ناظرین تو ہندو نہیں ہیں۔

"دفتری" بالکل لا لف سے لیا گیا ہے۔ تخیل کو بہت کم دخل ہے ممکن ہے وہ خشک معلوم ہو۔ تو آپ بلا تکلف واپس فرما دیجیے گا۔ مجھ میں ایک خاص عیب یہ ہے۔ اور وہ عمر کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔

کہ میں کہانیوں میں حسن و عشق کی چٹپٹی چاشنی نہیں دے سکتا۔ وہ دن اب نہیں رہے۔ حضرت نیاز کی سی جوان طبیعت کہاں سے لاؤں۔ اور کیا عرض کروں۔

ایک بات آپ سے راز کی کہہ دوں۔ مجھے پچیسی اور تنبیسی کے لیے ۱۲ فی صدی کا آفر ہو چکا ہے۔ اور بغیر تعین آئندہ و حال۔ رویندر و بابو کو میکملین ۲۰ فی صدی دیتا ہے۔ میں رویندرو بابو ہوں نہیں۔ اس لیے ۱۲ اور ۲۰ کے درمیان ۱۵ پر قانع ہونا چاہتا ہوں والسلام۔

دھنپت رائے

۵۔ اگر ان صورتوں میں ایک بھی منظور نہ فرمائیں تو میری پہلی ہی تجویز سہی۔ یعنی تنبیسی حصہ دوم کی ایک ہزار جلدیں نکال کر حصہ اول سے ۵۰۰ کا تبادلہ اور مجھے کل مطبوعہ قیمت کا $\frac{9}{16}$۔ اگر ایک روپیہ (عہ) قیمت رکھی جائے اور آپ کے سات قصے نکال دئے جائیں تو مجھے تقریباً (... عہ ...) ملتے ہیں۔ اس میں زیادہ جھنجھٹ نہیں۔ آپ کے یہاں ابھی سے کتابت ہونے لگے گی۔ تنبیسی کا حصہ اول نومبر کے آخر تک نکل جائے گا۔

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۹ء

بندہ نواز۔ تسلیم۔ مزاج عالی۔ اناّ دیکھی خوب ہے۔ جس قلم سے

عہ۔ اصل خط میں یہ رقم پڑھی نہیں جا سکی (مرتب)

آنا نکل سکتی ہے۔ اس سے آئندہ مجھے رقابت کا اندیشہ ہو تو قابلِ معافی ہے۔ بقیہ کا اشتیاق ہے۔ چھوٹی کہانیوں کو کئی حصوں میں چھاپنے سے لطف جاتا رہتا ہے۔

روپے مل گئے ممنون ہوں۔ "پیمانِ وفا" احباب قدیم کی نذر ہوا۔ آپ کے پیسے دوسری فکر کروں گا۔

بازارِ حسن رفتہ رفتہ صاف ہو رہا ہے۔ ارادہ ہے۔ ایک محرر رکھ کر کام جلدی سے ختم کر دوں۔ زیادہ والسلام۔

احقر دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

۳۰ نومبر ۱۹۱۹ء

جناب مکرم بندہ تسلیم۔

میں یہاں تین دن سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ مگر غالباً آپ لکھنؤ سے واپس گئے۔ میری بدنصیبی۔ پریم بتیسی حصہ دوئم کے لیے میں نے کون کون سے قصے تجویز کیے تھے۔ ان کی ایک فہرست مجھے بھیج دیجیے۔ مجھے یاد نہیں آتا۔ مسطر ۲۱ سطری ہی ہونا چاہیے۔ اس مسطر پر حصہ اول چھپ رہا ہے۔ کاغذ میں نے حصہ اول کے لیے IVORY FINISH ۲۰ پونڈ لگایا ہے۔ اگر آپ بھی یہی کاغذ لگائیں تو دونوں حصوں میں یکسانیت آ جائے۔ اور تب قیمت بھی یکساں رکھی جا سکے گی۔ گھٹیا کاغذ لگانا بے جوڑ ہو گا۔ میری شرطیں کیا تھیں۔ اس کی بھی ایک نقل درکار ہے

میرا حافظہ ناقص ہے۔ اور یادداشت کا نوٹ بھی نہیں رکھتا۔ آج کہکشاں دونوں ستمبر اور اکتوبر ملے۔ خوب ہیں۔ پڑھ کر تنقید کروں گا۔ بازارِ حسن کے تین سو صفحات ہو گئے۔ صرف دو سو اور باقی ہیں۔ آپ کو اگر فرصت ہو۔ تو میں یہ ۳۰۰ صفحات چلتا کروں۔ جب تک آپ دیکھیں گے کاتب لکھے گا۔ تب تک میں دو سو صفحات پورے کر دوں گا۔ جو دو گھنٹہ روزانہ کے حساب سے ایک ماہ کا کام ہے۔ "خونِ حرمت" پر حضرت تمدن کتنے برہم ہوئے۔ دیکھی آپ نے ان صاحبوں کی وسعتِ دل جہاں سوئی نہ چھبے وہاں شہتیر ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے ان کا جواب میں نے لکھ کر تمدن کے پاس بھیجا ہے۔ اگر چھاپا تو خیر۔ ورنہ زمانہ میں نکلے گا۔ جنوری سے رسالہ زمانہ میں رنگین تصویریں بھی ہونگی قبلہ سید ممتاز علی کے دماغ میں غالباً فلسفیانہ مسائل کا ذخیرہ موجود ہے۔ ہر ماہ نکلتا ہی آتا ہے۔ اس موضوع پر انہیں نہایت منقدانہ دستگاہ ہے۔ آپ نے مجھ سے کچھ جنوری کے لیے مانگا ہے۔ میں مستقل وعدہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں آج کل اپنے جدید ناول میں دل وجان سے لپٹا ہوا ہوں۔ اسے دسمبر ۳۱ تک ختم کرنا چاہتا ہوں۔ زیادہ والسلام۔

جواب سے جلد یاد فرمائیے گا۔

احقر

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور۔ ۱۶ر دسمبر ۱۹۱۹ء

جناب مشفق تسلیم

پروف اور نوازش نامہ کئی روز گزرے ملے۔ کاغذ بُرا نہیں ہے اسی پر چھپنے دیجیے۔ چھپے ہوئے فارم رد کر دینے سے نقصان ہوگا۔ میرا کاغذ اس سے کہیں بہتر ہے۔ لیکن کوئی مضائقہ نہیں۔ سستا کاغذ ہوگا تو کتاب بھی ارزاں ہوگی۔ مسطر وہی رہنا چاہیے۔ مگر کاتب کو تاکید کر دی جائے۔ کہ مکالمے ہمیشہ نئی سطروں سے شروع کیا کرے۔ قصوں کی فہرست ضرور روانہ فرمائیے گا۔ کہکشاں ستمبر اور اکتوبر دونوں ملے بہترین مضمون مولانا صاحب قبلہ کا ہے۔ ان موضوعات پر ایسے واضح مضامین میری نظر سے نہیں گزرے "حجابِ الفت" خوب ہے۔ ہاں پلاٹ کمزور ہے۔ اور کہیں کہیں سلاست بیان قائم نہیں رہنے پائی ہے۔ دیگر مضامین اوسط درجہ کے ہیں "بنو عباد" بالکل تاریخی مضمون ہے۔ اس سے عوام کو کیا دلچسپی ہوگی؟۔ میں عنقریب چارلس ڈکنس کا ایک قصہ خدمت میں بھیجوں گا۔ نادر قصہ ہے۔ ترجمہ مکمل ہے، عدیم الفرصتی کے باعث ایک صاحب سے نقل کرا رہا ہوں۔ بنبیی کا کام جاری رکھیےگا تاکہ حصہ اول و دوئم ساتھ ساتھ نکلیں۔ "بازارِ حسن" کی کاپی بھی قصہ موعودہ کے ساتھ روانہ خدمت ہوگی۔

"ایک رات" مجھے بہت پسند آیا۔ زورِ بیان ہے۔ تشبیہات نادر رسائیِ فکر کی داد دیتا ہوں۔ کچھ خوابِ پریشاں سے ملتا ہوا معلوم

ہوتا ہے۔ تشبیہیں کئی بہت خوب ہیں۔

نیاز مند دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

گورکھپور۔ ۳ر فروری ۱۹۲۰ء

بھائی جان تسلیم۔ کارڈ ملا۔ جنوری کا پرچہ ملا۔ لیکن مفصل خط نہ ملا۔ خیر آپ عدیم الفرصت ہوں گے۔ میں نے آسکر وائلڈ کی ایک دلچسپ کہانی ترجمہ کرلی ہے۔ شاید کل تک ختم ہو جائے۔ سید بشیر حیدر فرنیچی اسے صاف کر رہے ہیں۔ مضمون طولانی ہے۔ زمانہ کے ۳۰ صفحات سے کم نہ ہوگا۔ آپ کے پاس بھیجوں؟ جواب سے جلد سرفراز کیجیے گا۔

پریم بتیسی حصہ اول غالباً چھپ رہی ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ ایک مارچ کو میری آنکھیں اس کے درشن کریں گی۔ کل پانی برسا۔ آج خوب سردی ہے۔

اور تو کوئی تازہ حال نہیں ہے۔

نیاز مند دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

۱۱/ فروری ۱۹۲۰ء

بھائی جان تسلیم

خطوط کا جواب دینے میں دیر ہوئی۔ معاف کیجیے گا۔ "اصلاح" حسب وعدہ ارسالِ خدمت ہے۔ اسے آپ کہانی کی نگاہ سے نہیں۔ خیالات کی نگاہ سے دیکھنے کی عنایت کیجیے گا۔ چند نظمیں منشی گورکھ پرشاد عبرت مرحوم کی بھی ارسال ہیں۔ پسند آئیں۔ تو درج کیجیے گا۔ جنوری نمبر ملا۔ حسب معمول قبلہ ممتاز علی صاحب کا مضمون بہترین ہے۔ بحیثیت مجموعی بہت ہی اچھا نمبر ہے۔ نظم کا حصہ خاص طور پر دل کش ہے۔ تپش اور نشتر کی غزلوں میں خوب لطف آیا۔

بازارِ حسن کا گجراتی ایڈیشن نکل رہا ہے۔ خوب خوب تصویریں نکل رہی ہیں۔ آپ چاہیں گے تو بلاک دلوا دوں گا۔ مصور ایڈیشن نکل جائیگا۔ اور ارزاں۔

"درگا کا مندر" "ذخیرے" میں چھپا تھا۔ "ذخیرے" کے فائل میں دیکھیں مل جائے تو بہتر۔ ورنہ مجھے اطلاع دیجیے۔ نقل کر کے بھیج دوں۔

"نیکی کی سزا" ہندی میں نکلا تھا۔ اس کا مسودہ بھی میرے پاس ہے۔ صرف نقل کرنے کی ضرورت ہے۔ "ایمان کا فیصلہ" اور "فتح" آپ کی خدمت میں پہنچ گئے ہوں گے۔

عجلت میں ہوں معاف کیجیے گا۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

۱۸ر فروری ۱۹۲۰ء۔ گورکھپور

بھائی جان تسلیم۔ کاغذ کے متعلق کل خواجہ صاحب کو کارڈ لکھ چکا ہوں۔ ۴۱ پونڈ ٹیٹا گڈھ لگوا دیں۔ اور قیمت سے مجھے مطلع کریں۔

مارواڑی اسکول میں اسسٹینٹ ٹیچری مجھے منظور نہیں ہے۔ خواہ کتنی ہی تنخواہ ملے۔ وہی حالت تو یہاں بھی ہے۔ یہاں فرصت بہت زیادہ ہے۔ ہیڈ ماسٹر نہایت معقول۔ کروں گا تو ہیڈ ماسٹری۔ اور اسسٹینٹ رہنا ہو تو یہاں بڑے مزے میں ہوں۔ مجھے یہاں مع مکان کے ۱۲۰ روپے ملتے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس لیے خواہ مخواہ ڈانواں ڈول کیوں ہوں۔ جولائی سے غالباً میموریل کا کچھ نتیجہ ہوا تو مجھے کچھ اور مل جائے گا۔ وہاں سے بہتر حالت رہے گی۔ آپ کو میری فکر ہے۔ اس سے البتہ قلب کو سرور ہوتا ہے۔ اس کے لیے میرا ایک ایک رویاں آپ کا مشکور ہے۔ پرماتما کرے آپ کو جلد موجودہ کشمکش سے نجات ہو۔ میرا دوسرا ناول "ناکام" عنقریب اختتام ہے وہ پورا ہو جائے تو نوبت رائے کی طرف متوجہ ہوں اور قصے بھی لکھوں ہندی کا آج کل بہت کام کرنا پڑتا ہے۔ یہ ناول بھی ہندی میں چھپے گا۔ اردو میں اس کا حشر کیا ہوگا۔ معلوم نہیں۔ بازارِ حسن البتہ چھپ جائے گا۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

گورکھپور۔ ۱۱؍مارچ ۱۹۲۰ء

بھائی جان تسلیم۔ خط ملا۔ بیشک امدادی اسکولوں میں کارگذاری
کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ صیغہ عنقریب مستقل ہونے والا ہے
اس لیے امید ہے کہ شاید آئندہ اس قسم کی کارگذاری کے مقابلہ میں
خالص تعلیمی کام کی زیادہ قدر کی جائے۔ آپ کے صدمات اور پریشانیوں
پر بہت رنج ہوتا ہے۔ کیا کروں۔ میں اسی لیے تو کانپور آنا چاہتا تھا
کہ مل کر کچھ کام کر سکتے۔ یہاں چاہوں تو پریس بھی کھولوں۔ اخبار بھی
نکالوں۔ ہمدردوں کے تقاضے ہو رہے ہیں۔ لیکن میں ٹالتا آتا ہوں
اخبار نویسی کی ترددات کی برداشت کا خیال مارے ڈالتا ہے۔ ماسٹری
میں وہ گرمی شہرت نہ سہی، روزی تو چلتی ہے۔ اگر کانپور آگیا
تو ہم اور آپ مل کر کچھ کام کر سکیں گے۔ ورنہ اس کی اور کیا صورت
ہے۔ مہتاب رائے کلکتہ کے اس چھاپے خانہ میں جس کے مالک میرے
دوست مسٹر پوتدار ہیں، منیجر ہیں۔ ۶۰/ (۶۰ روپے) ماہوار پاتے ہیں
اور پوتدار کا ارادہ ہے کہ انہیں نفع میں کچھ حصہ بھی دیدیں۔ بجز فاصلہ
کے اور انہیں وہاں ہر طرح آرام ہے۔ ہم لوگوں کا چھاپہ خانہ تیار
ہوگا۔ تو انہیں یہاں بلا لوں گا۔ وہ کام سے خوب واقف ہو گئے
ہیں۔ مضمون نویسی ترک نہیں کی ہے۔ اور نہ کروں گا۔ لیکن آج کل
بازارِ حسن کی ترتیب میں مصروف ہوں۔ ابھی تک 'نا کام' میں مصروف تھا
بازارِ حسن اب پریس جا رہا ہے۔ اس کے بعد 'ناکام' میں ہاتھ لگے گا۔

پہلے ہندی ایڈیشن نکلے گا۔ صحت ایسی خراب ہے کہ زیادہ کام کرنے کی مہلت نہیں دیتی۔ تاہم جلد ہی کچھ بھیجتا ہوں۔ "روئے سیاہ" تیار کر چکا ہوں۔ صرف صاف کرنا باقی ہے۔ بابو رگھوپت سہائے اپنی مالی تردّدات سے پریشان ہیں۔ ان سے بھی کہہ رہا ہوں۔ مگر میرا "روئے سیاہ" جلد ہی جائے گا۔ امید ہے کہ بچے خوش ہوں گے۔ یہاں سب خیریت ہے۔

آپ کا   دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

گورکھپور۔ ۲۴ر مارچ ۱۹۲۰ء

مشفقی تسلیم۔ یہ خموشی کیوں؟ دو خط لکھے جواب ندارد۔ "پریم پورنیما" نذر کی۔ رسید ندارد۔ سخت تردّد ہے۔ جلد روانہ کیجیے۔ مارچ کا رسالہ دیکھا۔ مولانا راشد اور حضرت نیاز دونوں صاحبوں کے مضامین قابلِ داد ہیں۔ خوب لطف آیا۔ منصوری چلنے کی دعوت دی تھی۔ میں تیار ہوں مگر آپ دعوت کرکے بھول گئے۔ جلد فیصلہ کیجیے۔ تاکہ ادھر سے مایوسی ہو تو میں ڈیڑھ دو دن جانے کا ارادہ کر لوں۔ اور تو کوئی حال تازہ نہیں پریم بتیسی کا کیا حال ہے؟ کتنی ہوئی اور کتنی باقی ہے۔ بازارِ حسن کے اب کل ۳۰۸ صفحات باقی ہیں ار اپریل کو آپ کے پاس رجسٹرڈ پہنچ جائینگے

والسلام۔

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور نارمل اسکول ۲/اپریل ۱۹۲۰ء

جناب مشفقی تسلیم

مفصل خط ملا۔ پریم بتیسی کی طباعت ابھی شروع نہیں ہوئی۔ کاغذ سے مجبوری ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ تاحدِ امکان کوشش کریں گے۔ تصاویر کا میں بھی بہت گرویدہ ہوں۔ اس سے بچے خوش ہو سکتے ہیں۔ مگر اہلِ مذاق کو تصاویر کی ضرورت نہیں۔ میں کبھی اس جھمیلے میں نہیں پڑتا۔ چاہتا۔ اپنے قصص کا مجموعہ ضرور شائع کیجیے۔ مجھے یقین ہے مقبول ہوگا کل کی ڈاک سے بازارِ حسن بذریعہ رجسٹرڈ پیکیٹ خدمت میں پہنچے گا۔ ختم ہوگیا پیکٹ بنا ہوا تیار ہے۔ آج ڈاک خانہ بند ہے۔ آپ اسے ایک بار سرسری طور پر دیکھ جائیں۔ اور تب اس کے متعلق مجھے اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ اب کے ہندی کے مشہور رسالہ سرسوتی میں اس پر ایک تبصرہ نکلا ہے۔ اگر وہاں کہیں پرچہ ملے تو مارچ نمبر میں دیکھیں۔ پریم بتیسی جلد اول کے بارہ فرمے چھپ چکے ہیں۔ شباب اردو نے مجھے یاد کیا ہے۔ لیکن یہاں فرصت کہاں؟ بن پڑے گا تو کچھ لکھوں گا۔ کہکشاں کے لیے ابھی تک کوئی مضمون نہیں لکھ سکا۔ مگر جلد شروع کروں گا۔ جواب سے جلد سرفراز فرمائیے گا۔

نیاز مند

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

۱۴ اپریل ۱۹۲۰ء۔ گورکھپور نارمل اسکول۔

محبی تسلیم

مفصل خط ملا۔ لیکن مفصل جواب اس وقت دوں گا جب آپ بازارِ حسن تمام وکمال پڑھ لیں گے۔ اس کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا وہ سب آپ کی قدر افزائی ہے۔ میں بہت ممنون ہوں گا۔ اگر جناب اس پر اپنی مفصل تبصرانہ رائے سے مجھے مطلع فرمادیں۔ اس میں ناراض ہونے کی کون سی بات ہے۔ نقاد ہیں کہاں؟ مجھے تو اس کی آرزو رہتی ہے کہ کوئی مجھے خوب نیک وبد سمجھائے۔ اس کی طباعت کے حق الخدمت وغیرہ کے متعلق آپ مجھ سے کہیں بہتر فیصلہ کرسکتے ہیں۔ قبلہ سید ممتاز علی صاحب کو میری جانب سے ثالث بنا لیجیے گا۔

مقدمہ آپ کے لیے لکھ رہا ہوں۔ مئی میں درج ہوسکے گا۔ والسلام

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور۔ ۲۲ اپریل ۲۰ء

مشفق من تسلیم

نوازش نامہ ملا۔ مشکور ہوں۔ بازارِ حسن آپ شائع کریں۔ شرائط کے متعلق یہ عرض ہے۔

(۱) کہ آپ پہلے ایڈیشن کے لیے مجھے ۲۰ فی صدی رائلٹی عطا فرمائیں۔ پہلا ایڈیشن ۱۲۰۰ نسخوں کا ہو۔ غالباً عہ؍ (ایک روپیہ آٹھ آنے) قیمت رکھی جائے۔ مجھے ۲۴۰ جلدیں ملیں گی۔ یہ جلدیں خواہ مجھے جلدوں کی صورت میں دیدی جائیں یا روپیہ کی صورت میں۔ روپیہ کی صورت میں دینے سے وہی کمیشن جو میں کسی دوسرے بک سیلر مثلاً رسالہ زمانہ کو دوں گا۔ آپ کو وضع کر دوں گا۔ اگر آپ اسے پسند نہ فرمائیں۔ تو مجھے جلدیں ہی دیدیں۔ میں کسی طرح بیچ یا نکوالوں گا۔ اگر ان صورتوں میں کوئی پسند نہ ہو تو مجھے پہلے ایڈیشن کے لیے ۲۵۰ روپے عطا فرمائیں۔ ہندی میں مجھے ۵۰۰ ملے تھے۔ گجراتی ایڈیشن کے ۱۰۰ ملے۔ آپ جس طرح چاہیں۔ فیصلہ کریں۔ ۲۵۰ روپے غالباً ضرورت سے زیادہ مطالبہ نہیں ہے۔ میری ڈیڑھ سال کی محنت اور خامہ فرسائی کا نتیجہ یہ کتاب ہے۔ اگر یہ شرطیں آپ کو ناگوار معلوم ہوں۔ تو اپنی مرضی کے مطابق کتاب شائع کر کے مجھے جو چاہیں دیدیں۔ مجھے یہ سخت ذلت معلوم ہوتی ہے۔ اپنی کتاب بیچنے کیلیے پبلشروں کی خوشامد کرتا پھروں۔

(۲) پریم بتیسی حصہ دوئم کا قصہ "خونِ عزت" ملفوف ہے۔ پہلا حصہ عنقریب تیار ہے۔ دوسرا حصہ بھی جلد نکلے تو بہتر۔ معلوم نہیں کاغذ دستیاب ہو یا نہیں۔ میرے پبلشر (ہندی) کلکتہ سے آپ کے لیے ہر ایک قسم کا کاغذ سمپل کے ساتھ بھیجنے پر آمادہ ہیں۔ نصف قیمت پیشگی درکار ہوگی۔ اگر آپ اسے منظور فرمائیں۔ تو کاغذ کا آرڈر وغیرہ اس پتے پر دے سکتے ہیں۔ میرا حوالہ دینا ضروری ہوگا۔

SHRIYUT MAHABIR PARASAD JEE POTDAR

BOOK SELLERS AND PUBLISHERS

HINDI PUSTAK AGENCY

No, 126 HARISON ROAD CALCUTTA.

(۳) منشی گورکھ پرساد صاحب عبرت مرحوم کی نظم "یادِ رفتگاں" آپ نے شائع کی۔ اس کے لیے شکریہ قبول فرمائیے۔ ابھی ان کا کلام آپ کے یہاں غالباً ۵ غزلیں اور دو نظمیں اور ہیں۔ انہیں بھی بالالتزام شائع کر دیں۔ اور ان نمبروں کی ایک ایک کاپی براہِ کرم ذیل کے پتہ سے ارسال فرمائیں۔

BABU RAGHUPATI SAHAi B. A

LAKSHMI BHAWAN - GORAKHPUR.

یہ صاحب زندہ دل آدمی ہیں اور امید ہے کہ اپنی تردّدات سے فرصت پاکر کہکشاں کی کچھ خدمت کر سکیں گے۔ اس کلام کی اشاعت کا منشا صرف یہ ہے کہ رسائل میں طبع ہو جانے کے بعد اس کی کتابی صورت شائع ہو۔ اس لیے جس قدر جلد ممکن ہو سکے انہیں آپ نکال دیں آج کل قلم بالکل سست ہے۔ ایک قصہ ادھورا پڑا ہوا ہے۔ صبح کا مدرسہ ہو گیا ہے۔ دس بجے لوٹ کر پھر چار بجے تک بیٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی اور یہ وقت اخبار بینی کا ہے۔ نہ کہ تصنیف کا۔ زیادہ والسلام جواب خط سے جلد سرفراز فرمائیں۔

نیازمند

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

کانپور ۲۷ مئی ۱۹۲۰ء

جناب مکرم و مشفق من۔ تسلیم

مجھے کئی دن ہوئے آپکا ایک کارڈ ملا تھا۔ اس وقت میں موضع رام پور میں تھا۔ کئی ترددات کے باعث جواب نہ دے سکا۔ معاف فرمائیگا اس تعطیل میں کچھ نہیں لکھ سکا۔ اس وجہ سے تعمیل ارشاد سے قاصر ہوں ہاں وعدہ کرتا ہوں کہ ۱۵ جون تک کچھ نہ کچھ ضرور حاضر کروں گا میرا کہکشاں معلوم نہیں کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتا ہوگا۔

بازار حسن کے متعلق۔ آپ اسے اگر ہمیشہ کے لیے چاہتے ہیں تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ میں اردو پبلک سے واقف ہوں۔ یہاں ہمیشہ کے معنی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تین ایڈیشن اور وہ دس سالوں میں یا اس سے بھی زیادہ۔ اس لیے میں ایسی شرطیں ہرگز نہیں پیش کرسکتا جو نامعقول ہوں۔ میرے خیال میں پہلے ایڈیشن کے لیے آپ ۲۰ فی صدی رکھیں اور بقیہ دو ایڈیشنوں کے لیے ۱۰ فی صدی یعنی کل رقم ۳۵۰ روپے ہوتے ہیں۔ یہ حساب میں نے کل امور کو مدِ نظر رکھ کر پیش کیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ ناگوار نہ ہوگا۔

آپ کے مجموعہ کی نسبت کیا رائے طے پائی۔

پریم بتیسی حصہ اول کے ۱۱۲ صفحات چھپے ہیں۔ ابھی ۸۰ صفحات باقی ہیں۔ حصہ دوئم کی کتابت ختم ہوگئی یا نہیں۔ کاغذ آج کل بے حد گراں ہو رہا ہے۔ ایک تو یہ کام یونہی نقصانات سے پر تھا۔ اس پر یہ مزید آفتیں

شاید اسے تباہ ہی کر کے چھوڑیں۔ مجبوراً نفاست کے خیال کو ترک کرنا پڑیگا
میرے خیال میں تصنیف کی اشاعت کو نفاست پر قربان نہ کرنا چاہیے۔
"شباب اردو" نکلا ضرور۔ مگر میری نظر سے ابھی تک نہیں گزرا
حضرت تپش نے بھیجا ہے۔ کہیں گورکھپور میں پڑا ہوگا۔ یہاں دفتر
"زمانہ" میں بھی اس کا پتہ نہیں۔ خیر پھر دیکھ لوں گا۔ اردو میں کتابیں
بہت کم بکتی ہیں۔ معلوم نہیں یہ میرا ہی تجربہ ہے یا اور لوگوں کا۔
پریم پچیسی حصہ دوئم کی جلدیں اگر درکار ہوں۔ تو میں آپ کے
پاس بھجوا دوں۔ کسی طرح یہ ایڈیشن ختم ہو جائے۔ تو دوسری بار زیادہ
احتیاط اور صفائی سے چھپوانے کی کوشش کی جائے۔
اور تو کوئی تازہ حال نہیں۔
یہاں جیٹھ کے مہینے میں بارش ہو گئی۔ اپریل میں دو چار دن
گرمی ہوئی تھی۔ مگر ۱ مئی سے پھر راتیں سرد ہوتی ہیں۔ اور دن کو بھی
لُو کا پتہ نہیں۔ ارادہ تھا کہ دہرہ جاؤں۔ مگر جب یہیں دہرہ ہو رہا
ہے تو خواہ مخواہ سفر کی زحمت کون اٹھائے۔ ہاں کہہ نہیں سکتا کہ
جون کیا رنگ لائے۔ مجھکڑوں کا گمان ہے کہ جون میں شدت کی گرمی
ہوگی۔ والسلام دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

REST HOUSE

NEAR RAILWAY STATION DEHRADUN 6-6-20

مشفقی من تسلیم۔ میں آج کل کنکھل، رشی کیش وغیرہ کا سفر

کرتا ہوا ڈیرہ دون آ پہنچا۔ میں نے کنکھل سے ایک خط آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ معلوم نہیں پہنچا یا نہیں۔ مجھے اس کا جواب نہیں ملا آپ ادھر آنے کا قصد رکھتے ہوں تو براہِ کرم مجھے ایک معمولی تار سے مطلع فرمائیے۔ تاکہ آپ کا انتظار کروں۔ ورنہ میں بہت جلد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میری طبیعت دورانِ سفر میں زیادہ مضمحل ہو گئی ہے آیا تھا کہ ہردوار کی آب و ہوا سے کچھ فائدہ ہو گا۔ لیکن نتیجہ اُس کا اُلٹا نکلا۔ پیچش نے، جس سے میری پرانی دوستی ہے، بہت دِق کر رکھا ہے۔ اس خط کو پاتے ہی اپنے فیصلہ سے مطلع فرمائیں۔ اگر یہاں نہ آسکیں۔ تو دہلی میں ملنے کا فیصلہ کیجیے۔ اور مطلع کیجیے کہ آپ وہاں کب تک پہنچیں گے۔ اور میں کہاں آپ سے ملوں۔ زیادہ والسلام۔

نیاز مند دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

نیا چوک کانپور۔ ۱۵ر جون ۱۹۲۰ء

مشفقِ من تسلیم

آپ کا رجسٹرڈ لفافہ مجھے دفتر "زمانہ" میں آکر ملا۔ افسوس ہے کہ کاش یہ خط ڈیرہ دون میں مل گیا ہوتا۔ تو میں آپ لوگوں کی ہمراہی میں منصوری کی سیر کر لیتا۔ مجھے اب کی سفر میں یہ تجربہ ہوا کہ میں بغیر کسی رفیق یا دوست کے تنہا نہیں رہ سکتا۔ یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ کاغذ آگیا اور پریم بتیسی کی کتابت مکمل ہو گئی۔ اب اسے چھپوا ہی ڈالیں۔

حصہ اول بھی غالباً آخر جولائی تک تیار ہو جائے گا۔ "بازارِ حسن" کے متعلق اگر آپ کو میری شرطیں منظور ہوں تو روپیہ کے لیے فکر نہ کیجیے۔ مجھے فی الحال اشد ضرورت نہیں۔ آخر اگست تک بھیج دیں۔ تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اب عذرِ گناہ۔ آپ کے لیے دورانِ سفر میں مضمون لکھا۔ اور بھیجنے ہی والا تھا مگر یہاں آتے ہی وہ میرے قبضہ سے نکل گیا "مہر بدر" نام تھا۔ عدم تعمیل ارشاد کے لیے معاف کیجیے گا۔ آج گورکھپور واپس جاتا ہوں۔ پیچش کا باقاعدہ علاج کروں گا۔ اور "رشتۂ آرزو" جو شروع کر چکا ہوں جلد ہی حاضرِ خدمت ہوگا۔ والسلام۔

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور۔ ۲۵ رجون ۱۹۲۰ء

بھائی جان۔ تسلیم۔ میں کل یہاں آ پہنچا۔ کل آپ کا خط ملا۔ اور آج اپنی تصویر دیکھی۔ فوٹو خوب ہے۔ مجھے امید نہ تھی کہ آپ اسے گروپ میں سے اتنی صفائی سے جدا کر سکیں گے۔ خیر آپ کی بدولت مجھے اپنی صورت تو نظر آئی۔ بہتر ہے۔ "بازارِ حسن" دو حصوں میں شائع ہو۔ میرے خیال میں بھی یہی تجویز تھی۔ ٹین کی لیلٰے کا دیباچہ ضرور لکھوں گا۔ مگر کتاب چھپ جانے کے بعد۔ غالباً زیادہ سہولیت ہوگی۔ پریم تبلیسی اگر ستمبر تک تیار ہو جائے تو میں غنیمت سمجھوں۔ اب مضمون کی بات۔ مضمون فی الحال میرے پاس دو ہیں۔ مگر سفر کی تھکان اور

طبیعت مضمحل ہو جانے کے باعث صاف نہیں کر سکا۔ ارادہ تھا کہ خط کا جواب اور مضمون ساتھ ساتھ بھیجوں۔ لیکن نوٹ کی رسید دینی ضروری تھی۔ کل انشاء اللہ ایک مضمون صاف کرنا شروع کر لوں گا اور غالباً ۲۹ رجون کو یہاں سے روانہ کر دوں گا۔ اس تاخیر کے لیے مجھے معذور سمجھیے گا۔ صحت سے مجبور ہوں۔ امید ہے کہ آپ خوش ہوں گے۔ کشمیر کی زیارت مبارک۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور ۲۹ رجون (شاید ۱۹۲۰ء)

محبی تسلیم

میری پریشانیوں ...... کا خاتمہ نہیں ہوا۔ چھوٹے بچے کو چیچک نکل آئی ہے۔ اس کے رونے رلانے کا نظارہ کوئی کام نہیں کرنے دیتا۔ یہ مضمون آسکر وائلڈ کا ایک قصہ COUNTERVILLE GHOST کا ترجمہ ہے۔ پسند آئے تو رکھ لیں۔ مگر اس کے آخر میں میرا نام دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ "آب حیات" اور "اشک ندامت" کے بعد سے اب میں نے عہد کر لیا ہے کہ ترجمے نہ کروں گا۔ اور تو کوئی تازہ حال نہیں۔ والسلام

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۲۸؍جولائی ۱۹۲۰ء

بھائی جان۔ تسلیم

آپ کا ایک کارڈ کئی دن ہوئے آیا تھا۔ کہکشاں بھی ملا۔ مضمون کی فرمائش ابھی تک پوری نہ کرسکا۔ آج کل مصیبتوں کی یورش ہے یہاں ۲۳؍جون کو آیا۔ ۶؍جولائی کو چھوٹا بچہ چیچک میں مبتلا ہوگیا۔ اور ہمیشہ کے لیے داغ دے گیا۔ ابھی تک اس غم سے طبیعت کو نجات نہیں ہوئی۔ صبر تو ہوگیا۔ مگر یاد باقی ہے۔ اور شاید تا زیست رہے گی۔ اسے اپنے اعمال کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ اور کیا۔ جب تک دل نہ سنبھلے مضمون کہاں سے آئیں۔ خطوں کا جواب دینا بھی شاق ہے۔ معاف کیجیے گا۔ پریم تپسی اور بازارِ حسن کی کیا حالت ہے۔ امید ہے کہ آپ خوش ہوں گے۔

دعاگو دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

گورکھپور۔ ۱۰؍اگست ۱۹۲۰ء

بھائی جان تسلیم

تار ملا تھا۔ مگر خط کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا۔ ارادہ تھا کہ جواب میں میرا مضمون پہنچے۔ خط نہ لکھوں۔ لیکن صحت اور کچھ سوزِ نہاں نے ایسا مجبور کر رکھا ہے کہ آج مجبوراً خط لکھ رہا ہوں۔ کیا کروں۔ کئی کام

چھیڑ رکھے تھے۔ سبھی ادھورے پڑے ہوئے ہیں" ناکام" ناکمل ہے اس کا ہندی ترجمہ نامکمل ہے۔ چار مختصر کہانیاں ادھوری اور ایک ڈرامہ زیر تجویز۔ مگر صحت کچھ کرنے ہی نہیں دیتی۔ معلوم نہیں پریم بتیسی اس زندگی میں شائع ہوگی یا نہیں۔ بازارِ حسن کا اللہ ہی محافظ ہے اور "ناکام" کا تو ابھی ذکر ہی کیا۔ نہ زمانہ پریس کو فرصت نہ دارالاشاعت کو مہلت۔ ستمبر کے مہینے میں کچھ ضرور حاضر کروں گا۔ والسلام

احقر دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور۔ ۲۶ اگست ۱۹۲۰ء

بھائی جان۔ تسلیم۔

خط انتظار کے بعد ملا۔ مشکور ہوں۔ بتیسی چھپ گئی۔ شکر ہے بازارِ حسن کی کتابت ہونے لگی۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ حصہ اول ابھی تک منشی دیا نرائن صاحب کی بے توجہی کے سبب معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔ مگر امید ہے کہ حصہ دوئم کا شائع ہونا تازیانہ کا کام دے گا۔ اور یہی میری غرض تھی۔ کہکشاں آپ بند کرنا چاہتے ہیں جب نقصان ہو رہا ہے۔ تو ضرور بند کیجیے۔ جب آپ کو ولایت جانے کا موقعہ ہے تو اس سے فائدہ نہ اٹھانا اپنے اوپر اور قوم کے اوپر ظلم کرنا ہے۔ یہ امنگ کہ دو چار سال نکل جائیں گے تو میری طرح آپ کو پچھتانا پڑے گا۔ کاش میں نے اوائل عمر میں ایم۔اے تک حاصل

کر لیا ہوتا۔ تو یہ کس مپرسی کی حالت نہ ہوتی۔ ورنہ وہ زمانہ فسانہ نگاری کے نذر ہوا۔ اور اب ضرورتیں ڈگری کے لیے مجبور کرتی ہیں۔ آپ بی۔ اے پنجاب سے کیجیے۔ اور فوراً ولایت کا سفر اختیار کیجیے۔ دو تین سالوں میں آپ پانچ چھ سو روپے حاصل کرنے کے مستحق ہو جائیں گے۔ اور اگر اخبار نویسی کی طرف مائل ہو گئے تو یہاں بھی اول درجہ کا انگریزی رسالہ نکال سکیں گے۔ اخلاقی اور ذہنی فوائد جو حاصل ہوں گے ان کی کوئی قیمت نہیں۔ میں نے اپنی جانب سے ایک دوستانہ خط لکھا ہے مناسب سمجھیں تو اسے شائع کر دیجیے۔ مجھے اس زغہ سے خوبصورتی سے نکل جانے کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ لطائف الحیل کے فن میں میں بھی اُمّی ہوں۔ صاف صاف کہنا جانتا ہوں۔ پنتیسی اور دیگر کتب ضرور روانہ کریں۔ آپ نے گاندھی کے حالات لکھے تھے۔ اکی کتنی جلدیں نکل گئیں۔ پریم پنتیسی آپ کے یہاں سے کتنی نکل جائے گی اب تو کہکشاں کا ذریعہ اشتہار بھی نہ رہے گا۔

یہاں بارش قبل از وقت بند ہو گئی۔ فصل کا نقصان ہو رہا ہے۔ میں نے کلکتہ کے ایک ہندی پریس میں شرکت کر لی ہے۔ ۱۱ر میرے ایک دوست کا ہوگا۔ اور ۵ر میرا۔ مجھے اپنے حصہ کی روپیوں کی فکر کرنی ہے۔ اگر کام چل گیا تو شاید پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار کا فائدہ ہو سکے۔ اگر آپ کو تردد نہ ہو تو ستمبر میں مشروط حساب طے فرما دیجیے گا۔ کل پریس ۱۶ ہزار کا ہے۔ تعزیت کے لیے مشکور ہوں دو بچے تھے ایک نے مفارقت کی اور اب ایک چہار سالہ شیر خوار رہ گیا اور ایک لڑکی۔ پرماتما ان ہی دونوں کو زندہ رکھے۔ غم جو

کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ مشیت یہی تھی۔ مجھے بھی اب اس کی مصلحت نظر آرہی ہے۔ شاید مجھے علائق کی زنجیر گراں سے کچھ آزاد کرنا مقصود تھا خط جلد لکھیے گا۔ آپ کے خطوط سے تسکین ہوتی ہے۔

آپ کے والد صاحب بزرگوار نے جن الفاظ میں مجھے تلقین صبر اور توکل فرمایا ہے۔ ان کے لیے تہ دل سے ممنون ہوں۔ عید الضحےٰ کا دن ہے۔ دو چار احباب ملنے آتے ہوں گے۔ اس لیے اب رخصت عید مبارک! خیال میں آپ سے بھی بغلگیر ہو رہا ہوں۔ والسلام۔

دھنپت رائے

بنام منیجر صاحب زمانہ پریس

گورکھپور۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۰ء

جناب منیجر صاحب زمانہ پریس۔ تسلیم

آپ کا ۹ ستمبر کا خط ملا۔ پریم بتیسی پندرہ روز میں تیار ہو جائے گی۔ خوش خبری خاص فرحت کا باعث ہوئی۔ میں نے لاہور والوں کو ہدایت کر دی ہے۔ کہ وہ حصہ دوم بتیسی کی ۵۰۰ جلدیں دفتر زمانہ کو بھیج دیں آپ کے یہاں حصہ اول تیار ہو جائے تو آپ بھی ۵۰۰ جلدیں کہکشاں کے دفتر کو روانہ کر دیجیے گا۔ پریم پچیسی کا فیصلہ بتیسی کے نکلنے پر ہوگا۔ دونوں حصے پچیسی کے ساتھ ہی نکلیں گے۔ حصہ دوم کی چند جلدیں ہوں تو انہیں سستے داموں میں نکالنے کی کوشش فرمائیے۔ کیا ہرج ہے اگر بجائے ۱۲ کے زمانہ میں ایک جدید صفحے پر اسکی

قیمت ۸؍ کر دی جائے۔ شاید اس سے کچھ جلدیں زیادہ فروخت ہو جائیں۔ والسلام۔

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۱۴؍ ستمبر ۲۰ء

بھائی جان۔ تسلیم۔ آپ کا نوازش نامہ کئی دن ہوئے ملا تھا۔ مگر اس عالم ضعیفی قبل از وقت میں ایم۔ اے پاس کرنے کی دُھن سوار ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے وقت کا بہانہ کرتا رہا۔ صبح کو شام کے لیے رکھ چھوڑتا تھا۔ شام کو صبح کے لیے۔ آپ نے کہکشاں کو بند کر دینے کا فیصلہ کیا۔ خوب کیا۔ نقصان اُٹھانا۔ اس پہ دردِ سر۔ اس بلا سے نجات ہی اچھی۔ مگر اس وقت فرصت کو یا تو اپنی آئندہ ترقی یا تصنیف میں صرف کیجیے۔ کیوں آپ کے انگلینڈ جانے کی تجویز کیا فسق ہو گئی۔ اگر آپ کو مالی حالات اجازت دیں تو آپ جیسے طباع نوجوان کا وہاں قسمت آزمائی کرنے جانا ضروری ہے۔ وہاں سے لوٹ کر آپ کسی کالج کے پروفیسر اور پرنسپل ہو سکتے ہیں۔ صرف دو سال کی جلاوطنی ہے۔

مہاتما گاندھی کی اگر صرف ہزار ڈیڑھ ہزار جلدیں ہی نکلیں تب تو آپ کو شاید اس میں بھی خسارہ ہی رہا ہو۔ پریم تیسی کا منتظر ہوں زمانہ کو بھی تقاضوں سے چین نہیں لینے دیتا۔ غالباً اکتوبر میں دونوں

حصے نکل جائیں گے۔ آپ کے تہذیب کی معرفت میری ۵۰۰ جلدوں میں سے بھی کچھ نکل جائیں۔ تو کیا کہنے۔ زمانہ کا حال مجھے معلوم ہے۔ سال بھر میں شاید ڈیڑھ سو جلدیں نکلیں۔ اور کہیں اشتہار دینا نہیں چاہتا اب کی صبحِ امید میں بھی کچھ جلدیں بھیجوں گا۔ اس کے لیے اب کی ایک قصہ "بعد از مرگ" لکھا ہے۔ قصہ کا گیا ہے۔ ایک دوست کی حقیقت ہے۔ صرف آخر میں تھوڑی سی اپج ہے۔ پڑھ کر اپنی تنقید اور ممکن ہو تو حضرت پطرس کی تنقید سے مطلع فرمایئے گا۔ مجھے روپوں کی ضرورت تو تھی اور ہے۔ اس لیے کہ میں پریس میں شرکت کر چکا ہوں اور اس کے روپے ادا کرنے لازم ہیں۔ لیکن چونکہ میرا شریک میرا قدردان ہے۔ اس کی جانب سے روپوں کا تقاضا نہیں ہے۔ اور شاید نہ ہو۔ اگر آپ کو فی الحال تردد ہے تو مضائقہ نہیں۔ جب آپ کو سہولیت ہو اس وقت سہی۔ پچیسی بھی دونوں حصے ختم ہو چکے ہیں۔ شاید حصہ دوم کی چند جلدیں باقی ہوں۔ دوسری اشاعت کا مرحلہ درپیش ہے۔ زمانہ کے مینیجر صاحب اصرار کر رہے ہیں۔ مگر میں نے عہد کر لیا ہے کہ زمانہ کی گردش میں نہ پڑوں گا۔ اگر آپ اسے نکال سکیں تو کہیں بہتر۔

(۱) جی ہاں۔ نواب رائے میں ہی تھا۔ لیکن جب "سوزِ وطن" لکھنے کے بعد مجھے میرے ڈیپارٹمنٹ نے مضامین لکھنے سے مجبور کر دیا اور ڈیپارٹمنٹل سختیاں شروع کیں۔ تو میں نے بابو دیا نرائن کے مشورہ سے یہ نام تجویز کر لیا۔

(۲) سیرِ درویش 'زمانہ' نے شائع کیا ہے۔ مگر اس کے حقوق

میرے ہی پاس ہیں۔ اگر آپ پُر تکلف چھاپ سکیں۔ تو شوق سے چھاپیے۔

(۳) جی نہیں۔ "نقاد" میرے پاس التزاماً کبھی نہیں آیا۔ اور نہ کبھی اس میں لکھنے کی جرأت کی۔ دلگیر صاحب نے دو ایک بار فرمائش ضرور کی تھی۔ مگر میں بندۂ دام اور وہاں قدر دانی اور تحسین۔ اس سے میرا کام نہ چلا۔ حضرت نیاز فتحپوری کے چند مضامین محر کے تھے انہیں "زمانہ" کے دفتر میں دیکھا آیا تھا۔ "نقاد" اکثر چونچلے بہت کرتا ہے۔ مجھے یہ زنانہ پن پسند نہیں۔ میں لٹریچر کو MASCULINE دیکھنا چاہتا ہوں۔ FEMINISM خواہ وہ کسی صورت میں ہو مجھے پسند نہیں۔ اسی وجہ سے مجھے ٹیگور کی اکثر نظمیں نہیں بھاتیں۔ یہ میرا فطری نقص ہے۔ کیا کروں۔ اشعار بھی مجھے وہی اپیل کرتے ہیں جن میں کوئی جدت ہو۔ غالب کے رنگ کا میں عاشق ہوں۔ عزیز لکھنوی کے گلکدہ کی خوب سیر کی تھی۔ مگر بدقسمتی سے آج تک ایک شعر بھی موزوں نہیں کر سکا۔ نہ جی چاہتا ہے۔ غالباً شاعرانہ حس دل میں ہے ہی نہیں۔ آپ کے "سندر مرلی" اور "گنگا اشنان" دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر آپ کے پاس ان کی نقل ہو تو بھیجنے کی عنایت کیجیے گا۔ میں نے نواب تک آپ کی جتنی چیزیں دیکھی ہیں۔ ان میں "نابینا جوان" سب سے زیادہ پسند آیا۔ آپ نے غضب کیا تھا۔ شاید اردو میں ایسا تخیل اور کہیں نظر آسکتا۔ "لالۂ صحرا" میں بھی زور خوب تھا مگر وہ بات نہ تھی۔

آپ کی غزلوں کو خوب غور سے دیکھا۔ معنی آفرینی کی داد دیتا

ہوں کہ یہ شعر خوب ہے۔

ع دنیا دکھائی دیتی تھی مخمور سی مجھے
وہ دیکھنا تری نگاہِ نیم باز کا

داستان میری والا شعر بہت اچھا ہے۔ خموشی کیا ہے جرأتِ حسن
رعبِ حسن۔ دفورِ جذبات۔ یہاں بھی اتوار کو بابو رگھوپت سہائے
کے مکان پر ایک چھوٹا سا مقامی مشاعرہ ہوا تھا۔ طرح تھا۔

ع سو گیا جاگنے والا شبِ تنہائی کا

بابو رگھوپت سہائے زندہ دل شاعر ہیں۔ انہوں نے بھی آپ کی غزلوں
کی خوب داد دی۔ وہ آپ کے لالۂ صحرا کا ترجمہ انگریزی میں کرنا
چاہتے تھے۔ مگر بہت دقت طلب دیکھا تو ارادہ ترک کر دیا۔ اور
کیا لکھوں۔ صحت بدستور۔ مصروفیات روزانہ روز افزوں۔ بارش
روزانہ۔ کہکشاں کا جولائی نمبر خوب تھا۔ والسلام
دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

گورکھپور، ۲ ر اکتوبر ۱۹۲۰ء

بھائی جان تسلیم۔ کارڈ ملا۔ مشکور ہوں۔ کتابیں میں نے منگوا لیں
اب آپ تردد نہ فرمائیں۔ کتابیں آپ کے یہاں پہنچی یا نہیں۔ مطلع کیجیے
تو یہاں سے بھیج دوں۔ آپ کے خواجہ صاحب اوٹ پٹانگ جواب
دیتے ہیں۔ کیسی مضامین کی فہرست اور کہاں دفتری چپکانے لگا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا۔ بنتیسی ۲۳۲ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ کاغذ اچھا ہے۔ کتابت البتہ ذرا خفی ہے۔ مگر اور جلی ہوتی تو دام زیادہ ہوتا۔ حصہ اوّل کی بھی یہی قیمت رکھی جائے گی۔ ہاں گھٹیا کاغذ والی کتابوں کے نمبر رکھے جائیں۔ اب کتنے نسخے باقی ہیں۔ اس کا مفصل جواب چاہتا ہوں۔ اس ماہ میں کتاب تیار ہوگی؟

"زمانہ" کے لیے مضامین لکھوں گا۔ اور ضرور لکھوں گا۔ اکتوبر ہی میں انشاء اللہ ایک قصہ حاضرِ خدمت ہوگا۔ اب کہکشاں تو رہا نہیں بس "زمانہ" ہے اور "صبح امید"۔

میں نے کلکتہ کے پریس میں ⅟۲ کا ساجھا کر لیا۔ ۵۰۰ دینے پڑینگے اس وقت۔ اگر آپ کی مالی حالت خراب نہ ہو تو آپ کچھ میری اعانت فرمائیے۔ مجھے اس وقت ۲ سو روپے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ رقم مجھے بطور قرض دے سکیں تو عین احسان سمجھوں گا۔ بنتیسی حصہ اول چھپ جانے کے بعد جب حساب کتاب ہو جائے گا۔ تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ میں کتنے کا دین دار ہوں۔ کتاب کی بکری میں آپ ۲۰۰ روپیہ وصول کر کے تب مجھے دیجیے گا۔ مگر اب کی کمیشن میں ۳۰ فیصدی سے زیادہ نہ دے سکوں گا۔ ہاں اگر آپ ایک سو جلدیں دونوں حصوں کی خرید لیں تو ۴۰ فی صدی کمیشن لے لیجیے۔ اس طرح آپ کو ۲۴۰ روپیہ میں ۳۰۰ کتابیں مل جائیں گی۔ بہر حال کسی طریق سے مجھے ۲۰۰ یا اس سے کچھ زیادہ ضرور بھیجیے۔ کیونکہ دسہرہ تک مجھے چار ہزار روپیوں کی فکر ضرور کرنا ہے۔ تنگدستی کے حیلہ کی یہاں سماعت نہ ہوگی۔ اور نہ آپ کو اپنے روپیوں کے متعلق کوئی خدشہ ہے۔

زیادہ سے زیادہ سود کا نقصان۔ جواب سے جلد سرفراز فرمایئے کہ کس تاریخ تک رجسٹری بیمہ کا انتظار کروں۔ والسلام

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

گورکھپور نارمل اسکول۔ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۲۰ء

جناب مکرم من تسلیم

کتابوں کا پارسل پہنچا۔ پریم بتیسی دیکھی۔ باغ باغ ہوگیا۔ مجھے یہ مجموعہ نہایت پسند آیا۔ کتابت ذرا اور جلی ہوتی تو بہتر ہوتا لیکن تب قیمت اور زیادہ رکھنی پڑتی۔ فی الجملہ کتاب خوب چھپی ہے اور میں اس کے لیے آپ کا تہِ دل سے ممنون ہوں۔ دیکھیں پبلک اس کی کیا قدر کرتی ہے۔ پہلا حصہ بھی شاید اس ماہ میں تیار ہو جائے۔ میں نے دفتر 'زمانہ' کو لکھ دیا ہے کہ آپ کے یہاں ۵۰۰ جلدیں بھیج دیں۔ آپ بھی ان کے یہاں اتنی ہی جلدیں یا اس سے دس پانچ کم بھیج دیجیئگا مفصل خط بعد کو لکھوں گا۔

احقر

دھنپت رائے

بنام مہتاب رائے

۷/ اکتوبر ۲۰ء گورکھپور

برادرِ عزیز من سلمہٗ۔ بعد دعا۔ تمہارا خط ملا۔ پڑھ کر کچھ خوشی بھی ہوئی۔ کچھ رنج بھی ہوا۔ خوشی اس لیے ہوئی کہ تمہارے دل میں برادرانہ محبت کے ایسے اونچے بھاؤ موجود ہیں۔ رنج اس لیے کہ تم نے میری باتوں کا منشا غلط سمجھا۔ میں نے پوتنداری کو جو خط لکھا ہے اس میں میرا منشا صرف یہی ہے کہ میں سری پت رائے کے نام سے ساجھا چاہتا ہوں اپنے یا تمہارے نام سے نہیں۔ ہم اور تم اپنی فکر کر سکتے ہیں۔ اور بچے ہی کے آئندہ کے خیال سے یہ سب انتظام کرنے کی فکر ہے۔ اس لیے وہی ساجھے دار بھی رہے۔ چونکہ تم وہاں موجود ہو اور تمہاری نگرانی میں اس کی جائیداد رہے گی۔ اس لیے تم گویا اس جائیداد کے ٹرسٹی اور گارجین GUARDIAN ہو۔ انہیں وجوہ سے میں تمہارے اوپر اسکی پرورش کی ذمہ داری کا بار ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ میں اسے بہت ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ تمہارے ذمہ اس کی TRUSTYSHIP رہے۔ میں کیا اگر سب روپیہ تم ہی دیتے۔ تب بھی یہی کہتا کہ ساجھا سری پت رائے کے نام سے ہو۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم اسے اپنے یا میرے نام کے مقابلہ میں زیادہ پسند کروگے اور یہ تو میں اب بھی کہتا ہوں کہ جس جائیداد کو میں تمہارے لیے لیتا اسکے لیے بھی تمہیں قرض لینے کی صلاح نہ دیتا۔ اور نہ تمہارے اوپر اس کا بار ڈالتا۔ بلدیو لال نے لکھا تھا کہ میرے پاس ۷۰۰ روپے ہیں۔ وہ میں تم لوگوں کو دے سکتا ہوں۔ چاچی صاحبہ صرف نانا کے بھروسے پر

وعدہ کرتی تھیں۔ لیکن جب نانا صاحب مجھے دو سو روپے زائد نہیں دے سکے (میں نے ۷۰۰ روپے مانگے تھے مگر انہوں نے ۵۰۰ ہی دیئے) تو میں کیسے امید کرتا کہ وہ تمہیں یا ہمیں ایک ہزار دیدیں گے۔ اسی لیے میں نے لکھا تھا کہ مہتاب رائے دھوکے میں ہیں۔ یعنی ہم لوگ دونوں دھوکے میں ہیں۔ کام وہی کرنا چاہیے جو اپنے سنبھالے سنبھل سکے۔ قرض لینا مجھے کسی طرح پسند نہیں۔ خاص کر ایسے کام میں۔

میں نے پہلے بھی پونڈار جی کو لکھا تھا اس کا منشا بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ چونکہ مہتاب رائے کلکتہ میں ایک اجنبی آدمی ہیں اور دنیا کی مکاریوں سے ابھی واقف نہیں ہیں۔ اس لیے میں تمہاری ٹرسٹی شپ کو اتنا ہی ضروری سمجھتا ہوں جتنا پونڈار یا کسی ایسے ہی معتبر شخص کی مدد کو۔ جب تم خود لکھتے ہو کہ میں اپنا نام نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اور بار بار مجھے لکھتے تھے کہ آپ شریک ہو جائیے۔ تو جب میں نے تمہارے حکم کی تعمیل کی تو تم کیوں بدگمان ہوتے ہو۔ پونڈار جی ہر ایک خط میں لکھتے تھے کہ بابو مہتاب رائے میرے ساجھے دار ہوں گے۔ آپ پنچ بنیگا جب میرے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف ہو تو آپ فیصلہ کیجیے گا۔ میں نے پنچ بننے سے بچنے کے لیے لکھا کہ مہتاب رائے ساجھے دار ہونگے بلکہ سری بیت رائے ہوں گے اور میں پنچ نہیں ہوں گا۔ بلکہ پروفیسر رام داس گوڑ کو پنچ بنا دوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں میرے اور میرے بچوں کی نسبت ایسے اونچے خیالات ہیں۔ میں ہمیشہ اسی لیے تمہاری سعادتمندی کی تعریف کیا کرتا ہوں۔ اگر میں جانتا کہ تم اس بات کے لکھنے سے اتنے بدگمان ہو جاؤ گے تو ہرگز نہ لکھتا۔ اگر

تمہارا بچہ ہوتا تو میں اس ساجھے کو اپنے اور تمہارے بچے دونوں ہی کے نام سے لیتا۔ یا کوئی دوسری جائیداد لیتا۔ تب بھی اور اگر ایشور نے زندگی باقی رکھی تو میں اسے ثابت کر دوں گا۔ ہاں ایک بات ضرور ہے چونکہ میرے گھر میں بھی عورت ہے اور تمہارے گھر میں بھی عورت ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ خدا نخواستہ اگر میری زندگی وفا نہ کرے تو عورتوں میں طعنہ زنی ہو اور ایک دوسرے پر رعب یا سختی جتائے۔ میں یہ صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اپنے لڑکے کے لیے جو کچھ کرتا ہوں وہ سب اپنی قوت بازو سے کرتا ہوں اور اس چچا پر محض اس کی سرپرستی اور نگرانی کا بار ڈالنا چاہتا ہوں۔ محض تمہیں اس بات کا موقعہ دینے کے لیے کہ تم اپنی سعادتمندی کا اظہار کر سکو۔ میں کلکتہ کے کاروبار میں شریک ہونے پر راضی ہوا حالانکہ میرا شروع سے ارادہ تھا کہ تم بنارس رہتے اور یہیں خاندان کو اپنے ساتھ رکھ کر مجھے ہر ایک فکر سے آزاد کر دیتے۔ یہاں فیض آباد میں ایک تعلقہ دار پریس بک رہا ہے۔ اس کی بابت میں نے منشی گل ہزاری لال کو لکھا بھی ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ میرا منشا پرندار کو اس خط لکھنے کا اور کچھ نہ تھا کہ سری پت رائے اس کا مالک اور مہتاب رائے اس کے ٹرسٹی ہیں۔ اس کے لیے تمہیں بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ پریس کا جو نفع ہوگا (یا نقصان بھی ہو سکتا ہے) اس کے خرچ کی میں نے یہ صورت سوچی ہے کہ مکان بن جائے گا۔ کیونکہ اس طرح ہم لوگوں کے پاس کافی روپیہ جمع ہونا مشکل ہے۔ اس خیال سے میں نے تمہیں پریس کے کام میں لگایا۔ اور اب بھی ہمیشہ اسی کوشش میں رہوں گا کہ تمہارا پریس کسی طرح بنارس چلا آئے۔ ایک اور بات یاد رکھو۔ تمہارا دل میں جانتا

ہوں بہت صاف ہے۔ لیکن عورتوں کا دل اکثر تنگ خیال ہوتا ہے
تمہاری بیوی کو غالباً معلوم ہو کہ تم روپیہ قرض لے رہے ہو۔ محض اس لیے
کہ سری پت رائے کے نام سے پریس خرید و تو وہ اسے ہرگز پسند نہ کریگی
تم سعادتمندی سے خواہ اسے ڈانٹتے رہو۔ لیکن بہت ممکن ہے کہ اس
سے تمہاری عافیت میں خلل پیدا ہو۔ اور تمہارے گھر میں ایک راڑ مچے
ان سب باتوں کا خیال کرکے میں نے یہی ارادہ کیا کہ روپیہ سب میرا ہے
جو میں نے اپنی محنت سے وصول کیا ہے۔ وہ تمہاری نگرانی میں لڑکے کے نام
سے لگا دیا جائے۔ گویا تم اس کی جائیداد کے ٹرسٹی رہو۔ اور جب تم کبھی
صاحب اولاد ہو جاؤ۔ ایشور کرے کہ میں وہ مبارک دن دیکھوں تو
ہر ایک جائیداد میں دونوں بھائیوں کی اولادیں برابر کی حصہ دار ہیں۔
دونوں کا ساتھ ساتھ نام چڑھے۔ اس لیے تمہارے دل میں میرے
اس خط سے ذرا بھی ملال ہو تو اسے نکال ڈالو۔ کیونکہ تم میرے
خط کا منشا پوری طرح سمجھ گئے ہوگے۔ ایشور نے چاہا تو دو تین سال
میں ہم لوگ اس پریس کے پورے مالک ہو جائیں گے اور اسے بنارس
لے جاکر کام کریں گے۔

آج نانا صاحب کا خط آیا ہے۔ تیج نرائن لال کی بیوی کا انتقال
ہو گیا۔ ۲۰ ر اکتوبر کو برہم بھوج ہوگا۔

ابھی پوندار جی کا خط نہیں آیا۔ خط آنے پر میں روپیہ بھیجوں گا
تمہارے پاس ۲۵۰ روپے موجود ہوں گے۔ ۵۰۰ روپے بلدیو لال
بھیجنے والے ہیں۔ میں تو صرف ۲۵۰ دوں گا۔ رگھوپت سہائے کے
وصول نہیں ہوئے۔ کُل روپے پوندار جی کے پاس پہنچ جائیں گے۔

اکتوبر سے جنوری تک دو سو تمہارے پاس ہو جائیں گے۔ ۲۵۰ میرے پاس تنخواہ کے ہوں گے۔ دو سو جلوہ ایثار سے ملیں گے اور ۳۵۰ روپے پریم تیتسی اور بازارِ حسن کے ملیں گے۔ گویا ایک ہزار ہم لوگ جنوری تک پورا کر دیں گے۔ فروری میں رگھوپت سہائے سے ۷۰۰ مل جائیں گے۔ اس طرح اپریل تک ہم سب حساب صاف کردیں گے تم آدھے پریس کے مالک ہو جاؤ گے۔ بلدیو لال کا روپیہ آیندہ اکتوبر تک پہنچ جائے گا۔ زیادہ دعا۔

تمہارا دعاگو دھنپت رائے

بنام مہتاب رائے

۱۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء

برادرم۔ بعد دعا۔ کل ایک کارڈ لکھ چکا ہوں۔ آج پھر پریس کے متعلق تم سے کچھ مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ دسہرہ میں آجاؤ تو سب باتیں مفصل طے ہو جائیں۔ یہاں میرے دوستوں کی اور نیز گھر والوں کی رائے کلکتہ میں پریس کرنے کی نہیں ہوتی۔ اور میں بھی اس میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں دیکھتا۔ پوتدار جی کے بیان کے مطابق اس کا سالانہ نفع ۱۶۰۰ روپے کے قریب ہے۔ اس حساب سے ہم لوگوں کو ½ حصہ پر ۸۰۰ سالانہ ملیں گے۔ پانچہزار کا سود سالانہ ۵۰۰ ہوگا۔ گویا کل سالانہ فائدہ ۱۲۰۰ کے قریب ہوگا۔ کچھ کم یا زیادہ ہونا بھی ممکن ہے کیا اگر ہم لوگ اپنا ذاتی پریس پانچہزار کے سرمایہ سے بنارس میں کھولیں

نو سو روپے ماہوار یا ۱۲۰۰ سالانہ نفع نہ ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ ضرور ہوگا۔ اس سے کم کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ یہاں اس سے چھوٹے چھوٹے پریس جو دو ڈھائی ہزار سے کھلے ہوئے ہیں۔ ۱۰۰ روپے ماہوار کما رہے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کسی نئے پریس کی تلاش میں رہو۔ جس میں ٹائپ۔ ٹریڈل۔ مشین وغیرہ سب سامان مکمل موجود ہو۔ اگر سیکنڈ ہینڈ نہ مل سکے تو کلکتہ کی کسی فرم سے نئے سامان کا آرڈر کرو۔ بس کوشش یہ ہونی چاہیے کہ بجٹ پانچہزار سے زیادہ نہ ہونے پائے۔ میرے پاس اس وقت تین ہزار موجود ہیں۔ اپریل مئی تک ایک ہزار اور ہو جائیگا کیونکہ رگھوپت سہائے سے اور لاہور کے پبلشروں سے روپیہ وصول ہو جائے گا۔ اور ادھر میں بھی کانپور۔ الہ آباد وغیرہ میں تلاش کرتا رہوں گا۔ بنارس میں بھی سراغ لگاتا ہوں۔ یہاں ابھی حال ہی میں دو آدمی بنارس سے سامان لائے ہیں اور خوب ارزاں۔ فیض آباد کا تعلقہ دار پریس بیک رہا ہے۔ تین ہزار میں سب سامان ملتا ہے۔ منشی گل ہزاری لال سے دریافت کیا ہے۔ دیکھوں کیا جواب آتا ہے۔ اب اسی ارادے کو مستقل سمجھو۔ تمہارے کلکتہ رہنے سے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں بالکل اکیلا ہوں۔ مجھے ہمیشہ ایک مددگار کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ میری صحت کچھ اچھی ہوتی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اب پھر جوں کی توں ہو رہی ہے۔ حل چکتسا سے بھی کوئی فائدہ زیادہ نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں میری دلی آرزو یہ ہے کہ بنارس میں تمہارے مستقل رہنے کا انتظام ہو جائے تاکہ تم ہر حالت میں گھر کو سنبھال سکو۔ کلکتہ میں رہ کر تم گھر کو ہرگز نہیں سنبھال سکتے۔

خدانخواستہ میں نہ رہا تو تمہیں کتنی مشکل پڑے گی۔ تم رہو گے کلکتہ میرے بچے رہیں گے بنارس۔ کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اس لیے میری تم سے درخواست ہے کہ بنارس آنے کی فکر کرو۔ اب تمہیں پانچ ہزار روپے مل سکتے ہیں۔ اس کی فکر نہیں۔ مارچ اپریل تک اگر پریس کا انتظام ہو جائے تو مئی جون میں ہم لوگ مکان وغیرہ لے کر بنارس میں جم جائیں۔ ایسا مکان لیا جائے کہ اس میں پریس بھی رہے اور تم بھی رہو۔ میرے بچے کبھی بنارس رہیں کبھی میرے ساتھ۔ چھٹیوں میں میں بھی بنارس آیا کروں اور کچھ تمہاری مدد کیا کروں۔ سال چھ مہینے میں جب کام چل نکلے تو مکان بنوانا شروع کر دیا جائے۔ تم ایک سائیکل لے لو اور اپنی نگرانی میں مکان بنواؤ۔ اس طرح آئندہ کا انتظام پورا ہو جائے گا اور مجھے اطمینان ہو جائے گا کہ میں کچی گرہستی چھوڑ کر نہیں مرا۔ کلکتہ میں کام کرنے سے یہ باتیں ایک بھی پوری نہ ہوں گی۔ اور میں اس فکر سے نجات نہ پاؤں گا۔ کانپور میں دیا نرائن اور رام بھر دسے مجھے شریک کرنا چاہتے ہیں اور بیس ہزار سے پریس کھولنا چاہتے ہیں۔ لیکن اب میں بنارس کے سوا اور اپنے لیے کہیں سمجھتا نہیں پاتا۔ بنارس میں چاہے نفع کچھ کم ہی ہو لیکن مجھے یہ اطمینان رہے گا کہ میرے بعد خاندان کبھو کوں نہیں مرے گا۔ اور عزت کے ساتھ نباہ ہوتا جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں بنارس تبادلہ کرا لوں۔ تب تو چین ہی ہو جائے گا۔ ہم دونوں ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے۔ جو کچھ اپنے پاس روپیہ جمع ہوگا وہ کاروبار بڑھانے میں خرچ کریں گے اور ممکن ہوگا تو دس پانچ بیگھے زمین لے لیں گے تاکہ ایک ہل کی کھیتی کا بھی آسانی سے انتظام ہو جائے۔ کھانے کو غلہ گھر پر ہو جائے۔ دیگر مصارف کے لیے پریس سے آمدنی ہو جائے۔ کوشش یہ کریں گے

کہ پریس ندیسر یا جیت گنج کے آس پاس کھلے۔ شروع میں کچھ دوڑ دھوپ کرنی پڑے گی۔ جو کلکتہ میں نہ کرنی پڑتی۔ لیکن آیندہ کی بہتری کے خیال سے اسے برداشت کرنا پڑے گا۔ تم پونڈارجی سے ان باتوں کو صاف صاف سمجھا دینا اور ان سے روپے لے کر کہیں امانت رکھ دینا۔ اگر کہیں پریس کا سودا پٹ جائے تو یہ روپیہ بیعانہ کا کام دیں گے۔ دسہرہ میں آؤ ضرور آؤ اس بارے میں اور بھی صلاح ہو جائے گی۔ لیکن اب اپنی صحت کی حالت دیکھتے ہوئے میں تمہارا کلکتہ رہنا پسند نہیں کر سکتا۔ اور تو کوئی حال تازہ نہیں ہے۔ نانا صاحب کے یہاں ۲۰ر اکتوبر کو برہم بھوج ہے۔ اگر تم آجاتے تو اس میں شریک ہوتے۔ ورنہ مجھے جانا پڑے گا اور بہت تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ تم بنارس رہو گے تو کچھ میرے لٹریری کام میں بھی مدد کرو گے۔ ہم لوگ اپنی کتابیں بھی خود ہی چھاپ لیا کریں گے۔ جب تک پریس کا انتظام نہ ہو جائے تم نوکری کرو۔ چاہے پونڈارجی کے پریس میں۔ چاہے کسی دوسرے پریس میں۔ لیکن اپریل میں تمہیں ہمیشہ کے لیے کلکتہ چھوڑنا پڑے گا۔ اگر گرستی اور خاندان کی تمہیں فکر ہے۔ بس یہی میرا آخری فیصلہ ہے۔ اب اس میں کسی قسم کا ردو بدل میں نہ کروں گا۔ تم خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہو کہ پریس کے لیے نیا سامان خریدنا بہتر ہو گا یا سیکنڈ ہینڈ۔ کیا کیا سامان درکار ہوں گے۔ اس بارے میں مجھے فی الحال کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اور کیا لکھوں یہاں سب خیریت ہے۔ قحط کا سامان ہو گیا۔ دعا۔

کھائی بلدیو لال سے میں نے پانچسو مانگے تھے۔ لیکن میرا خط پہنچنے سے پہلے ہی وہ ایک ہزار کی فکر کر چکے تھے۔ کوئی شک نہیں کہ وہ نہایت نیک نیت اور صاف دل آدمی ہیں۔

تمہارا
دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

۲۰ راکتوبر ۱۹۲۰ء گورکھپور

بھائی جان تسلیم۔ کارڈ ملا۔ واپسی جواب لکھ رہا ہوں۔ اب آپ
چیک نہ بھیجیں۔ کیونکہ کلکتہ میں ساجھا کرنے کا ارادہ فسخ ہو گیا۔
پندرہ سو روپیہ بھیج چکا تھا۔ لیکن چند ایسی باتیں ہوئیں۔ جن سے وہ
تجویز ترک کرنی پڑی۔ بر وقت ملاقات مفصل بیان کروں گا۔ اب
آپ ہی کی صلاح ٹھیک رہی۔ یعنی بنارس، الہ آباد۔ یا کانپور میں پریس۔
چھوٹک یہاں آ گئے ہیں اور اب غالباً کلکتہ نہ جائیں۔ بنارس میں انہیں
ستر (۷۰ روپیہ) کی پوسٹ گیان منڈل والوں نے آفر کی ہے۔ وہیں
گئے ہوئے ہیں۔ لیکن کل میں نے پرتاپ میں لائٹ پریس کانپور کے فروخت
ہونے کا اشتہار دیکھا۔ کیوں نہ ہم اور آپ مل کر اس پریس کو لے لیں
میرے پاس چار ہزار روپیہ ہیں۔ ممکن ہے۔ فکر کرنے سے کچھ اور ہم پہنچ
جائیں۔ اگر آپ کو یہ پریس کام کا اور چلتا ہوا معلوم ہو۔ تو اُس سے
گفتگو کیجیے۔ اور قیمت وغیرہ طے فرمائیے۔ تب مجھے نوٹس دیجیے۔ تاکہ
میں بھی آ جاؤں۔ اور معاملہ اپنا ہو جائے۔ تب چھوٹک کو کانپور چھوڑ
دوں۔ وہ منیجر رہیں۔ اور آپ سپروائزر۔ مگر آنریری۔ باندہ سے آتے
ہی یہ کارڈ آپ کو ملے گا۔ میں تین چار دن میں جواب کا انتظار کروں گا۔

والسلام۔

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

گورکھپور ۲۰ اکتوبر ۲۰ء

برادرم تسلیم

آپ کی طولانی خموشی نے غضب کیا۔ 'کہکشاں' ابھی اب تک نہیں آیا کیا معاملہ ہے۔ کیا قطعی رائے ہوئی۔ آپ نے آیندہ کے لیے کون سی سبیل نکالی۔ مفصل خط چاہتا ہوں۔ پریم بتیسی کی بکری کی کیا کیفیت ہے۔ کچھ نکل رہی ہے؟ کانپور والے ابھی دیر کر رہے ہیں۔ ناک میں دم ہو گیا اب بھول کر بھی اپنی ذمہ داری پر کوئی کتاب نہ چھپاؤں گا۔ پریم بتیسی کے دوسرے ایڈیشن کا مسئلہ درپیش ہے۔ آپ ہی کی گردن پر یہ بار بھی پڑے گا۔ 'حرماں نصیب' مجھے کچھ پسند نہ آیا۔ مہمل سی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ ہاں شیخ حسن کے ابتدائی ابواب دلچسپ ہیں۔ حالانکہ آخری قصہ امید کے خلاف ہے۔ ایشور نے چاہا تو چند ماہ میں میرا اپنا ناول 'ناکام' تیار ہو جائے گا۔ 'سیر درویش' کی نسبت آپ نے کیا فیصلہ کیا؟ تبتیسی ریویو کے لیے کہیں بھیجی یا نہیں؟ کیا ممکن ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی اسے کتب میں لے لے۔ ممکن نہیں۔ پبلک کی قدردانی پر چھوڑ دیے۔ بارش بند ہو گئی۔ قحط نازل ہو گیا۔ ملک پر سخت مصیبت آئی ہے۔ دیکھیں پرماتما کیسے ناؤ پار لگاتے ہیں۔ اور کیا لکھوں۔ میں نے کلکتہ میں پریس لینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ دور دراز کا معاملہ تھا۔ اب اسی صوبہ میں ارادہ ہے کانپور میں ایک پریس بک رہا ہے۔ 'لائٹ پریس' نام ہے۔ اس کے متعلق خط و کتابت کر رہا ہوں۔ طے ہو جائے تو نوکری سے مستعفی ہو جاؤں گا۔ اب

یہ طوق نہیں سہا جاتا۔ غالباً نومبر میں آپ مجھے بلا نزد روپے دے سکیں گے۔ زیادہ والسلام۔

احقر دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

گورکھپور نارمل اسکول ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۰ء

بھائی جان تسلیم

کارڈ ملا۔ مشکور ہوں۔ ایشور مریضہ کو جلد شفا بخشے۔ اور آپ کو تیمارداری کی مصیبت سے نجات۔ بہت خوش ہوں کہ بازارِ حسن کی کتابت قریب ختم ہے۔ بیتک نتانتا کے خط کا ایک حصہ نقل کرنے سے رہ گیا۔ آپ نے خوب گرفت کی۔ اسے پورا کیے دیتا ہوں

"میں بڑی مصیبت میں ہوں۔ مجھ پر رحم کیجیے۔ یہاں کی حالت کیا لکھوں۔ پتا جی گنگا میں ڈوب گئے۔ آپ لوگوں پر مقدمہ چلانے کی صلاح ہو رہی ہے۔ میری دوبارہ شادی ہونی قرار پائی ہے۔ جلد خبر لیجیے۔ ایک ہفتہ تک آپ کی راہ دیکھوں گی۔ اس کے بعد اس بیکس یتیم کی فریاد آپ کے کانوں تک نہ پہنچے گی"۔

پریم تنبسی اگر اس عرصہ میں۔۔ انکل گئی۔ تو آغاز تو اچھا سمجھنا چاہیے زمانہ پریس ابھی تک وعدوں ہی پر ٹال رہا ہے۔ تنگ آ گیا۔ کسی طرح اب کی نجات ملے۔ پھر اس کے جنجال میں نہ پھنسوں گا۔ میرے پریس کی

شراکت کا مسئلہ بالکل ابھی تک طے نہیں ہوا۔ اردو ہندی۔ انگریزی، بنگلہ۔ سبھی کچھ دیکھنے کا ارادہ ہے۔ میرا چھوٹا بھائی مینیجری کے کام میں ہوشیار ہے اس وجہ سے شاید مجھے زیادہ دردِ سر نہ ہو۔ اور پھر کس کاروبار میں پریشانیاں نہیں ہیں۔ کشمکش تو زمانہ حال کی ایک لازمی کیفیت ہے۔ اس سے چھٹکارا کہاں۔

آپ کے مفصل خط کا انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے لاہور سے آپ سرمائی چیزیں کچھ بھیج سکتے ہیں۔ یہاں الوان اور شال وغیرہ نایاب ہیں۔ میوے خشک بھی باوا کے مول۔ کشمش عہ؍ (ایک روپیہ آٹھ آنے) سیر۔ بادام سے ؍ (تین روپے) سیر۔ لاہور میں یہ چیزیں شاید کچھ ارزاں ہوں۔ ایک الوان عمدہ آپ کے خیال میں کتنے کو مل جائے گا۔ یہاں تو شاید سعہ ؍ (تیس روپے) سے کم پر نہ ملے۔ اگر تکلیف نہ ہو تو ذرا ریٹ دریافت کر کے مجھے مطلع فرمائیگا اور دکان کا پتہ بھی۔ تاکہ میں خود منگوا لوں۔ آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔

پریم پچیسی آپ ہی کے گلے پڑے گی۔ اور اگر میرا پریس چل نکلا تو ممکن ہے اسی میں چھپ جائے۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے، میرے بھائی صاحب اردو لیتھو کا کام پسند نہ کریں گے۔ ٹائپ کے کام میں سہولیت ہوتی ہے۔ کاتبوں کی عنقا صفتی نے لیتھو کا کام بہت دقت طلب بنا دیا ہے۔

اور کیا عرض کروں۔ قحط پڑے گا۔ گیہوں کا نرخ ۵ سیر ہے۔ گھی ۶ چھٹانک اور شکر تو نایاب ہے۔ روپیہ کی سیر بھر بھی نہیں۔ ۱۲ چھٹانک ہے کوئی کیا کھائے اور کیسے زندہ رہے۔

خط کا جواب جلد عطا ہو۔ امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ نان کوآپریشن نے تو لاہور کا کچومر نکال دیا۔ دیکھیے یہ اونٹ کس کروٹ

بیٹھتا ہے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۲۵ر نومبر ۲۰ء

بھائی جان تسلیم

کارڈ ملا۔ مشکور ہوں۔ آپ کی پریشانیوں اور نیز ناسازیٔ طبیعت سے تردد ہے۔ ایشور آپ کو ان جھمیلوں سے فرصت دے۔ 'بازار حسن' کا معاوضہ ۲۵ روپے طے ہوئے تھے۔ پریم پچیسی کے لیے ایک صد روپے کُل ساڑھے تین سو روپے ہوتے ہیں۔ بذریعہ رجسٹری بھجوا دیں۔ کفایت ہوگی۔ میرے خط کے دیگر امور کا جواب آپ نے کچھ نہ دیا۔ آپ کے دوسرے خط کا انتظار کر رہا ہوں۔ تب تک حصہ اوّل پریم تبیسی کا ٹائیٹل وغیرہ بھی تیار ہو جائے گا۔ اور کیا عرض کروں۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام منیجر زمانہ پریس

نارمل اسکول گورکھپور۔ ۳۰ر دسمبر ۱۹۲۰ء

جناب خواجہ صاحب بندہ نواز تسلیم

عنایت نامہ ملا۔ اگر مال گاڑی کے کھلنے میں بہت زیادہ یعنی ایک

ہفتہ سے زائد کی دیر ہو تو آپ براہِ کرم ۱۰۰ جلدیں ریلوے پارسل سے لاہور بھیج دیں۔ وہاں سے بار بار تقاضے آرہے ہیں۔ اور مجھے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ میں وہاں بھی ۱۰۰ جلدیں کانپور بھیجنے کے لیے تاکید کر رہا ہوں۔ بقیہ جلدیں مال گاڑی سے روانہ فرمائیے گا۔ امید ہے کہ آپ حتی الامکان عجلت فرمائیں گے۔

دوسری گزارش ہے کہ مجھے حساب آمدنی اور خرچ کا مفصل لکھ بھیجیں۔ عین نوازش ہوگی۔ زیادہ والسلام

نیازمند دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

گورکھپور۔ ۳/ جنوری ۱۹۲۱ء

جناب بھائی صاحب تسلیم۔ امید ہے آپ نے میرے حسب استدعا ۱۰۰ جلدوں کا پارسل لاہور بھجوا دیا ہوگا۔ اس کا لحاظ بھی غالباً رکھ لیا ہوگا کہ وزن کا محصول بے کار نہیں پڑے۔ خواہ جلدوں کی تعداد میں کمی بیشی کر لی جائے۔ ۲۰ سیر پارسل میں شاید ۱۰۰ یا اس سے کچھ کم جلدیں آجائیں ۵ جلدیں یہاں بھجوا دیں۔ عنایت ہوگی۔ میں نے لاہور والوں کو بھی لکھ دیا ہے۔ وہاں سے جلدیں آتی ہوں گی۔ حساب سے بھی مطلع کیا جانا چاہتا ہوں۔ ایک مضمون 'زمانہ' کے لیے لکھ رہا ہوں۔ غالباً آپ کو پسند آئے۔ قطرۂ خون[۲] تیار کر رہا ہوں۔ مگر آخری نہیں۔ نومبر میں سید عبدالماجد کا مضمون خوب لیا۔ گورنند[۱] و بابو کے مضمون سے ماخوذ ہے۔ مگر اور تخیل رنگ آگیا ہے۔

[۱] رابندر ناتھ ٹیگور

زندہ ہوں۔ ناول کی ہندی کر رہا ہوں۔ اور پریم تتیسی کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ امید ہے آپ بمعہ عیال خوش و خرم ہوں گے۔ کیا اس غریب کدہ کو آپ کے قدموں کی زیارت نصیب نہ ہوگی۔ غریبوں سے اتنی بے نیازی موقع ملے تو دو دن کے لیے چلے آئیے۔ رات ہی بھر کا تو سفر ہے۔ میں تو اپنی صحت سے لاچار ہوں۔

آپ کا　　دھنپت رائے

بنام منیجر صاحب زمانہ

گورکھپور ۱۰ر جنوری ۱۹۲۱ء

جناب مکرمی بندہ تسلیم

لاہور والوں کو آج تاکیدی خط لکھ دیا ہے۔ ہفتہ عشرہ میں کتاب پہنچ جائے گی۔ میرے پاس حساب کے ساتھ ۵ جلدیں ضرور روانہ فرمائیے گا میرے مضامین کا دفتر کے ذمہ کل عہ (بیس روپیہ) آتا ہے۔ والسلام مال گاڑی کا انتظار کیجیے گا۔ تاکہ پھر ریلوے پارسل نہ بھیجنا پڑے۔

نیازمند　　دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

نارمل اسکول گورکھپور ۱۰ر جنوری ۲۱ء

جناب مشفق و مکرم بندہ تسلیم۔ عرصہ سے حالات مزاج سے مطلع

نہیں ہوا۔ تردد ہے۔ براہِ کرم حالات سے مطلع فرمائیے۔ میں نے دفتر زمانہ کو تاکید کی تھی۔ کہ آپ کی خدمت میں پریم ننبسی کی ۶۰۰ جلدیں روانہ کردیں۔ لکڑی کے صندوق میں کتابیں بند کرائے اسٹیشن بھیجی گئیں۔ لیکن مال گاڑی بند تھی۔ اسوجہ سے فی الحال ۱۰۰ جلدیں بذریعہ ریلوے خدمت والامیں بھیجی گئیں۔ جونہی گاڑی کھلے گی۔ بقیہ ۵۰۰ جلدیں بھیج دی جائیں گی آپ بھی ۱۰۰ جلدیں حصہ دوئم کی بذریعہ پارسل روانہ فرمادیں۔ کانپور کے پتہ سے اور اگر لاہور سے مال گاڑی مل سکے تو پوری ۴۰۰ جلدیں بھیج دیں۔ تاکہ خرچہ زیادہ نہ پڑے۔ جیسا مناسب معلوم ہو۔ وہ بھیجیے ۵۰۰ جلدیں غالباً اسی ماہ میں آپ کے پاس پہنچ جائیں گی۔ پریم پچیسی کے متعلق آپ نے کچھ تحریر نہ فرمایا۔ امید ہے کہ آپ خوش و خرم ہوں گے۔

احقر دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

نارمل اسکول گورکھپور ۲۹ جنوری ۲۱ء

بھائی جان تسلیم

بعد انتظار شدید و مدید عنایت نامے کے درشن ہوئے مشکور ہوں کتابیں آپ نے غالباً کانپور بھیج دی ہوں گی۔ مال گاڑی کھلنے پر وہاں سے آپ کی خدمت میں ۵۰۰ جلدیں اور پہنچیں گی۔ آپ بھی ان کے پہنچنے پر ۳۰۰ اور جلدیں بھیج دیجیے گا۔ سرورق کا مجھے سخت افسوس ہے۔ یہ مہتمم صاحب پریس کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ ممکن ہو تو آپ سرورق دوسر لگوالیں۔

قیمت مجھ سے وضع کرلیں۔ سیر درویش اور پریم پچیسی کی ایک جلد بھی میرے پاس نہیں۔ زیادہ تصحیح کی ضرورت نہیں۔ کتابت یا پروف کے ساتھ ساتھ تصحیح بھی ہوتی جائے گی۔ بس کاتب نے پیراگراف الگ نہیں کیے ہیں۔ اکثر دو پیراگراف ملا دیے ہیں۔ اس کے سوا مجھے تو زیادہ اغلاط نہیں معلوم ہوئے۔ آپ کتابت شروع کرا دیں اور دونوں بازارِ حسن ہی کے سائز پر چھپوائیں۔ مجھے بھی ایک ہی سائز کی کتابیں پسند ہیں۔ آپ ان دونوں کتابوں کا کاپی رائٹ چاہتے ہیں۔ یا محض دوسری ایڈیشن کا حقِ اشاعت۔ میں نے ادھر دو تین قصے لکھے ہیں۔ ایک صبحِ امید' میں ہے "بعد از مرگ" دوسرا زمانہ میں ہے "نوک جھوک" ایک اور زمانہ میں رکھا ہوا ہے "سیرتِ حیات" ایک چوتھا میرے پاس ہے "دستِ غیب" پانچواں زیرِ تحریر ہے۔ جس میں نان کو آپریشن کا رنگ نظر آئے گا۔ ان کے متعلق میں آپ کی نکتہ چینی کا شوق سے انتظار کروں گا۔ آپ کو میری تحریریں جب نظر آئیں ضرور ان پر اظہارِ خیال کر دیا کریں۔ اس سے مجھے دلی تسکین ہوتی ہے۔ اِن قصوں کے علاوہ اپنا ناول "ناکام" صاف کر رہا ہوں۔ جو تصنیف سے کم جاں سوز کام نہیں ہے۔ یہ ختم ہو جائے تو ڈرامہ میں ہاتھ لگاؤں۔ اس کا پلاٹ تیار ہے۔ چار ہی ایکٹ میں ختم ہو جائے گا۔ مگر سین پندرہ سولہ سے کم نہ ہو سکیں گے۔ کامیاب ہو سکوں گا یا نہیں۔ ایشور ہی جانے۔ "ناکام" جونہی تیار ہوا۔ آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجوں گا۔ میں اپنی کتابوں کی توسیعِ اشاعت کے اعتبار سے پنجاب کے کسی رسالہ میں لکھنا چاہتا ہوں لیکن 'کہکشاں' کے بعد اب مجھے کوئی ایسا رسالہ نظر نہیں آتا۔ اب آپ کا شغل کیا رہتا ہے؟ میرے ایک دوست آپ کی کتاب "بھارت سپوت"

کا ہندی ترجمہ کرانا چاہتے ہیں۔ ان کا ارادہ اسے پانچ ہزار چھاپنے کا ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں۔ تو اس کی ایک جلد میرے پاس بھیج دیں۔ جو نسخہ آپ نے نذر کیا تھا وہ کوئی صاحب اڑا لے گئے۔ یوں ہندی میں گاندھی جی کی کئی سوانحعمریاں ہیں۔ لیکن آپ کی تصنیف ہی اور ہی لطف ہے اسی وجہ سے میرے دوست موصوف اسے ہندی جامہ پہنانے کے شائق ہیں۔ اور کیا لکھوں کیا میری اور آپ کی ملاقات کبھی نہ ہوسکیگی دُنیا میں میرے صرف گنے گنائے دوست ہیں۔ آپ بھی اُس نہایت محدود تعداد کے رکن خاص ہیں۔ مگر افسوس کہ ابھی تک صورت آشنائی بھی نہیں اور نہ ہو تو اپنا فوٹو ہی بھیج دیجیے۔ اسی سے تسکین لے لوں۔ زیادہ والسلام

ہاں "ہم خرما و ہم ثواب" "کشنا" وغیرہ میری ابتدائی تصانیف ہیں۔ پہلی کتاب تو لکھنؤ کے ناول پریس نے شائع کی تھی۔ دوسری کتاب بنارس کے میڈیکل ہال پریس نے۔ یہ غالباً ۱۹۰۰ء کی تصانیف ہیں۔ میرے پاس ان میں سے ایک جلد بھی نہیں۔ اور نہ شاید پبلشروں کے ہی یہاں نکل سکے۔ اور نہ ان کے دیکھنے کی ضرورت ہی ہے۔ نومشقی کے سارے عیوب ان میں موجود ہیں۔ مولانا ممتاز علی صاحب قبلہ کی خدمت میں دست بستہ آداب فرما دیجیے گا۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

۸ر فروری ۲۱ء

بھائی جان تسلیم۔ تصویر ملی۔ بہت ممنون ہوں۔ اس نے ملاقات

کی آرزو دوچند کر دی۔ آپ کی میرے ذہن میں جو تصویر تھی۔ وہ کچھ اور ہی تھی۔ میں اگر مصور ہوتا تو "شرر" اور "ادیب" کی غالباً یہی تصویر بناتا جہاتما گاندھی بھی ملے۔ (آج یہاں اُن کی آمد آمد ہے)

آپ نے شاید ابھی تک پریم بتیسی حصہ دویم کی جلدیں کا نپور نہیں ارسال فرمائیں۔ وہاں کی فرمائشیں رُکی ہوئی ہیں۔ براہِ کرم اب تاخیر نہ فرمایئے۔ اگر مال گاڑی سے نہ بھیج سکیں۔ تو فی الحال ۱۰۰ جلدیں ہی روانہ فرمائیں۔ اس سے پہلے کے خط کے جواب کا منتظر ہوں۔ والسلام،

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

بنارس گیان منڈل ۸ اراپریل ۲۱ء

مکرم بندہ۔ تسلیم

عرصہ دراز سے آپ کی خیریت مزاج سے مطلع نہیں ہوں۔ امید ہے بخیر و عافیت ہوں گے۔ میں ادھر ایک ماہ سے اپنے گھر پر آگیا ہوں ملازمت سے مستعفی ہو گیا ہوں۔ کچھ لٹریری کام کرتا ہوں اور کچھ اشاعتی۔ آپ کا شغل آج کل کیا ہے۔ پریم پچیسی کی اشاعت کے متعلق کیا فیصلہ کیا۔ بازارِ حسن کی کیا حالت ہے۔ پریم بتیسی کی جلدیں آپ کے یہاں کتنی پہنچ گئیں۔ اور ان کی بکری کیسی ہو رہی ہے۔ براہِ کرم ان امور سے سرفراز فرمایئے۔ تہذیب نسواں اور پھول ابھی تک گورکھپور جاتے ہیں۔ وہاں بھیجنے کی ممانعت کر دیں۔ اور جب تک میں اپنا کوئی

مستقل پتہ نہ لکھوں۔ اوپر کے پتہ سے ہی بھجوانے کی عنایت کریں۔ اور تو کوئی حال تازہ نہیں۔ حالات مزاج سے جلد مطلع فرما دیں۔ سخت تشویش ہے۔

آپ کا دھنپت رائے
C/O B. MEHTAB RAI,
GIAN MANDAL, BANARAS CITY.

بنام مولوی عبدالحق صاحب

دفتر گیان منڈل کاشی ۲۷ مئی ۱۹۲۱ء

جناب مشفق و مکرم بندہ! تسلیم

یاد آوری کا ممنون ہوں۔

چند در چند موانعات کے باعث تعمیل ارشاد سے قاصر ہوں۔ موضوع مضمون نہایت بسیط ہے۔ اور اس پر جامع مضمون لکھنے کے لیے بہت تحقیق اور مطالعہ کی ضرورت ہے اور میں ترکِ موالات کا پیرو ہونے کے باعث فی الحال اس کے لیے کافی وقت نہیں نکال سکتا۔ میرے خیال میں اس کے لیے اگر آپ منشی اقبال ورما سحر ہنگامی، مختار کلکٹریٹ فتح پور یا منشی راج بہادر صاحب لمگوڑا ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل فتح پور کو تکلیف دیں تو وہ دونوں اصحاب اسے زیادہ خوبصورتی سے انجام دے سکیں گے۔ مگر بہترین شخص جسے میں جانتا ہوں پنڈت پدم سنگھ شرما ہیں۔ انہیں ہندی ادبیات کی عمیق واقفیت ہے اور اردو ادب

کے بھی ماہر ہیں۔ ان کا پتہ ہے۔ بجنور ڈاک خانہ نگینہ
نیازمند دھنپت رائے (پریم چند)

بنام منیجر دارالاشاعت لاہور

مارواڑی اسکول نیا گنج۔ کانپور۔ ۲۶ جون ۲۱ء
جناب محترم و مکرم بندہ تسلیم

مزاج اقدس۔ کئی ماہ سے مجھے آپ صاحبوں کے خیریت مزاج کی خبر نہ ملی۔ گونہ تردد ہے۔ بھائی امتیاز علی صاحب کے پاس کئی خط لکھے مگر معلوم نہیں۔ کیوں انہوں نے غیر معمولی سکوت سے کام لیا۔ مجھے مطلق خبر نہیں۔ کہ بازارِ حسن کی اشاعت کا انتظام ہوا ہے اور اس میں ابھی کتنی دیر ہے۔ پریم بتیسی کی جلدیں یہاں آپ کی خدمت میں بھیجی جانے کے لیے رکھی ہوئی ہیں۔ لیکن آپ کے کسی رسالہ میں اس کا اشتہار نظر نہیں آتا۔ کچھ راز سمجھ میں نہیں آتا۔ براہِ کرم مفصل حالات سے سرفراز فرمائیں۔ عین احسان ہوگا۔ "تہذیب نسواں" میرے پاس اب مندرجہ پتہ سے ارسال فرمائیں۔ میں نے ترکِ موالات کر کے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔ اور اب اس قومی پاٹھشالے کی ہیڈ ماسٹری پہ آگیا ہوں۔ حضرت تاج اور کئی کتابیں شائع کرنے والے تھے۔ اشاعت کا دائرہ وسیع کرنا چاہتے تھے۔ مگر یہ طولانی خموشی کچھ اور ہی کہتی ہے۔ امید ہے جواب خط سے محروم نہ رکھا جاوے گا۔

نیازمند دھنپت رائے (پریم چند)

بنام امتیاز علی تاج

کانپور مارواڑی ہائی اسکول ۳ر اگست ۱۹۲۱ء

برادرم تسلیم

مضمون بھیجا تھا۔ رسید نہیں آئی۔ کیا مضمون پسند نہیں آیا۔ مطلع فرمائیں۔ کل ریل سے پریم تبسی روانہ ہو گی۔ خواہ مال سے خواہ پارسل سے۔ توقف نہ ہو گا۔ مال کا انتظار نہ کروں گا۔ کتابیں بکس میں پڑے پڑے سڑ رہی ہیں۔ اشتہار جاری فرمادیں۔ "تہذیب" اور "پھول" اب نہیں آتے کیا بنارس جاتے ہیں۔

پتہ تبدیل کرادیں تو احسان ہو۔ اور اگر بند کر دیا ہو۔ تو کوئی ضرورت نہیں۔

نیاز مند دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

مارواڑی ہائی اسکول کانپور۔ ۲۷ر اگست ۱۹۲۱ء

برادرم تسلیم

خط کئی دن ہوئے آیا۔ میرا قصہ پسند نہ آیا۔ مجھے خود یہی خوف تھا۔ اس کی تنقید آپ نے مناسب کی ہے۔ بے شک قصہ دب گیا ہے۔ آیندہ احتیاط رکھوں گا۔ زمانہ کے جولائی نمبر میں "لال فیتہ" ایک قصہ ہے اس کے متعلق بھی اپنی رائے تحریر فرمائیے گا۔ کیا اب کی بار بھی قصہ دب گیا۔

یا میں کچھ کامیاب ہوا۔ کم سے کم میں نے کامیاب ہونے کی کوشش ضرور کی تھی۔ آپ کی رائے کا بے تابی سے منتظر رہوں گا مخزن کیوں نہیں آیا آپ کے خط کے لیے چشم براہ ہوں۔

آپ اس قصہ کو مخزن میں شائع نہیں کر سکتے۔ تو اتنی تکلیف کیجیے کہ اسے بندے ماترم آفس بھیج دیجیے۔ وہاں نکل جائے گا۔ مخزن کے لیے میں جلد کچھ لکھوں گا۔ قصہ ہوگا یا کچھ اور عرض نہیں کر سکتا۔ زیادہ والسلام

نیاز مند دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

مارواڑی ہائی اسکول کانپور ۱۹ دسمبر ۲۱ء

مشفق من تسلیم

اب تو آپ کے خطوں کے لیے مہینوں ترس جاتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں میں ہی عدیم الفرصت ہوں۔ پر آپ مجھ سے زیادہ مصروف کار نظر آتے ہیں۔ یا یہ بے اعتنائی تو نہیں ہے؟ بازار حسن کی باقی کتابت ابھی ختم ہوئی یا نہیں؟ کتاب کے شائع ہونے کا کب تک انتظار کروں؟ پریم بتیسی کی بکری کیسی ہو رہی ہے۔ آپ نے کسی اخبار میں غالباً اشتہار نہیں دیا آپ نے اردو لٹریچر کی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہے تو زیادہ زندہ دلانہ جوش کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ اس واعظانہ مشورہ کے لیے معاف فرمائیے گا امید ہے آپ بخیر و عافیت خوش و خرم ہوں گے۔

نیاز مند دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

کانپور ۲۸ر نومبر ۱۹۲۱ء

بھائی جان تسلیم ۔ ادھر دو تین دن سے نہ آسکا ۔ معلوم نہیں عزیز سین کی طبیعت کیسی ہے ۔ جس دن آپ کے یہاں سے آیا ، اس دن رات کو زینہ پر سے گر پڑا ، دونوں انگوٹھوں میں سخت چوٹ آئی ، اور ایک گھٹنی بھی پھوٹ گئی ، کمر میں بھی چوٹ لگی ۔ اس وجہ سے گھر میں مقید ہوں ۔

لاہور سے سید امتیاز علی تاج کا ایک خط آیا ہے وہ پریم بتیسی حصہ دویم عہ؎ (ایک روپیہ بارہ آنے) میں فروخت کر رہے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ ان داموں وہاں اس کے خریدار کافی ہیں ۔ زمانہ میں اس کی قیمت صرف عہ؎ (ایک روپیہ آٹھ آنے) ہے ۔ براہِ کرم جناب خواجہ صاحب سے تاکید فرما دیں ۔ کہ وہ نومبر کے زمانہ اور اگلے "آزاد" میں حصہ دویم کی قیمت عہ؎ (ایک روپیہ آٹھ آنے) کی بجائے عہ؎ (ایک روپیہ بارہ آنے) بنوا دیں ورنہ لاہور والوں کو شکایت ہو گی ۔ ایشور نے چاہا تو کل پرسوں تک حاضر ہو سکوں گا ۔

نیاز مند دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

SHRI MARWARI VIDAYALAYA
CAWNPORE. 25 OCT. (21)

برادرم تسلیم ۔ نوازش نامہ ملا ۔ بہت اطمینان ہوا ۔ دفتر "زمانہ" میں

پریم پتیسی حصہ دوئم کی قیمت میں ترمیم کرنے کے لیے لکھ دیا۔ مخزن کے
لیے مضمون لکھا ہوا تیار رہے۔ اسکول ہی میں لکھا تھا۔ تعطیل کے باعث
وہاں جانا نہیں ہوتا۔ مدرسہ کھلتے ہی مضمون بھیجوں گا۔ مگر قصہ بہت مختصر
ہے آج کل لاہوری رسالوں میں لکھتے ہوئے طبیعت ہچکچاتی ہے۔ میں وہ
زبان نہیں لکھ سکتا۔ جس کا آج کل اکثر رسالوں میں نمونہ نظر آتا ہے۔
اور جسکا پیش رو اگر کوئی ایک شخص نہیں تو آگرہ کا 'نقاد' ہے۔ اس رنگ
کا عنصر ہے۔ سیدھی سی بات تشبیہات اور استعارات میں بیان کرنا۔
میں اس رنگ کی تقلید سے قاصر ہوں۔ تاجور صاحب بھی اس رنگ کے
مقلد تھے اور معاف کیجیے گا۔ حضرت بے دل بھی اس کے دلدادہ نظر
آتے ہیں۔ ایسے رنگین نویسوں کو میری روکھی پھیکی تحریر کیا پسند آئے گی
یہ محض آپ کا اصرار ہے۔ جس نے مجھے 'مخزن' کے لیے قلم اٹھانے پر مجبور
کیا۔ علاوہ بریں میں بھی ترکِ موالاتی ہوں۔ میرے دل و دماغ میں بھی آج
کل وہی مسائل گونجا کرتے ہیں۔ قصوں میں وہی خیالات جھلکتے ہیں۔ اور
ادبی رسائل میں ان کی گنجائش نہیں۔ نومبر کے زمانہ میں 'موٹھ' لکھا ہے
ذرا اس پر رائے زنی کیجیے گا۔ ممکن ہے آپ کے معیار پر اترے۔ اس میں
صرف چند گھنٹوں کے واقعات ہیں۔ دو تین لپٹتیں نہیں گزرنے پائیں۔
اور سب خیریت ہے۔ ذرا جلد جلد یاد فرمایا کیجیے۔ آپ کے خطوں کا
بہت منتظر رہتا ہوں۔

آپ کا

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاج

HEAD MASTER'S OFFICE
SHRI MARWARI VIDAYALAY
CAWNPORE

۱۶/فروری ۱۹۲۲ء

بھائی جان تسلیم۔ آپ کا خط ملا۔ مخزن اور ہمایوں میں آپ کے مضامین دیکھے۔ صدقِ دل سے داد دیتا ہوں۔ "زبیدہ" میں زورِ قلم زیادہ ہے۔ اور تخئیل نہایت بلند۔ مگر میرے خیال میں ہیروئن کی نازک فلاسفی اچھی طرح واضح نہیں ہوئی۔ اس کے جذباتی فلسفہ کا تو علم ہوجاتا ہے۔ لیکن ذہن میں ایک اڑتے ہوئے خاکے کے سوا اور کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اندازِ تحریر میں جدت ہے۔ "تاثیر ہے"۔ عمق ہے۔ گہرے جذبات کی توضیح ہے۔ لیکن شیرینی نہیں۔ کہیں کہیں ایسے الفاظ ثقیل آجاتے ہیں۔ جو نغمہ کی روانی میں خارج ہوجاتے ہیں۔ بعض بعض مقامات پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی جذبہ کی توضیح کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ادا کرنے میں ناکام رہے۔ مثلاً "شفق کا کر آسمان کو ایک وہم بنا دیں"۔ انجام بھی بہت جلد ہوا۔ کوئی چھوٹا موٹا واقعہ آجاتا تو زبیدہ کے طرزِ عمل سے اس کے خیالات اور روشن ہوجاتے۔ بہرحال ان معمولی باتوں سے قطع نظر قصہ محض قصہ ہی نہیں۔ بلکہ ایک نغمہ معنی ہے۔ آپ نابینا جوان کا سا قصہ لکھنے کی پھر کوشش کیجیے، وہ لاجواب چیز تھی۔ 'مخزن' میں جو قصہ ہے وہ مجھے کچھ جچا نہیں۔ مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے ایک جگہ کچھ اسی

قسم کا ایک قصہ دیکھا تھا۔ انجام ضرور ڈرامیٹک ہے۔ میں آپ سے پھر بھی گزارش کر دینی چاہتا ہوں کہ اختراعیت کے دام میں نہ پھنسیے، سلاست اور روانی ہاتھ سے نہ جائے۔ آج کل لوگ ایک عجیب طرزِ بیان اختیار کرتے جاتے ہیں۔ جس میں سادگی اور نیچرل پن کو چھوڑ کر خواہ شوکتِ بیان پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میرا ہندی ناول ختم ہو گیا۔ اب اردو کا کام جلد ہو گا۔ جب تک بازارِ حسن پریس سے نکلے گا۔ شاید نئے ناول کا حصہ اول آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

"نورجہاں" کا ترجمہ میں خود تو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے فرصت نہیں ہے۔ خود بھی ایک ڈرامہ لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن میرے چند احباب بنگلہ زبان کے ماہر ہیں۔ ان کی مدد سے یہ کام ہو سکتا ہے اور اوریجنل سے ترجمہ کرنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔ اور کیا عرض کروں۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

مارواڑی ودیالیہ کانپور۔ ۲۲ر فروری ۱۹۲۲ء

بھائی جان تسلیم۔ میں نے آج استعفےٰ دیدیا۔ بہت تنگ آ گیا تھا۔ میرے پانچ قصے زمانہ میں نکل چکے ہیں (۱) روئے حیات (۲) معمہ (۳) لال فیتہ (۴) تقدیر (۵) موٹھ۔ ان کا جو معاوضہ مناسب سمجھیں بھیج دیں۔

میری کتابوں کا حساب بھی عرصے سے نہیں ہوا ہے۔ براہِ کرم خواجہ صاحب سے کہہ دیجیے کہ وہ دسمبر کے آخر تک کا حساب کر دیں۔ جنوری سے پھر حساب چلتا ہو گا۔ اس میں یہ بھی درج کر دیں کہ اب میری کتنی جلدیں بنسی اور پچیسی کی دفتر زمانہ میں ہیں۔ اس تکلیف دہی کے لیے معاف کیجیے گا۔ میں جمعہ کے روز حاضر ہوں گا۔ آپ آنے کی تکلیف نہ کیجیگا بابو رگھوپت سہائے کا خط آیا ہے۔ آپ نے ان کی غزل نہیں شائع کی۔ اس کی شکایت کی ہے۔ چند اور غزلیں اور رباعیاں بھیجی ہیں۔ جمعہ کے دن لیتا آؤں گا۔ باقی خیریت ہے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام مہتاب رائے

لکشمی بھون۔ گورکھپور۔ ۲ر جون ۱۹۲۲ء

برادرِ عزیز سلمہٗ۔ دعا۔ میں یہاں پہنچا تو بابو رگھوپت سہائے بمبئی سے نہیں آئے تھے۔ ایک دن کے بعد آئے اور آئے بھی تو بیمار۔ ڈاکٹر کی دوا ہو رہی ہے۔ آج اُن کی طبیعت اچھی ہے۔ اس لیے ابھی روپے کے متعلق کوئی کارروائی نہیں ہو سکی۔ مجھے شاید دو تین دن یہاں اور ٹھہرنا پڑے اس اثنا میں اگر وہاں بابو دیا نرائن کا کوئی خط آئے اور ان کی والدہ صاحبہ بنارس آ رہی ہوں تو تم ذرا تکلیف کر کے ان لوگوں کو بلا نالہ کے دھرم شالہ میں ٹھہرا دینا۔ اور ہندی پُستک ایجنسی کے مادھو پرساد سے تاکیداً کہہ دینا کہ ان لوگوں کی آسائش کا ذرا خیال رکھیں۔ یہ کام ضرور کرنا۔ ورنہ بعد کو

دیا نرائن شکایت کریں گے۔

یہاں مہابیر پرشاد پوتدار نے بھی ایک پریس جس کا نام گیتا پریس ہے کھولا ہے۔ میں نے اُن سے اپنے پریس کے لیے بھی کام دینے کو کہا ہے۔ ممکن ہے کچھ کام ملتا رہے۔ میں یہاں سے لوٹ کر سیدھے الہ آباد جاؤں گا۔ اور ہندی کے ٹائپ لانے کی فکر کروں گا۔ مگر تمہیں یہ معلوم رہے کہ یہ سب کوشش تمہارے ہی بھروسے پر کی جا رہی ہے۔ اس وقت تمہیں ذاتی نقصان کا خیال ترک کر دینا پڑے گا۔ روزگار میں پہلے نفع تو ہوتا ہی نہیں۔ محض آئندہ نفع کے خیال سے کام کیا جاتا ہے۔ تم اس پریس کو بالکل اپنا سمجھ کر چلاؤ اور جب تک تمہیں اتنا نہ ملنے لگے کہ تمہارا خرچ آسانی سے چلنے لگے تب تک مجھے یا بھائی بلدیو لال کو کچھ دینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہم تم سے اس کا تقاضا کریں گے۔ ایشور بڑا کارساز ہے۔ اگر کام بڑھ گیا تو آئندہ کے لیے لڑکوں کو بھی روزگار کی ایک صورت نکل آئے گی۔

میں پبلشنگ بھی کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہوں۔ ایک ہزار سے اس کام کو شروع کروں گا۔ اس میں جو نفع ہوگا۔ اس کے ¼ کے حقدار تم ہوگے پریس میں ⅓ تمہارا ہے ہی۔ کیا ان دونوں صورتوں سے سال یا دو سال میں پچاس روپیہ ماہوار بھی نہ ملے گا۔ تمہاری کام کرنے کی تنخواہ یا گزارہ جو چاہے سمجھو۔ ۶۰ روپیہ CAPITAL سے اس وقت تک نکلے گا۔ جب تک اتنی گنجائش پریس سے نہ ہونے لگے۔ مجھے یقین ہے کہ اس میں تمہیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس وقت بظاہر ۱۰ روپے ماہوار کا نقصان ضرور ہے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ تین چار سال میں ہم کو پریس سے ۲۰۰ روپے ماہوار اور پبلشنگ سے بھی ۲۰۰ روپے ماہوار نہ ملنے لگے گا۔ لیکن جہاں تمہیں خود مختاری

ہو جائے گی۔ وہاں آئندہ کے لیے بھی فائدہ کی صورت ہو جائے گی۔ تمہیں اس لیے زور دیتا ہوں کہ غیر آدمی دوسرے کے کام کو اپنا نہیں سمجھ سکتا۔ ورنہ یوں ۵۰ روپے میں معمولی کرایہ کا ٹٹو آسانی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ تم یکم جولائی سے 'اگر اس وقت تک ٹائپ آ جائیں' استعفٰے دینے کا ارادہ مضبوط کر لو۔ عورتوں کے کہنے میں نہ آنا۔ اب تو جس قدر جلد کام شروع کر دیا جائے۔ اتنا ہی اچھا ہے۔ ممکن ہو تو گوری شنکر جی کو بھی کہنا کہ مکان میں اُن کے قفل پڑے رہنے کے کیا معنی ہیں؟ کیا وہ اس کا کرایہ دیں گے۔ اوپر کے کمروں میں بھی انہیں کے لوگ رہتے ہیں۔ یہ تحقیق کر لینا چاہیے کہ وہ لوگ گوری شنکر کی مرضی سے رہتے ہیں یا خود بخود۔ اگر گوری شنکر کی مرضی نہ ہو تو ان لوگوں سے مکان خالی کرنے کو کہنا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم تو سمجھیں، ہم گوری شنکر پر احسان کر رہے ہیں اور وہ کہیں میں نے کب کہا تھا کہ آپ ان آدمیوں کو رہنے دیجیے۔ ساہتیہ ودیالیہ والوں سے بھی کہنا ہوگا کہ وہ لوگ ہم لوگوں کی مرضی کے بغیر وہاں کیوں آتے ہیں۔ ان لوگوں میں اتنی انسانیت تو ضرور ہونی چاہیے تھی کہ جس کے گھر میں جا کر بیٹھتے اور پڑھتے ہیں ایک مرتبہ اس سے پوچھ تو لیں۔

اور کیا لکھوں۔ شاید میں یہیں سے کانپور چلا جاؤں اور آنے میں دیر ہو اس لیے تمہیں یہ سب باتیں لکھ دی ہیں۔ بچوں کا خیال رکھنا۔ تمہارے سوا وہاں اور کون ہے۔ ایک بار روز پریس میں جا کر دیکھ آیا کرنا۔ سفید پریس اور RACK طے کر لینا۔ اب گیان منڈل سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور کوئی تازہ حال نہیں۔ یہاں گرمی بہت کم ہے۔ معلوم ہوتا ہے دیرہ دون ہے۔ دعا

تمہارا

دھنپت رائے

بنام مینیجر زمانہ پریس

گیان منڈل بنارس ۲۴ رجون سنہ ۱۹۲۲ء

جناب مکرمی بندہ خواجہ صاحب تسلیم

پریم بتیسی کا حساب دیکھا۔ سمجھ میں نہ آیا۔ لاہور والے کہتے ہیں۔ کہ پریم بتیسی حصہ دوم کی ۵۰۰ جلدیں دفتر زمانہ میں آچکی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ صرف ۲۷۴ جلدیں آئی ہیں۔ اس قدر تفاوت کیوں۔ یا تو لاہور کی غلطی ہے۔ یا آپ سے سہو ہوا ہے۔

حصہ اول ۱۰۰۰ طبع ہوئی۔ ۵۰۰ کہکشاں کو دی گئی۔ ۱۱ میرے نام درج ہیں۔ دو داخل عدالت ہیں۔ باقی دفتر زمانہ میں ۴۸۷ رہ گئیں کیا طبع کے وقت سے یکم مئی تک ۳۵ جلدیں فروخت ہو گئیں۔ مجھے ۲۰ روپیے جو بارچ میں ملے تھے۔ وہ کتب کے متعلق نہ تھے۔ مضامین کے متعلق تھے۔ اب براہِ کرم اتنی تکلیف اور کیجیے کہ ۳۱ر دسمبر سنہ ۲۱ء سے ۳۱ر مئی سنہ ۲۲ء تک کا حساب اور تحریر فرمائیے۔ نہایت مشکور ہوں گا۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

خیر اندیش   دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

۱۴ر جولائی سنہ ۱۹۲۲ء آنا کھون بیر جیدا۔ بنارس شہر

بھائی صاحب تسلیم۔ عنایت نامہ مع چیک ملا۔ مشکور ہوں۔ سود ضرور

سے زیادہ ہے۔ زمانہ کے لیے جو کچھ لکھا ہے، وہ کل بھیج دوں گا۔
کتابوں کا حساب لاہور سے آنے والا ہے شاید دو چار روز میں آجائے۔
ودیا پیٹھ میں میں عارضی طور پر ہو گیا ہوں۔ بابو بھگوان داس جی نے اسکول
کا حصہ میرے سپرد کر دیا ہے۔ دخل نہیں دیتے۔ اس لیے کوئی زد در نہیں
گیان منڈل میں بھی کافی آرام تھا۔ ودیا پیٹھ میں خدمت کا موقع ہے
اور آرام بھی۔ مجھے مارواڑی اسکول میں جتنی تکلیف ہوئی، اتنی اور کہیں
ہو ہی نہیں سکتی۔ معلوم نہیں، مہاشے سے میری کیوں ان بن ہو گئی۔
پریس نے بہت پریشان کیا۔ اب کی اتوار کو الہ آباد گیا تھا۔ مشینیں دو دیکھیں
ایک اچھی تھی، مگر قیمت تین ہزار۔ اس لیے لوگوں نے خریدنے کی صلاح
نہیں دی۔ وہاں سے واپس آنے پر معلوم ہوا کہ بنارس ہی میں ایک کارخانہ
مستقل بک رہا ہے۔ اب اس سے بات چیت ہو رہی ہے۔ مشین کوئی نہیں ہے
مگر پریس دو ہیں۔ اور متفرق سامان ہے۔ دیکھوں کیا نتیجہ ہو۔ کام کا مجھے
بھروسہ ہے۔ میں ۱۰؍ کی کتابوں کا ایک سلسلہ نکالنے کا قصد کر رہا ہوں
غالباً ہر دوسرے مہینے ایسی ایک کتاب نکل جائے گی۔ مجھے ۴ سو روپے مل
جائیں گے۔ پریس کی چھپائی وغیرہ سب اس میں نکل میں آئے گی۔ یہاں
جاب کم ہے، مگر پبلشنگ کافی ہے۔ نیا ناول ایک ہزار نکل گیا۔ اب قصوں
کا مجموعہ نکلنے والا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک ناول اور اچھا
لکھ کر میں خانہ نشین ہو سکتا ہوں۔ حسبِ ضرورت گھر بیٹھے مل جائے گا
یہاں بارش نے ناک میں دم کر دیا۔ 'بازارِ حسن' کا ریویو ضرور کرا دیجیے گا۔
لاہور سے "ہزار داستان" نکل رہا ہے۔ ایک قصہ بہت اصرار کے بعد میں
نے بھی لکھا ہے۔ بچے اچھی طرح ہیں۔ امید ہے آپ بھی مع عیال خوش

ہوں گے۔ قبلہ مکرم و معظم کی کیفیت سے آپ نے مطلع نہیں کیا۔ صحت ہو گئی یا نہیں۔ عزیز سین نے 'بازارِ حسن' کو پسند کیا یا نہیں۔ میں ان کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ اور سب ایشور کی کرپا ہے۔ جنم اشٹمی میں لکھنؤ قیدیوں سے ملنے جاؤں گا۔ اس وقت آپ سے بھی ملاقات ہوگی والسلام

دھنپت رائے

بنام منیجر زمانہ پریس

آشا بھون کبیر چورا ہا۔ بنارس۔ ۱۰ر اپریل ۱۹۲۳ء

مشفق بندہ جناب خواجہ صاحب۔ تسلیم

اس کے قبل ایک عریضہ، بابو دیا نرائن صاحب کی معرفت آپ کی خدمت میں ارسال کر چکا ہوں۔ جواب سے محروم ہوں۔ میری کتابوں کا حساب ایک مدت سے نہیں ہوا۔ براہِ کرم مارچ ۱۹۲۳ء تک اکاونٹ مرتب کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ ذرا حساب تفصیل کے ساتھ ہو جس میں مجھے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ میں خود حاضر ہونے والا تھا مگر چند در چند پریشانیوں کے باعث ابھی تک نہ آسکا۔ امید ہے کہ جواب سے جلد ممتاز فرمائیں گے۔

خیر اندیش

دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

۲۳ر اپریل ۱۹۲۳ء

بھائی جان! تسلیم۔ کل صبح ایک خط لکھا۔ شام کو آپ کا کارڈ ملا۔ پڑھ کر صدمہ ہوا۔ بیماریاں اور پریشانیاں تو زندگی کا خاصہ ہیں۔ لیکن بچے کی حسرت ناک موت ایک دل شکن حادثہ ہے۔ اور اسے برداشت کرنے کا اگر کوئی طریقہ ہے۔ تو یہی کہ دنیا کو ایک تماشہ گاہ یا کھیل کا میدان سمجھ لیا جائے۔ کھیل کے میدان میں وہی شخص تعریف کا مستحق ہوتا ہے۔ جو جیت سے پھولتا نہیں۔ ہار سے روتا نہیں۔ جیتے تب بھی کھیلتا ہے ہارے تب بھی کھیلتا ہے۔ جیت کے بعد یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہار نہیں ہار کے بعد جیت کی آرزو ہوتی ہے۔ ہم سب کے سب کھلاڑی ہیں۔ مگر کھیلنا نہیں جانتے۔ ایک بازی جیتی۔ ایک گول جیتا تو ہپ ہپ ہرے کے نعروں سے آسمان گونج اٹھا۔ ٹوپیاں آسمان میں اچھلنے لگیں۔ بھول گئے کہ یہ جیت دائمی فتح کی گارنٹی نہیں ہے۔ ممکن ہے دوسری بازی میں ہار ہو۔ علیٰ ہذا ہارے تو پست ہمتی پر کمر باندھ لی۔ روئے۔ کسی کو دھکے دئے۔ فاؤل کھیلا اور ایسے پست ہو گئے گویا پھر جیت کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوگی۔ ایسے اوچھے تنگ ظرف آدمی کو کھیل کے وسیع میدان میں کھڑے ہونے کا کبھی مجاز نہیں ہے۔ اس کے لیے گوشہ تاریک ہے اور فکرِ شکم۔ بس یہی اس کی زندگی کی کائنات ہے۔ ہم کیوں خیال کریں۔ کہ ہم سے تقدیر نے بیوفائی کی۔ خدا کا شکوہ کیوں کریں۔ کیوں اس خیال سے ملول ہوں کہ دنیا ہماری نعمتوں سے بھری کو خالی

کو ہمارے سامنے سے کھینچ لیتی ہے۔ کیوں اس فکر سے منوحش ہوں کہ قزاق ہمارے اوپر چھاپہ مارنے کی تاک میں ہے۔ زندگی کو اس نقطۂ نگاہ سے دیکھنا اپنے اطمینانِ قلب سے ہاتھ دھونا ہے۔ بات دونوں ایک ہی ہے۔ قزاق نے چھاپہ مارا تو کیا؟ ہار میں سارے گھر کی دولت کھو بیٹھے تو کیا؟ فرق صرف یہ ہے کہ ایک جبر ہے دوسرا اختیار۔ یہ قزاق زبردستی جان اور مال پر ہاتھ بڑھاتا ہے۔ لیکن ہار زبردستی نہیں آتی۔ کھیل میں شریک ہو کر ہم خود ہار اور جیت کو بلاتے ہیں۔ قزاق کے ہاتھوں لوٹا جانا زندگی کا معمولی واقعہ نہیں۔ حادثہ ہے۔ لیکن کھیل میں جیتنا اور ہارنا معمولی واقعے ہیں۔ جو کھیل میں شریک ہوتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ہار اور جیت دونوں ہی سامنے آئیں گی۔ اس لیے اسے ہار سے مایوسی نہیں ہوتی۔ جیت سے پھولا نہیں سماتا۔ ہمارا کام تو صرف کھیلنا ہے۔ خوب دل لگا کر کھیلنا۔ خوب جی توڑ کر کھیلنا۔ اپنے کو ہار سے اس طرح بچانا گویا ہم کونین کی دولت کھو بیٹھیں گے۔ لیکن ہارنے کے بعد پٹخنی کھانے کے بعد گرد جھاڑ کر کھڑے ہو جانا چاہیے اور پھر خم ٹھونک کر حریف سے کہنا چاہیے کہ ایک بار اور!

کھلاڑی بن کر آپ کو واقعی بڑا اطمینان ہوگا۔ میں خود نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں اس معیار پر پورا اتروں گا یا نہیں۔ مگر کم سے کم اب مجھے کسی نقصان پر اتنا رنج نہ ہوگا۔ جتنا آج سے چند سال قبل ہو سکتا تھا۔ میں اب شاید نہ کہوں گا کہ ہائے زندگی اکارت گئی۔ کچھ نہ کیا۔ زندگی کھیلنے کے لیے ملی تھی۔ کھیلنے میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ مجھ سے زیادہ کھیلے ہیں۔ ہار اور جیت دونوں دیکھی ہیں۔ آپ جیسے کھلاڑی کے لیے شکوۂ تقدیر

کی ضرورت نہیں۔ کوئی گولف اور پولو کھیلتا ہے۔ کوئی کبڈی کھیلتا
بات ایک ہی ہے۔ ہار اور جیت دونوں ہی میدانوں میں ہیں۔ کبڈی کھ
والے کو جیت کی خوشی کم نہیں ہوتی۔ اس ہار کا غم نہ کیجیے۔ آپ نے ح
ہی نہ کیا ہوگا۔ آپ مجھ سے مشتاق ہیں۔ میں پانچ یا چھ مئی تک کا
آنے والا ہوں۔ یہاں کی کوئی چیز درکار ہو تو بے تکلف لکھیے گا۔ د
حالات میرے پہلے خط سے معلوم ہوئے ہوں گے۔ والسلام

دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

۱۸؍جولائی ۱۹۲۳ء ۴۲/۲۱ جھمیشور بنارس۔

بھائی جان تسلیم۔ آپ کا خط پڑھ کر سخت مایوسی ہوئی۔ آپ اُدھ
پریشان، میں اِدھر پریشان۔ کون کس کی سُنے۔ پر آپ کے وسائل وسیع
ہیں۔ میرے نہایت محدود۔ اس لیے مجھے پھر بھی یہی عرض کرنا پڑتا ہے ک
آپ نے میری تردّدات کا کافی اندازہ شاید نہیں کیا۔ مگر اس کی توضیح
محض اتنے ہی سے ہو سکتی کہ مجھے مجبور ہو کر ۴۰۰ قرض لینے پڑے۔ اور
مکان کا کرایہ ۲۰۰ دینے پر پھر ۲۰۰ بچ رہے ہیں۔ ابھی آج کل میں CHASSIS
آجائیں گے۔ اور پھر بالکل تہی دست ہو جاؤں گا۔ ۲۰؍ سے پریس کا کام
شروع ہوگا۔ مگر خالی ہاتھ میرے پاس اب کچھ نہیں رہا۔ کل آٹھ ہزار
کا تخمینہ کیا تھا۔ میں ۵۰۰ زائد خرچ کر چکا۔ اب کہاں سے لاؤں۔ دوستوں
کو تکلیف دینے کے سوا اور کہاں جاؤں۔ ۴۰۰ ایک صاحب سے لیے۔

اگر آپ ۳۰۰ دے سکیں۔ تو ایک مہینے کے لیے کچھ سر ہلکا ہو جائے۔ ایک مہینہ میں غالبًا کچھ آمدنی ہو ہی جائے گی۔ شاید اس وقت تک بابو رگھوپت سہائے کا موضع فروخت ہو جائے۔ اس کے بعد ہی وہ مجھے روپے ادا کرنے والے ہیں۔ میں نے تو آپ پر بار نہ ڈالنے کے لیے اتنا بھی لکھا تھا کہ آپ ماہوار ۱۰۰ دیدیں۔ تو میں مکان کے کرایہ سے سبکدوش ہو جاؤں۔ آپ کی ترددات کا اندازہ کر رہا ہوں۔ جانتا ہوں کہ مکان کی ترمیم میں کافی رقم صرف کرنا پڑے گی۔ مگر میرا مکان بھی تو ابھی پورا نہیں ہوا۔ صرف گزر کرنے کے قابل ہو گیا ہے۔ ابھی ایک ہزار اور لگیں تو مکمل ہو۔ اسے میں نے زیادہ اطمینان کے موقع کے لیے ٹال دیا ہے۔ اور کیا عرض کروں۔

مجھے ایک رقم کے لیے بار بار آپ کو تکلیف دیتے ہوئے شرم آتی ہے میں نے اس وقت تک لکھنے سے تامل کیا۔ جب تک کسی نہج سے میرا کام چل سکا۔ پر اب مجبور ہو گیا ہوں۔ اگر آپ نے امداد نہ کی تو پھر قرض لینا پڑے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ میں بڑی بیتابی سے ——— مگر خواہ مخواہ کیوں آپ پر اپنی ضرورت کی اہمیت ثابت کرنے کی کوشش کروں۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ آپ کو میری مالی حالت کا علم ہے۔ میں نے ایسے موقعہ کے لیے آپ سے زیادہ امداد کی توقع کی تھی۔ اتنا مایوس نہ کیجیے۔ میرے سالے صاحب کو آپ جانتے ہیں۔ میری مجبوری کا اندازہ محض اس سے کر سکتے ہیں۔ کہ میں نے اس بندۂ خدا سے مدد مانگنے سے بھی گریز نہ کیا۔ حالانکہ وہاں گیا ملنا تھا۔ جواب تک نہ آیا۔ زیادہ والسلام۔

نیازمند دھنپت رائے

بنام منیجر زمانہ پریس

سرسوتی پریس۔ مدھمیشور، کاشی۔ ۲۹/جولائی ۱۹۲۳ء

مکرمی بندہ جناب خواجہ صاحب۔ تسلیم و نیاز

براہِ کرم بوالیسی ڈاک ایک جلد 'سیرِ درویش' بھیج کر ممنو
فرمائیں۔ اس کی سخت ضرورت ہے۔ امید ہے کہ آپ خوب خوش ہو
دیکھوں کب تک آپ لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔

خیراندیش دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

ARASWATI PRESS, MODHYAMESHWAR,
BENARAS. 14-8-23

برادرم تسلیم۔ جب سے آیا ہوں۔ آپ نے کوئی خط نہیں بھیجا۔ لاہو
سے کتابیں آ گئی ہیں یا نہیں۔ میری تحریر کے مطابق ان کی تعداد نکلی یا
نہیں؟ یعنی حصہ اوّل کی ۱۸ اور حصہ دوم کی ۱۲۰۔ میں نے اب ارادہ
کر لیا ہے۔ کہ اپنی اردو کتابیں خود ہی چھاپ لوں۔ ایک چھوٹا سا لیتھو پریس
رکھ لوں۔ آپ نے اپنے پریس کا ذکر فرمایا تھا۔ کیا پریس ہے؟ کیا سائز ہے
ابھی کام دے رہا ہے؟ کل پرزے درست ہیں؟ اس کے ساتھ پتھر بھی
ہے یا نہیں۔ 'زمانہ' کے ۴ صفحے ایک بار دیتا ہے یا ۸۔ ان امور سے مجھے
جس قدر جلد ممکن ہو، مطلع فرمائیے۔ اب تاخیر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں

'کربلا' کے متعلق جناب خواجہ صاحب نے مجھے ایک کتاب دکھائی تھی۔ جس میں مراثی کے انتخاب تھے۔ براہِ کرم اس کی ایک جلد میرے پاس بھجوادیں اور قیمت میرے نام درج فرمادیں۔ نہایت مشکور ہوں گا۔ یہاں اور سب خیریت ہے۔ کانگریس ہو رہی ہے۔

بابو رگھوپت سہائے بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ 'زمانہ' کا تازہ پرچہ میرے پاس نہیں آیا۔ کیا ابھی نہیں نکلا؟

امید ہے کہ آپ ملیریا کی زد میں نہ آئے ہوں گے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

سرسوتی پریس بنارس ۲۶ ستمبر ۱۹۲۳ء

بھائی جان تسلیم۔ مزاج شریف

تہذیب نسواں کے دفتر سے آپ کے یہاں پریم بتیسی حصہ اول ۱۸۰۔ پریم بتیسی حصہ دوم ۱۲۰ جلدیں روانہ کی گئی ہیں۔ رسید سے مطلع فرمائیں اور اپنے یہاں درج کرادیں۔

میں تو جب سے یہاں آیا ہوں۔ اپنے نئے ناول کے لکھنے میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ آپ نے بھی یاد نہیں کیا۔ بابو بشن نرائن بھارگو صاحب کے یہاں سے امور زیر بحث کے متعلق کوئی خط نہیں آیا۔ میں نے خود دوبارہ لکھا۔ پر جواب ندارد۔ سمجھ گیا۔ وہ بھی ایک رئیسانہ اُبال تھا۔ یہ ہے ہمارے شرفاء کی تلوّن مزاجی۔ خط کا جواب تک دینا منظور نہیں۔ اور

طلب کیا بذریعہ تار۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

سرسوتی پریس بنارس شہر ۲ فروری ۱۹۲۴ء

برادرم تسلیم۔ کارڈ ملا۔ کربلا کا ایک سین فوراً لکھدیا۔ عجلت کے خیال سے اور زیادہ نہ لکھا۔ دو چار روز میں اور ایک دو بھیجدوں گا۔

ابھی تو کچھ معلوم نہیں کہ الہ آباد میں کب طلبی ہوگی۔ نام تو بڑے بڑے ہیں۔ غیر سرکاری آدمیوں میں چار پانچ آدمیوں سے زیادہ نہیں اور لوگ کسی نہ کسی طرح سرکار سے وابستہ ہیں۔ اور تو سب خیریت ہے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

سرسوتی پریس مدھمیشور کاشی ۲۸ جون ۱۹۲۴ء

بھائی جان تسلیم۔ کئی دن ہوئے آپ کا کارڈ ملا تھا۔ میں اپنی کیا کہوں۔ حد درجہ پریشان ہوا۔ جب سے لڑکی مری ہے۔ گھر میں ضعف ہاضمہ کی شکایت ہوتے ہوتے اب سنگرہنی کی صورت میں نمودار ہوئی ہے۔ دیہات کا قیام، شہر میں حکیم۔ ہر دوسرے روز جانا اور آنا اور یہ شدت کی گرمی۔ دل ہی جانتا ہے۔ ادھر عزیز دھنو کبھی ایک ہفتہ سے بخار

میں مبتلا ہے۔

میرے پریس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ سال بھر پورا ہو گیا۔ نفع اور سود تو درکنار کوئی چھ سو روپیے کا گھاٹا ہے۔ ناتجربہ کاری سے ایسے آدمیوں کے کام ہاتھ میں لیے گئے۔ جن کے پاس کچھ نہ تھا۔ اب ان سے روپیہ وصول ہونا مشکل ہے۔ مجھے خوف ہے کہ میرے بڑے بھائی صاحب جن کے دو ہزار دو سو پچاس روپے لگے ہوئے ہیں ترکِ شرکت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ادھر عزیز مہتاب رائے نے بھی قرض لے کر اتنے روپے لگائے تھے۔ ان پر مہاجن کے سود کا تقاضہ ہو رہا ہے وہ بھی اپنے روپیے کی واپسی کی فکر میں ہیں۔ اگر میں بھی اپنے روپیے کی واپسی پر اصرار کروں تو نتیجہ معلوم ہے۔ سارا سامان فروخت کر دینا پڑے اور اس میں کئی ہزار کے خسارے کا احتمال ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ اگر کہتا ہوں کہ سال بھر تک اور صبر کیجیے تو لوگ کہتے ہیں۔ جب امسال کبھی پریس بیکار نہ رہا اور پھر بھی گھاٹا رہا تو سال آئندہ اور کون سی صورت نفع کی ہو سکتی ہے۔ میں خود پریس میں پھنسنا نہیں چاہتا ورنہ اتنا روپیہ ہے کہ سبکو دے کر ساری ذمہ داری اپنے سر لے لوں۔ میں کبھی تجارت کے لیے موزوں نہ تھا۔ اور میں نے بار بار اپنی تقدیر کے خلاف اس میدان میں قدم رکھنے کی کوشش کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کاش آپ ایک بار یہاں آتے اور دیکھتے کہ میرے پریس میں کیا نقص ہے۔ جس کی وجہ سے یہ نقصان ہو رہا ہے۔ میں خود تو اس معاملے میں اُجڈ ہوں۔ بابو مہتاب رائے کی کارروائی پر بھروسہ کیا۔ مگر اب وہ خود ہمت ترک کر کے ملازمت کی فکر میں ہیں۔ تو بھلا جب گھر کے آدمی سے

کام نہ چلا تو ملازم سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ غالباً مجھ ہی کو پریس میں بیٹھنا پڑے گا۔ یا سب کچھ بیچ باچ کر کاروبار بند کر دینا پڑیگا۔ دوسرے پریس والوں سے یہاں نیک مشورے کی امید نہیں۔ بلکہ سب ہم لوگوں کی ناقہمی پر ہنسیں گے۔ اس وجہ سے ظاہرداری کے خیال سے خموشی ہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ میں اپنی ضروریات کے لیے پریس کا محتاج نہیں ہوں۔ لیکن یہ بھی تو صبر نہیں ہوتا کہ پانچ ہزار روپے لگا کر ان کو یوں تلف ہوتے دیکھوں۔ اگر بنک ہی میں رکھ دیتا تب بھی ۲۵ روپیہ ماہوار تو کہیں نہیں گئے تھے۔ یہاں کم سے کم ماہوار نفع کی امید پر کام شروع کیا گیا تھا۔ یہ نفع مل رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ پریس میں اب بھی نفع ہو سکتا ہے۔ صرف ایک کارکردہ صلاح کار کی ضرورت ہے۔ ارادہ کر رہا ہوں کہ ایک بار پنڈت شو نرائن مصر سے مشورہ لوں۔ انہیں یہاں تک تکلیف دوں۔

کربلا کا مسودہ تھوڑا روانہ کرتا ہوں۔ پسند آئے تو دیدیجیے۔ اور سب خیریت ہے۔ پریشانیوں نے ذہن معطل کر رکھا ہے۔ والسلام

خیراندیش
دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

۲۳ رجولائی ۱۹۲۴ء

بھائی جان تسلیم۔ بہتر ہے۔ کربلا نہ نکالیے۔ میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔ نہ میں مفت کا خلجان سر پر لینے کو تیار ہوں۔ میں نے حضرت حسین کا

حال پڑھا۔ ان سے عقیدت ہوئی۔ ان کے ذوق شہادت نے مفتون کرلیا۔ اس کا نتیجہ یہ ڈراما تھا۔ اگر مسلمانوں کو یہ بھی منظور نہیں ہے کہ کسی ہندو کے زبان و قلم سے ان کے کسی مذہبی پیشوا یا امام کی مدح سرائی ہو تو میں اس کے لیے مُصِر نہیں ہوں۔ اس کارڈ کا جواب دینا تو فضول ہے۔ ہاں حضرت احسن کے نوٹ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ شیعہ حضرات یہ پسند نہیں کر سکتے۔ کہ ان کے کسی مذہبی پیشوا کا ڈرامہ تیار کیا جائے۔ شیعہ حضرات اگر اپنے مذہبی پیشوا کی مثنوی پڑھتے ہیں، افسانے پڑھتے ہیں، مرثیے سنتے اور پڑھتے ہیں تو انہیں ڈراما سے کیوں اعتراض ہو۔ کیا اس لیے کہ ایک ہندو نے لکھا ہے؟

تاریخ اور تاریخی ڈرامے میں فرق ہے۔ جیسا آپ خود تسلیم کرتے ہیں، تاریخی ڈراما کے خاص کیرکٹروں میں تو کوئی تغیر نہیں کر سکتا۔ مگر ثانوی کیرکٹروں کے تبدیل اور ترمیم یہاں تک کہ تخلیق میں بھی اُسے آزادی ہے۔ حضرت اصغر کی عُمر چھ ماہ کی تھی۔ لیکن بعض روایتوں میں چھ سال کی بھی لکھی ہوئی ہے۔ میں نے وہی روایت اختیار کی جو میرے موافقِ حال تھی۔ اگر بالفرض ایسی روایت نہ بھی ہو تو حضرت اصغر اس ڈراما کے کوئی خاص کیرکٹر نہیں ہیں۔

یزید کی اخلاقی حیثیت مجھ سے کہیں زیادہ پست مورخین نے دکھلائی ہے۔ میں مجبور تھا۔ میں نے تو صرف اس کی شراب خوری اور عیش پسندی کا ذکر کیا ہے۔ شراب خور تھا بھی۔ خلفاء راشدین کے بعد اور

جتنے خلفاء ہوئے سب پیتے تھے۔ اور دھڑلے سے پیتے تھے۔ یزید کے متعلق
مولانا امیر علی کیا فرماتے ہیں۔

YEZID WAS BOTH CRUEL AND
TREACHEROUS. HIS DEPRAVED NETURE
KNEW NO PITY OR JUSTICE. HIS PLEA-
SURES WERE AS DEGRADING AS HIS
COMPANIONS WERE LOW AND VICIOUS.
HE INSULTED THE MINISTERS OF
RELIGION BY DRESSING UP A MONKEY
AS A LEARNED DIVINE AND CARRYING
THE ANIMAL MOUNTED ON A BEAUTIFULLY
CAPARISONED SYRIAN DONKEY. DRUNKEN
RIOTONSNESS PREVAILED AT COURT....

امیر علی کو تو آپ مستند مانتے ہی ہوں گے۔ کیا میں نے یزید کو اس
سے بھی زیادہ پست کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ حالانکہ وہ مسلمان تھا
خوب دلیل ہے۔ نواب . . . . کبھی تو مسلمان تھا۔

تاریخی حیثیت سے آپ نے ساہس راؤ کے مداخل پر اعتراض
کیا ہے۔ بیشک قدیم روایات میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ مگر ایک روایت
ہے جو میں نے رسالہ آئینہ الہ آباد سے لی ہے۔ ممکن ہے وہ روایت غلط
ہو۔ لیکن اگر مان لیجے زیب داستان ہی کے لیے لی گئی ہے تو کیا؟ ڈراما
تاریخ تو نہیں ہے۔ اس سے کسی تاریخی کیرکٹر پر اثر نہیں پڑتا۔ ان

کیرکٹروں کا منشا ہے۔ ہندوؤں کا حضرت حسین پر فدا ہو جانا ان کا وجود ہی اسی لیے ہوا ہے۔ یہ ڈراما تاریخی ہونے کے ساتھ پولٹیکل ہے۔

ادبی حیثیت کے متعلق آپ کے اعتراض کو بسر و چشم تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے کبھی ادیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ مجھے لوگ زبردستی انشا پرداز اور سحر نگار اور آلم غلم لکھ دیا کرتے ہیں۔ میں بات کو سیدھی طرح سیدھی زبان میں کہہ دیتا ہوں۔ رنگ آمیزی اور انشاء پردازی میں قاصر ہوں۔ اور جب ڈراما اس لیے تیار کیا گیا ہے کہ ہر خاص و عام اسے پڑھے تو زبان آرائی اور بھی بے موقع ہو جاتی ہے۔ بہر حال میں ڈراما کی اشاعت کے لیے مُصر نہیں ہوں۔ اس لیے یہ بحث ملتوی اور ختم ہو گئی۔ خواجہ حسن نظامی نے کرشن بیتی لکھی ایک ہندو نقاد نے اس کی تعریف کی۔ صرف اس لیے کہ خواجہ صاحب نے کرشن سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا تھا۔ میرا بھی یہی منشا تھا۔ اگر حسن نظامی کو وہ آزادی حاصل ہے اور مجھے نہیں تو مجھے اُس کا افسوس نہیں۔

براہِ کرم اس مسودہ کو واپس فرما دیجیے۔

ہاں میں عرض کرنا بھول گیا۔ ڈرامے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قرأت کے لیے۔ ایک اسٹیج کے لیے۔ یہ ڈراما محض پڑھنے کے لیے لکھا گیا تھا۔ کھیلنے کے لیے نہیں۔ زیادہ والسلام

آپ کا

دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

سرسوتی پریس بنارس ۲/ اگست ۱۹۲۶ء

بھائی جان تسلیم۔ لفافہ ملا۔ مشکور ہوں گا۔ میں کئی دن سے خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ لیکن مارے ندامت کے قلم اٹھانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ پریس نے مجھے اس قدر پریشان کر رکھا ہے کہ میں تنگ آگیا ہوں۔ وہ برا وقت تھا جب میرے سر میں یہ سودائے خام سمایا۔ آپ کی خدمت میں بقایا داروں کی یہ فہرست جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہوئی ہے۔ ارسال کر رہا ہوں۔ دیکھیے میری پریشانیوں کا صحیح اندازہ آپ کر سکیں گے۔ ۲۲۷۲ روپیہ بقایا پڑے ہوئے ہیں اور اس کے وصول ہونے میں ابھی نہ جانے کتنی دیر ہے۔ ادھر مجھ پہ ۵۰۰ ٹائپ کے اور ۴۰۰ کاغذ کے اور ۲۰۰ کرایہ مکان ہو رہا ہے۔ میں تو متفرق رقوم نہ جانے کب پاؤں گا۔ پر میرے تقاضے والے کب چین لینے دیتے ہیں۔ دو کتابیں خود شائع کیں مگر امید کے خلاف ابھی تک ایک کتاب تیار نہ ہوئی۔ میں نے سوچا تھا ستمبر اکتوبر تک دونوں کتابیں تیار ہو جائیں گی۔ بقایا وصول ہو جائے گا۔ کتابیں بک جائیں گی۔ روپے کی قلت رفع ہو جائے گی۔ مگر وہ سارے منصوبے پریشان ہو گئے۔ نہ کتابیں تیار ہوئیں نہ بقایا وصول ہوا بلکہ ہر مہینہ میں کچھ نہ کچھ بڑھتا گیا۔ ابھی کوشش کر رہا ہوں کہ کسی بک سیلر سے معاملہ کر کے یہ سب چھپی ہوئی جلدیں لاگت پر دے کر اپنے تقاضہ داروں کو ادا کر دوں۔ بقایا داروں سے رفتہ رفتہ

وصول ہوتا رہے گا۔ حالانکہ اس میں سے کم از کم ۵۰۰ روپے DEBT BAD میں چلے جائیں گے۔ ایشور جانتا ہے۔ میں حیلہ سازی نہیں کر رہا ہوں۔ آخر حیلہ کرتا ہی کیوں۔ آپ محبوب سے دوستانہ مراسم کے طور پر تو نہیں مانگ رہے تھے۔ دراصل میں نے یہ جھنجھٹ مول لے کر اپنی جان آفت میں پھنسائی۔ نہیں تو میرے کھانے بھر کو بہت کافی تھا۔ اسی تردد میں لٹریری کام کبھی نہیں ہوتا۔ اب پریس کو تقاضا سے آزاد کرنے اور بازاری کام سے مستغنی ہونے کے لیے اس فکر میں ہوں کہ روزانہ ہمدرد کی ایک ہندی ہفتہ وار نقل ہندی ہمدرد کے نام سے شائع کروں۔ مگر اس کے لیے بھی روپے کی ضرورت ہے۔ دیکھیے پرماتما کیا کرتے ہیں۔ گھر میں ابھی روز اول ہے۔ یہاں علاج میں سہولت نہ دیکھ کر الٰہ آباد پہنچا آیا کہ شاید شہر میں باقاعدہ علاج سے کچھ فائدہ ہو۔ لیکن آج تیسرا دن ہے الٰہ آباد سے لوٹ کر آیا ہوں۔ وہاں یہاں سے بھی بدتر حالت ہو گئی ہے۔ اب ہفتہ عشرہ میں جا کر لوا لاؤں گا۔ جانتا ہوں کہ یہ پریشانیاں رفع ہو جائیں گی۔ کم از کم اس کی امید کرتا ہوں مگر کب یہ نہیں کہہ سکتا۔ میں الٰہ آباد گیا۔ ہندو ہوسٹل میں بھی گیا رات بھر وہاں رہا بھی۔ پرسین بابو کو نہ دیکھا۔ مجھے یاد ہی نہ رہی کہ وہ یہاں ہیں۔ ورنہ ضرور ملتا۔

اب کربلا کی سنیے۔ اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ میں نے ہندو عنصر جو شامل کیا تھا۔ وہ تاریخی واقعہ ہے۔ آپ اسے نکالنا شروع کریں غزلیں حذف کرنے کی ضرورت نہ ہو گی۔ میں نے حضرت حسین کی زبان سے کوئی عاشقانہ غزل کہیں نہیں ادا کرائی ہے۔ یزید کی مجلس میں

غزلیں گائی گئی ہیں۔ بے موقع نہیں ہیں۔ غزلوں کا انتخاب اچھا نہیں ہوا ہے۔ تو آپ کو اختیار ہے۔ احسن صاحب کی اچھی غزلیں چن کر شامل کر دیجیے۔ مگر کیا صفی کی یہ غزل اچھی نہیں ہے؟

صفی کھٹک کے بیٹھے دوا کرنے والے
اکٹھے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے والے (کافی صوفیانہ غزل نہیں ہے)

یا

ہاں کھلے ساقی درِ میخانہ آج
خیر ہو بھر دے مرا پیمانہ آج (اچھی نہیں ہے)

یا

شبِ وصل وہ رُوٹھ جانا کسی کا
وہ روٹھے کو اپنے منانا کسی کا

خیالات کی نزاکت نہ دیکھیے۔ یہ دیکھیے کہ غزل سلیس، عام فہم سلجھی ہوئی ہے یا نہیں۔ گانے کے لیے موزوں ہے یا نہیں۔ غالب کی غزل یا ناسخ کی یا عزیز کی یا چکبست کی گانے کے کام کی نہیں ہوتیں۔ وہاں اضافتیں، استعارے اس قدر ہوتے ہیں کہ وہ بعید از فہم ہو جاتی ہیں۔

مرزا جعفر علی خاں صاحب نے اگر کچھ ترمیمات کی ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے ہندی سے خود ترجمہ نہیں کیا ہے میرے ایک نارمل اسکول کے دوست منشی منیر حیدر صاحب قریشی ہیں۔ انہیں سے کرا لیا ہے۔ اب بقیہ حصوں کا ترجمہ میں خود کروں گا تب جو خامیاں ہوں گی وہ ضرور نکال دوں گا۔ زبان کے لحاظ سے کسی کو حرف گیری کا موقع نہ دوں گا۔ میرے احباب نے ہندی میں یہ

ڈراما پڑھا ہے۔ اور اس کی تعریف کی ہے۔ رگھوپت سہائے تو اسی پر ایک تبصرہ لکھنے والے ہیں۔ اور کیا عرض کروں بارش نہیں ہوئی۔ قحط کے آثار ہیں۔ کہرا پڑنے لگا۔ شبنم پڑنی شروع ہو گئی۔ مصیبت کا سامنا ہے۔

آپ کو ڈاکٹر اقبال کا پتہ معلوم ہو تو براہِ کرم مطلع فرمائیے میں ان کے کلام کا انتخاب آپ کے تبصرہ کو دیباچہ بنا کر ہندی میں شائع کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ یہ بھی تحریر فرمائیے گا کہ ان کا کلام سب کا سب کہاں ملے گا۔ کاغذ تمام ہو گیا۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

گنگا پستک مالا کاریالیہ۔ لکھنؤ ۱۹۲۵ء

بھائی جان تسلیم۔ دونوں مضامین دیکھے۔ ان کے متعلق کیا عرض کروں پنڈت مادھو رام صاحب کو شکایت ہے کہ میں نے اصلاحی کہانیاں نہیں لکھیں اور اکثر دیگر احباب کو شکایت ہے کہ اصلاحی مقاصد قصوں کو خراب کرتے ہیں۔ میرے نصف سے زیادہ قصے کسی نہ کسی تمدنی معاملہ سے متعلق تھے۔ "بازارِ حسن" "پریم آشرم" "رنگ بھوم" کوئی بھی اصلاح سے خالی نہیں۔ مگر آپ مضمون شائع کر سکتے ہیں دوسرا مضمون معلوم نہیں کس کا لکھا ہے۔ مگر کوئی لکھنوی صاحب ہیں۔ اعتراض ان کے بالکل ٹھیک ہیں۔ لیکن انہوں نے قصے کا اصلی منشا نہ سمجھ کر ان جزئیات سے بحث کی ہے۔ جن پر روشنی ڈالنا میرا

ارادہ نہ تھا۔ دیکھنے کی بات صرف اتنی ہے کہ اس وقت لکھنؤ ڈوسا
کی یہ MENTILITY ہے یا نہیں۔ جس کا میں نے ذکر کیا ہے بس اسے
بھی آپ شائع کر سکتے ہیں۔ دلارے لال آج دو ہفتہ سے آگرہ گیا
ہوا ہے۔ ہم رکو گیا تھا۔ اسی دن شاید میں نے آپ کو خط بھی لکھ دیا تھا
لیکن اب تک امید کے خلاف واپس نہیں آیا۔ مجھے کامل امید ہے
کہ تین چار روز کے اندر وہ آجائے گا۔ اور میں اپنے وعدہ کو
پورا کر سکوں گا۔

سولن چلنے کی بابت۔ میں جب کبھی اس قسم کا ارادہ کرتا ہوں
تو مجھے فوراً گھروالوں کا خیال آتا ہے کہ میں تو وہاں تفریح کروں
اور یہ بیچارے یہاں پڑے سڑا کریں۔ تبدیلی کی ضرورت کس کو نہیں
محسوس ہوتی؟ لیکن جو خود مختار ہیں وہ اپنا ارادہ پورا کر لیتے ہیں
جو محتاج ہیں وہ دل میں سوچ کر رہ جاتے ہیں۔ اسی خیال سے رُک
جاتا ہوں۔ کُنبے بھر کو لے کے جانا مشکل۔ اس لیے یہیں پڑا رہوں گا
خس کا ایک پردہ اور دو تین پیسے کا روزانہ برف موسم کی تکلیف
کے لیے کافی ہے۔ اور کیا عرض کروں۔ سب خیریت ہے۔ بچوں کو دعا۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام مہتاب رائے

لکھنؤ۔ جون ۱۹۲۵ء

برادرم۔ بعد دعا۔ تمہارا خط ملا۔ جواب میں دیر اس وجہ سے

ہوئی کہ میں سوچ رہا تھا کیا جواب دوں۔ روپیہ ایک ہزار تو میں تمہیں اسی مہینہ ہی دے دوں گا۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ دواؤں کی دکان چل نہ سکے گی۔ بنارس میں دواؤں کی دکانیں بہت ہیں۔ پھر تمہیں صبح سے آٹھ بجے رات تک دکان پر رہنا پڑے گا۔ اگر ایسا مکان تو جس میں دواخانہ اور رہنے کا مکان بھی ہو تو سڑک پر ایسے مکان کا کرایہ بھی ۵۰ روپے سے کم نہ ہوگا۔ پھر سوچ لو ایسا نہ ہو کہ روپیہ بھی ہاتھ سے جائے اور پھر اسی نوکری کا سہارا لینا پڑے۔ میرے خیال میں تمہارے لیے بہترین صورت یہ ہے کہ بھائی بلدیو لعل کے روپے دیدو۔ ہم اور تم آدھے آدھے کے حصہ دار ہو جائیں۔ ایک پروف ریڈر تنخواہ وار رکھ لیا جائے۔ ہم دونوں دل لگا کر کام کریں۔ اچھے سے اچھا کام نکالا جائے۔ میں اپنی ذمہ داری پر کام تلاش کرنے کی کوشش کروں۔ بنارس ہی میں رہوں اور کاروبار کو چلاؤں۔ اپنی کتابیں جو اب لکھوں اپنے یہاں چھپواؤں اور کتابوں کی دکان کھولوں اس میں شاید دو فارم روز کا اوسط پڑ جائے۔ کم سے کم میں کوشش ایسی ہی کروں گا۔ لیکن چونکہ تمہیں یہ انتظام پسند نہیں ہے۔ اس لیے میں مئی میں تمہیں ایک ہزار روپیہ دے دوں گا۔ اور باقی ایک ہزار روپیہ اگست میں۔ اگست میں میں بنارس آجاؤں گا اور وہیں رہوں گا۔ اور تو کوئی تازہ حال نہیں ہے۔

تمہارا

دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

گنگا پستک مالا کاریالیہ، لکھنؤ۔ ۱۹۲۵ء

برادرم تسلیم۔ کارڈ ملا۔ مشکور ہوں۔ (......)[1] کا ہندی ترجمہ
کر لوں تو بھیجوں۔ ابھی تین چار دن کی کسر ہے۔ حضرت سحر نے رنگ
بھومی کا اردو ترجمہ کر دیا۔ مگر معاوضہ ہندی صفحات پر ۲ فی صفحہ
مانگتے ہیں۔ یعنی کل ۴۶۵ روپے۔ مجھے کل کتاب کے چھ سو مل جائیں گے
تو میں سمجھوں گا۔ میں نے تیر مارا۔ آپ ۴۶۵ خود مانگ رہے ہیں۔
بتلائیے۔ یہ نہ سادہ لوحی کی بات۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ آپ خود
کتاب کسی پبلشر کو دے کر مجھے ۳۰۰ روپے دلوا دیں۔ اور آپ باقی سب
لے جائیں۔ میں راضی ہوں۔ دوسری شرط میں نے چھپے ہوئے اردو صفحات
پر ۴ فی صفحہ رکھی ہے۔ اور تیسری شرط یہ کہ پبلشر سے جو کچھ ملے اس کا
۲/۵ آپ کا اور ۳/۵ میرا۔ بتلائیے میں نے زیادتی کی ہے؟ اگر آپ کو اس
میں میری طرف سے زیادتی محسوس ہوتی ہے۔ تو صاف لکھیے۔ شاید وہ
آپ سے پوچھیں۔ اردو بازارِ قلم کی حالت دیکھ کر ۱۵۰ روپیہ بُرا
معاوضہ نہیں ہے۔ اور یہ میں خوشی سے دینے پر تیار ہوں۔ ان کے
زیادہ سے زیادہ تین مہینے صرف ہوئے ہوں گے۔ ۳-۴ گھنٹے روز
کام کر کے ۱۵۰ ملتے ہیں تو کیا کم ہیں۔ مگر وہ نہ جانے کس خیال میں ہیں
میں اگر ۴۶۵ انہیں دوں تو مجھے کچھ نہ ملے گا۔ اگر وہ آپ سے پوچھیں
تو ذرا سمجھائیے گا۔ میں نے محرّم کے بعد بنارس جانا طے کیا ہے۔ والسلام

دھنپت رائے

[1] اصل خط میں یہ لفظ اُڑ گیا ہے۔

بنام دیا نرائن نگم

گنگا فائن آرٹ کاریالیہ ۲۹-۳۰ امین آباد پارک لکھنؤ۔
۳۰ راگست ۱۹۲۵ء

بھائی جان تسلیم۔ کارڈ ملا میں تو اب لنگڑا لنگڑا کر چل رہا ہوں۔ مگر آپ بخار میں مبتلا ہو گئے اب تو میں کل روانہ ہوا جاتا ہوں۔ ایشور نے چاہا۔ تو دسمبر میں اطمینان سے ملاقات ہو گی۔

حضرت سحر کی کتابیں پارسل سے روانہ کر دی ہیں۔ بیرنگ پارسل ہے۔ انہوں نے کچھ غلطیاں نکالی ہیں غلط نامہ لگوانا چاہتے ہیں۔ مجھے فضول معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر انہوں نے اصرار کیا تو ایک غلط نامہ لگوانا ہی پڑے گا۔ اس کی فہرست میں یہیں سے آپ کے پاس بھجوا دوں گا آپ اس کی قیمت کتاب کی بکری میں سے وضع فرما لیجیے گا۔ اور سب خیریت ہے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام مہتاب رائے

SARSAVATI PRESS,

BENARAS CITY,

۱۹۲۶ء

ڈیر چھوٹو ملک۔ تم نے مجھے پہلے بھی روپیہ کے لیے لکھا تھا اور میں نے اپنی تہی دستی کا عذر کیا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے پریس کے لیے

پندرہ سو کے ٹائپ منگوائے تھے۔ وہ روپے ابھی تک پورے ادا نہیں ہو سکے۔ بمشکل سے پریس کا خرچ نکال کر ٹائپ کے روپے ادا کر رہا ہوں اور جو تم نے نند کشور کے ۶۰۰ قرض پر لیے تھے۔ وہ سب ادا کر رہا ہوں بابو ہری ہر ناتھ کا سود ادا کر رہا ہوں۔ پرانے مکان کا کرایہ عسہ ماہوار ادا کر رہا ہوں۔ پھر بھی اس کوشش میں ہوں کہ ممکن ہو تو تمہاری مدد کروں۔ گلو خلاصی ہو جانے پر تمہیں ۱۰۰ روپے جہاں سے ہو سکے دوں۔ اور دوں گا۔ تم نے پریس میں اتنا جھنجھٹ چھوڑ رکھا ہے کہ اس سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ خیر۔ پیر خدا مانگے درگاہ کہاں سے ملے۔ میری حالت خود ہی ابتر ہے۔ تمہیں تو خدا خوش رکھے۔ تیج بہادر تو موجود ہیں۔ میں کس کی جان کو دعا کروں۔ پریس میں اتنا نفع کہاں کہ پانچ مہینے میں تیرہ سو روپیہ ٹائپ کا، سو روپیہ پرانے مکان کا، ۵۰۰ نند کشور کا، ۵۰ روپے تمہاری ماتا جی کا، ۵۰ شیونندن پرشاد ماتا پرشاد کا قرضہ ادا کر کے اپنا گزر بھی کر دوں اور تمہاری فکر بھی رکھوں نیت ضرور یہ ہے کہ کام سب کا چلتا رہے۔ مگر سب کام نیت ہی سے تو نہیں ہو جاتے۔ اس کا تم یقین رکھو کہ میں سال آخر تک تمہیں سود حسب وعدہ جس طرح ممکن ہو گا دوں گا۔ اور تو میری حالت اس قابل نہیں کہ تمہاری اور کچھ مدد کر سکوں۔ میں خود ہی اپنے اخراجات سے زیر بار ہوں اور معلوم نہیں ہے نا کیسے زندگی پار لگے گی۔ اس وقت تو میں بے حد تنگ حال ہوں۔ شاید پھر نوکری کرنی پڑے گی۔

تمہارا دھنپت

بنام دیا نرائن نگم

سرسوتی پریس بنارس۔ ۲۷ مارچ ۱۹۲۶ء

بھائی جان تسلیم۔ مدت سے آپ نے نہ کوئی خط لکھا۔ اور نہ میں نے ہی۔ اس لیے شکایت کا موقع نہیں۔ امید ہے کہ آپ مع عیال اچھی طرح ہیں۔ ذرا کوئی خط بھیج کر مطمئن فرمائیے۔ میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ اپنے سوانحی مضامین کا ہندی ترجمہ شائع کروں۔ قریباً بیس سوانح عمریاں میں نے 'زمانہ' ہی میں لکھی ہیں۔ میرے پاس زمانہ کا کوئی فائیل نہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ میرے پاس ایک ایک جلد بھیجتے جائیں اور میں اس کا ترجمہ کرا کے لوٹاتا جاؤں۔ یا ایک دوسری صورت یہ ہے کہ جگموہن جی وکشت سے کہہ دوں وہ آپ کے یہاں سے فائل لے کر مضامین کا ترجمہ کر کے میرے پاس بھیجتے جائیں اگر وہ آمادہ نہ ہوئے تو پھر آپ کو فائلیں مجھے عاریتاً دینی پڑیں گی اور سب تو خیریت ہے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

سرسوتی پریس بنارس ۱۷ جولائی ۱۹۲۶ء

بھائی جان تسلیم۔ کارڈ کے لیے مشکور ہوں۔ میرے حالات نوٹ کر لیں۔ تاریخ پیدائش سمت ۱۹۳۷ ہے۔ باپ کا نام منشی عجائب لال

سکونت موضع مڑھوا لہی۔ متصل پانڈے پور، بنارس۔ ابتداءً آٹھ سال تک فارسی پڑھی۔ پھر انگریزی شروع کی۔ بنارس کے کالجیٹ اسکول سے انٹرینس پاس کیا۔ والد کا انتقال پندرہ سال کی عمر میں ہوگیا۔ والدہ ساتویں سال گزر چکی تھیں۔ پھر تعلیم کے صیغہ میں ملازمت کی۔ ۱۹۰۱ء سے لٹریری زندگی شروع کی۔ رسالہ "زمانہ" میں لکھتا رہا۔ کئی سال تک متفرق مضامین لکھے۔ ۱۹۰۴ء میں ایک ہندی ناول پریما لکھ کر انڈین پریس سے شائع کرایا۔ ۱۹۱۲ء میں جلوۂ ایثار اور ۱۹۱۸ء میں بازارِ حسن لکھا۔ ہندی میں سیوا سدن، پریم آشرم رنگ بھوم۔ کایا کلپ چاروں ناول دو دو سال کے وقفہ سے بعد نکلے۔ ان کے اردو ترجمے عنقریب شائع ہوں گے۔ کہانیوں کے مجموعے پریم پچیسی، پریم بتیسی اردو میں نکلے۔ ہندی میں بھی کئی مجموعے شائع ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں ملازمت سے کنارہ کش ہوگیا۔ جب سے خانہ نشین ہوں۔ باقی امور آپ کو خود ہی معلوم ہیں۔

کربلا آپ نکال رہے ہیں۔ میں اس کے آگے کے حصے جلد ہی بھیج دوں گا۔ اردو کی تاریخ کے ترجمہ سے متعلق کیا عرض کروں۔ اس میں آپ کا فیصلہ میرے فیصلے سے بہتر ہوگا۔ اگر "زمانہ" کی تقطیع کے صفحات ہیں تو دو روپیہ فی صفحہ اجرت کسی طرح زیادہ نہیں۔ اس سے کم میں ترجمہ کرنا میرے حق میں نقصان کا باعث ہوگا۔ اگر منظور فرمائیں تو میرے پاس مسودا بھیج دیں۔ اپنا ناول جاڑوں میں شروع کروں گا برسات میں ترجمہ ختم کر ڈالوں۔

اور سب خیریت ہے۔ الیکشن کا کام مجھے تو نہیں ملا نہ ملنے کی فکر،

مگراب دیکھتا ہوں کہاں مل سکتا ہے۔ بارش معمولی ہے۔ گرمی بھی کچھ کم ہو گئی۔

بچے اچھی طرح ہیں۔ آپ بار بار مجھے بلاتے ہیں۔ ایک دفعہ بنارس کی ہوا کھائیے۔ میں بہت جلد آؤں گا۔ موقعہ ملا تو ہفتہ عشرہ میں آپ مجھے کانپور میں دیکھیں گے۔ بچوں کو دعا۔ خدارا کچھ نوین وغیرہ کا حال بھی لکھ دیا کیجیے۔ آپ کے باعث مجھے ان لوگوں کا حال چال جاننے کی بھی فکر رہا کرتی ہے۔ مثلاً بابو رام سرن کا ذکر آپ مطلق نہیں کرتے۔ سیٹھ کے حالات سے مجھے بھی کچھ انٹرسٹ ہے یہ حضرات مجھے بھول گئے ہیں۔ لیکن مجھے تو ان کی یاد آیا کرتی ہے۔ والسلام۔

دھنپت رائے

بنام اقبال ورما سحرؔ ہتھگامی

۱۸ر جنوری ۱۹۲۷ء

مکرمی منشی راج بہادر صاحب کا خط بھی دیکھا۔ تسکین ہوئی۔

آپ صاحبان کا خیال بالکل درست ہے۔ الٰہ آباد میں ایک برہمن پارٹی ہے۔ اودھ اُپادھیائے جی اُسی کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ اوٹ پٹانگ باتیں کہہ کر مجھے بدنام کر رہے ہیں رنگ بھوم اور ونئے ڈھپر میں ذرہ بھر بھی مناسبت نہیں ہے اور پریم آشرم (گوشۂ عافیت) کو ریسرکشن (RESURRECTION) کے مماثل بتلانا تو حد درجہ بیہودگی ہے۔ میں نے آج تک ریسرکشن پڑھا بھی نہیں

حالانکہ اس کی تعریف بہت سن چکا ہوں۔ ایسی حماقتیں جیسے اپادھیائے
جی دکھلاتے ہیں۔ قریب قریب سبھی کتابوں میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ
ڈبنچی جزیرے میں ایک آدمی غلط سلط انگریزی بولتا ہے اسی سے رنگ
بھومی میں ایک بنگالی بابو لائے گئے۔ اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ بنگالی بابو
کیوں لائے گئے۔ اُن کے وجود کا منشا کیا ہے۔ اجیلیا کو آپ صوفیہ سے
ملاتے ہیں۔ حالانکہ صوفیہ کا اصل مسز ایبی بیسنڈٹ ہیں۔

پریم چند

بنامِ[1] ونود شنکر ویاس

لکھنؤ ۷ر اپریل ۱۹۲۷ء

پریہ مہاشے

آپ کا پتر ملا۔ اُتر میں نویدن ہے کہ میری کہانیوں کا کاپی رائٹ
دوسرے پرکاشکوں کے پاس ہے۔ اور مجھے اِن کے پرکاشن کی انومتی
دینے کا ادھیکار نہیں ہے۔ آشا ہے آپ پرکاشکوں سے ہی طے کرلیں گے۔
چھما کریں۔

بھودیہ
دھنپت رائے
پریم چند

---

[1] اصل خط دیوناگری رسم خط میں ہے۔

بنام ونود شنکر ویاس[1]

مادھوری کاریالیہ (سمپادن وبھاگ) لکھنؤ ۸ر جولائی ۱۹۲۷ء

پریہ مہاشئے

پتر اُتر میں نویدن ہے کہ میری کہانیوں کا سروا ادھیکار پریہ کاشکوں ہی کو ہے۔ میں اس میں ہستکشیپ کیسے کر سکتا ہوں۔ رہی میرے جنم کی تتھی آدی ــــ میرا جنم سمت ۱۹۳۷ میں ہوا۔ کاشی سے اُتر کی اور پانڈے پور کے نکٹ ملہی گرام کا نواسی ہوں۔ کوئنس کالج میں انگریزی پڑھی۔ شکشا وبھاگ میں رہا۔ پہلے ۱۹۰۰ء میں 'پریما' لکھی۔ پھر اردو میں 'پریم پچیسی' آدی اور 'جلوۂ ایثار' لکھا۔ ۱۶ء میں 'مہاتما سعدی' لکھا۔ اسی سال 'سرسوتی' میں ایک کہانی لکھی۔ اور تب سے گیارہ سال سے برابر کچھ نہ کچھ لکھتا آتا ہوں۔

'مادھوری' کے لیے آپ کچھ لکھنے کی کرپا کیوں نہیں کرتے؟ کیا آشا کروں؟

بھودیہ   پریم چند

بنام پدم سنگھ شرما[2]

نول کشور پریس حضرت گنج لکھنؤ ۵ر ستمبر ۱۹۲۷ء

پریہ پدم سنگھ جی۔ نمستے۔ کرپا پتر پاکر انوگرہیت ہوا۔ آپ سُودھ چھند

۱؎ اصل خط دیوناگری رسم خط میں ہے۔ ۲؎ اصل خط دیوناگری رسم خط میں ہے۔

جیون کا آنند اٹھا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر من میں اپرشا کا بھاؤ اٹھتا ہے۔ میں تو کانگڑی نہ جا سکا۔ انہیں دنوں 'مادھوری' کا وِشیش آنک نکل رہا تھا۔ کیسے جاتا۔ ابھی تک اس یاترا کا وِرتانت بھی نہ لکھ سکا۔ سوچتا ہوں کیسے لکھوں۔ سمپادکی نوٹ میں لکھوں یا سوتنتر لیکھ۔ سوتنتر لیکھ کے لیے کافی مسالہ نہیں ہے۔ اور سمپادکی ٹپنیوں میں کیول آلوچنائیں ہوتی ہیں۔ اسی دُوِدھا میں پڑا ہوا ہوں۔

ساہتیاچاریہ جی یہاں آ گئے ہیں اور لیپتک سنشودھن وِبھاگ میں کام کر رہے ہیں۔

آپ سے میں نے جس اردو گرنتھ کا ذکر کیا تھا۔ اُس کا نام ہے 'گلِ رعنا' ایک اور ساہتیک گرنتھ ہے جس کا نام 'سیر المصنفین' ہے۔ دونوں پستکیں اچھی ہیں۔ ملنے کا پتہ یہ ہے:۔ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ۔

پنڈت سنت رام کے لیکھ میں اتہاس کی اتنی مہا لیہ کاٹے کھول کیسے رہ گئی۔ یہ شوئم میری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ خالص غلطی ہے۔

آپ مادھوری کے لیے کچھ شیگھر لکھنے والے ہیں اس پر مجھے وشواش نہیں آتا۔ ان وعدوں سے تو صاف جواب کہیں شانتی پرد ہوتا۔

آپ سانند ہیں۔ میرے لیے یہی سب سے بڑے آنند کی بات ہے۔

آپ کا

دھنپت رائے

بنام ونود شنکر ویاس[1]

مادھوری آفس لکھنؤ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۷ء

پریہ ور!

"ماں کا پرشن" کہانی پڑھی۔ چاہتا تھا دے دوں۔ پر کہانی اُس
کوٹی کی نہیں ہے۔ جیسی میں آپ کے قلم سے نکالنا چاہتا ہوں۔ اس لیے
واپس کرتا ہوں۔

چھما کیجیے۔

بھودیہ پریم چند

بنام کیشو رام سبھروال[2]

دفتر 'مادھوری' لکھنؤ ۱۸ مئی ۱۹۲۸ء

عزیزمن کیشو رام جی

آپ نے میرے متعلق جن اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے اُ
سے مجھے بے حد تسکین و مسرت حاصل ہوئی ہے۔ کسی مصنف کے لیے ا
سے بڑھ کر اطمینان اور خوشی کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ مہذب اور رو
خیال آدمی اس کی تصنیفات کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔ جاپانی ع
سے تعارف میں اپنے لیے فخر کی بات سمجھوں گا۔ لیکن مجھے اندیشہ

۱۔ اصل خط ہندی رسم خط میں ہے۔ ۲۔ اصل خط انگریزی میں ہے۔

کہ زندگی کی حقیقتوں کو جس طرح میں نے بے نقاب کیا ہے۔ اُسے وہ زیادہ پسند نہیں کریں گے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میری تصانیف جاپان میں پسند کی جائیں گی تو میری تمام کتابیں آپ کے اختیار میں ہیں۔ آپ جس کتاب کا ترجمہ کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔

آپ کے خط کا جواب دینے میں جو تاخیر ہوئی اُس کے لیے مجھے آپ سے معافی مانگنی ہے۔ آپ کا خط ملتے ہی میں نے اُسی روز جواب لکھا۔ لیکن اسی شام میں بنارس چلا گیا۔ اور اپنے جواب کو ڈاک میں ڈلوانا بھول گیا کل واپس آیا۔ لیکن خط غائب تھا۔ معلوم نہیں کہ میری عدم موجودگی میں کسی نے اِسے پوسٹ کیا یا نہیں؟

میں نے اپنے پبلشروں سے کہدیا ہے کہ وہ اُن تین کتابوں کے سوا جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ میری تمام ہندی کتابیں آپ کو بھیجدیں۔ اردو تصانیف ہندی کا ہی ترجمہ ہیں۔ اردو زبان چونکہ زیادہ لوچدار اور نکھری ہوئی ہے۔ اس لیے مختصر افسانوں کے لیے میں نے اردو ہی استعمال کی ہے۔ آپ اِن افسانوں کا اردو میں زیادہ لطف اٹھا سکتے ہیں۔

"مادھوری" کے خریداروں کی فہرست میں آپ کا نام درج کر دیا گیا ہے اور اس کا حالیہ شمارہ آپ کو بھیج دیا گیا ہے۔

یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ آپ کو وِشو بھارتی میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ جہاں آپ ایک قابلِ قدر اضافہ ثابت ہوتے۔

میرے افسانوں کے لیے اپنے ارادہ کے بارے میں جس کی کامیابی مشکوک ہے، مجھے ضرور مطلع کریں۔ دعائے خیر

آپ کا
پریم چند

بنام کیشورام سبھروال[1]

دفتر 'مادھوری' لکھنؤ ۳۱ راگست ۱۹۲۶ء

عزیزمن کیشورام جی

آپ کے نوازش نامے کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ "مکتی مارگ" کا اچھا خیر مقدم ہوا۔ اور مسٹر سالوٹ (SATO) "منتر" سے بھی مطمئن ہیں۔ ہاں "زمانہ" میں کہانی جس شکل میں چھپی ہے اس میں وہ "رشال بھارت" کے بعد بھیجی گئی تھی۔ میں نے یہ کہانی مختصر افسانوں کی ایک کانفرنس میں پڑھی تھی اور یک لخت اسے پڑھنا روک دیا تھا۔ میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ کہانی مزید پڑھنا سامعین کے لیے صبر آزما ہوگا۔

میں نے ابھی پبلشروں کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ حاشیہ پر لکھی ہوئی کتابیں آپ کو بھیج دیں۔ یہ کتابیں آپ کو جلد ہی مل جائیں گی۔ آپ اُن میں سے ایسی کہانیاں چُن لیں، جن کی قدرے ہمہ گیر اہمیت ہو۔ آپ کا نام "مادھوری" کی اعزازی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے کبھی فرصت کے وقت جاپانیوں کی طرزِ فکر اور طریقہ زندگی کے کسی پہلو پر چند سطریں لکھ بھیجیے گا۔ ہمارے قارئین اسے بہت پسند کریں گے۔ مادھوری کا ایک خاص شمارہ (سالنامہ) ۱۰ ستمبر کو شائع ہو رہا ہے۔ اس شمارہ سمیت آپ کو مادھوری برابر ملتا رہے گا۔

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

ہندوستان میں ادبی زندگی بہت حوصلہ شکن ہے۔ پبلک کی طرف سے کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی۔ آپ اپنا دل نکال کر رکھ دیجیے لیکن عوام پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میری کسی تصنیف کا شاید ہی تیسرا ایڈیشن چھپا ہو کچھ کتابوں کے تو پہلے ایڈیشن ہی ابھی ختم نہیں ہوئے ہیں۔ ہمارے کسان غریب اور ان پڑھ ہیں۔ پڑھا لکھا اور روشن خیال طبقہ یورپی ادب پر جان دیتا ہے۔ گھٹیا کتابیں ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں۔ لیکن میری کتابوں کا حال یہ ہے کہ اُن کی تعریف تو کی جاتی ہے۔ لیکن ان کے لیے خریدار مشکل ہی سے ملتا ہے۔ آپ ہمارے خاص نمبر میں میری ایک کہانی دیکھیں گے۔ براہِ کرم اس کے متعلق اپنی رائے لکھیے گا۔

اس صوبہ میں ابھی تک بارش نہیں ہوئی ہے۔ قحط کا بھیانک سایہ منڈلاتا دکھائی دیتا ہے۔ یکے بعد دیگرے فصلوں کے خراب ہونے سے صورتِ حال اور بھی ابتر ہوگئی ہے۔

ہمارے دلوں میں مہاتما گاندھی کا راج ہے اور ہمیں ان پر فخر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ جاپان کے لوگوں کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے اس وقت لکھنؤ میں ایک آل پارٹیز کانفرنس ہو رہی ہے جس میں ہندوستان کے لیے ایک دستور تیار کیا جائے گا تاکہ اسے سائمن کمیشن کے سامنے رکھا جا سکے۔ امید ہے کہ آپ ہندوستان کی سیاسیات سے رابطہ قائم رکھے ہوں گے۔ دعائے خیر

آپ کا

دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

۲۸ فروری ۱۹۲۹ء

بھائی جان تسلیم۔ میں نے کل نولکشور پریس سے بات چیت کی وہ ۱۵۰۰ ڈبل سائز، سہ رنگی کے کم سے کم ۲۸ روپیہ مانگتے ہیں۔ اس سے کم کرنے پر راضی نہیں ہیں۔ آپ کو اس میں کفایت معلوم ہوتی ہو تو مجھے اطلاع دیں۔ کاغذ بھی اس میں شامل ہے۔

ہاں جسٹس میں نے شروع کر دیا۔ ۱۶-۱۷ صفحات کر بھی ڈالے لیکن ابھی اس کی ہندی کا ترجمہ تو آیا نہیں۔ اس لیے وہ سب مشکلات جو پہلے ڈکشنریوں یا مشوروں سے حل کی تھیں پھر آ رہی ہیں اس لیے جب تک ہندی ترجمہ نہ آ جاوے کچھ وقت تک کے لیے اسے ملتوی کرتا ہوں۔ دوسری کتابوں کے متعلق میں یہی کہوں گا کہ آپ خود ہی کر لیں۔ میں نے سمجھا تھا ایک نشست میں سات آٹھ صفحات ہو جائیں گے پر اب دیکھتا ہوں تو مشکل سے چار صفحات ہوتے ہیں۔ اور میرے پاس ایک نشست سے زیادہ وقت نہیں ہے۔ اگر اسے کرتا ہوں تو میرا 'پردۂ مجاز' رہا جاتا ہے۔ صبح کو کرتا ہوں تو کرم بھومی میں ہرج ہوتا ہے۔ اور دوسرا کون سا وقت ہے جسٹس تو میں کسی نہ کسی طرح کر ہی ڈالوں گا۔ لیکن باقی دونوں کو میرا استعفا ہے۔ اتنے ہی وقت میں میں زیادہ فائدہ کا کام کر سکتا ہوں۔

اور تو کوئی تازہ حال نہیں ہے۔ امید ہے آپ خوش ہیں۔

آپ کا   دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

بنارس سرسوتی پریس ۲۳؍ مئی ۱۹۲۹ء

برادرم تسلیم۔ میں ۲۱ تاریخ کو یہاں آپہنچا۔ امید ہے آپ نے گھر منگوانے کا انتظام فرما لیا ہوگا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ 'خاکِ پروانہ' کی کچھ جلدیں لاجپت رائے اینڈ سنز بک سیلر لاہور کے یہاں بھیج دیجیے گا۔ اگر اب تک نہ روانہ کی ہوں، تو اب ۷۰ جلدیں بھجوا دیں۔ ممنون ہوں گا۔ اور تو سب خیریت ہے گالزوردی کا "اسٹرائف" آپ نے شروع کر دیا ہوگا۔ میرا تو "سلور باکس" ابھی تھوڑا سا اور رہ گیا ہے۔ "جسٹس" صاف بھی ہو گیا۔ امید ہے کہ عیال بخیریت ہوں گے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام آچاریہ نریندر دیو[1]

مادھوری آفس لکھنؤ۔ ۲۴؍ جولائی ۱۹۲۹ء

پریہ نریندر دیو جی۔ بندے

میں ذرا ایک ضرورت سے پٹنے چلا گیا تھا۔ کل آیا۔ آپ کا پتر ملا۔ ہاں اب مجھے کچھ اوکاش ہے، پنڈت جواہر لال جی کی سیوا کرنے کے لیے

---

[1] اصل خط دیوناگری رسم الخط میں ہے۔

سمے نکال لوں گا۔ آپ پُستک میرے پاس بھیج دیجیے اور یہ بتلا دیجیے کہ زیادہ سے زیادہ کب تک مجھے اُسے سماپت کر دینا چاہیے۔ بس پُرسکار کے وِشے میں آپ لوگ جو کچھ نشچے کریں گے۔ اس میں مجھے آپتی نہ ہوگی۔ میں کچھ رائلٹی مل جانے پر سنتشٹ ہو جاؤں گا۔ یا جب آپ اور وہ پسند کریں۔ میں آپ کا یہ کام کر دینے کی چیشٹا کروں گا۔ لیکن ایک بار پُستک دیکھ لوں تو بتاؤں کہ میں اسے جلد کر سکوں گا یا کچھ وِلمب ہوگا۔

بھودِیہ دھ۔ رائے (پریم چند)

بنام کیشو رام سبھروال[۱]

نول کشور پریس لکھنؤ۔ ۳ر ستمبر ۱۹۲۹ء

عزیزم سبھروال

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں کتنا احسان فراموش ہوں کہ آپ کی مہربانیوں کو پی گیا اور جواب تک نہ لکھا۔ مجھے جاپان "ٹائمز" کے شمارے ہر ماہ پابندی سے مل رہے ہیں۔ سالنامہ مجھے خاص طور پر پسند آیا کیونکہ اس میں جاپان کے متعلق جامع معلومات تھیں۔ ان نوازشوں کے لیے میں آپ کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں "ٹائمز" بہت دل چسپی سے پڑھتا ہوں۔ کیونکہ یہ بہت ولولہ انگیز اور رُوح پرور ہوتا ہے۔ اس کے ادبی مضامین سے مجھے خصوصی دل چسپی ہے۔ کیا آپ نے ہندوستان کے

---

[۱] اصل خط انگریزی میں لکھا گیا ہے۔

مشہور اہلِ قلم کو "ٹائمز" کے لیے لکھنے کی دعوت نہیں دی؟ کیونکہ میرے خیال میں اس سے دو قوموں کے درمیان زیادہ خوشگوار تعلقات قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ بطور ایک ہندوستانی مجھے اس بات پر دکھ ہے کہ اس رسالے کو ہندوستان اور اس کی جدوجہد آزادی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ہندوستان بجا طور پر جاپان پر فخر کرسکتا ہے۔ اور قدرتی طور پر اُس سے ہمدردی کی توقع رکھتا ہے۔ جاپان میں ڈاکٹر ٹیگور کے شاندار استقبال سے ہر شخص یہی سمجھا تھا کہ جاپان کی ہندوستان سے دلچسپی بالکل ختم نہیں ہوئی مگر افسوس کہ جاپان کی دلچسپی کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں

کیا "مادھوری" اور "وشال بھارت" میں شائع شدہ میری کوئی حالیہ کہانی آپ کو پسند آئی؟ آپ اُن کے مقصد کو شاید پسند نہ کریں مگر جب تک ہندوستان غلام ہے اُس کا آرٹ بلند ترین پرواز نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک غلام ملک کا ادب کسی آزاد ملک کے ادب سے مختلف ہوتا ہے۔ ہمارے سماجی اور سیاسی حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ جہاں بھی موقعہ ملے لوگوں کو تعلیم دینے کی کوشش کی جائے۔ جذبات جتنے شدید ہوں گے تصنیف اسی قدر ناصحانہ ہوگی نوجوان اہل قلم اس سلسلہ میں زیادہ قصوروار ہیں۔ جوانی کے جوش میں وہ آرٹ کے اصولوں کو بھول جاتے ہیں۔ کیا انہیں معاف کیا جاسکتا ہے

میں نے حال ہی میں دو مختصر ناول "نرملا" اور "پرتگیا" کے نام سے لکھے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ادبی شاہکار ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا ان کے ذریعہ صرف سماجی برائیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ کیا آپ انہیں پڑھنا پسند کریں گے؟ مطلع فرمائیے گا۔

اس سال بارش سے بہت نقصان ہوا ہے۔ کچھ صوبوں میں سیلاب آئے۔ لیکن اگر ستمبر کے مہینہ میں بارش نہ ہوئی تو اب تک کی بارش سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ دعائے خیر

آپ کا دھنپت رائے

بنام ونود شنکر ویاس[1]

نول کشور پریس (لمیٹڈ) لکھنؤ ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء

پریہ ویاس جی

کرپا پتر ملا۔ "مدھو کری" پہلے ہی مل گئی تھی۔ سنگرہ اچھا ہے۔ کہانیوں کا چناؤ سندر۔ چھپائی میں اشدھیاں اور ورامون کا اکھاؤ اس سنگرہ کی وشیشتا ہے۔

آلوچنا کی دو ایک باتوں سے میں سہمت نہیں ہوں۔ مگر یہ کوئی آکچھیپ نہیں کرتا۔ آپ کو اپنی رائے پرگٹ کرنے میں اتنی سوادھینتا ہے جتنی مجھے یا دوسرے کو ہے۔

بھودیہ
دھنپت رائے

---

[1] اصل خط دیوناگری رسم الخط میں ہے۔

بنام ونود شنکر ویاس[1]

لکھنؤ ۱۰ر ستمبر ۱۹۲۹ء

پریہ ویاس جی ۔ بندے

آپ نے "دھوکری" پر میری سمّتی پوچھی ہے ۔ سنگرہ سُندر رہا...
اور کہانیوں کے چناؤ میں سُوروُچی سے کام لیا گیا ہے ۔ ایسے سُندر سنگ...
پر میں آپ کو بدھائی دیتا ہوں ۔ میرے اور آپ کے ساہتیک آدرشوں میں
کنچیت انتر ہے ۔ پر یہ کیسے آشا کی جا سکتی ہے کہ سبھی لوگ ایک ہی جیسے
وِچار رکھتے ہوں ۔ یہ بھید سُوبھاوِک ہے ۔ اس سے سنگرہ کی سُندرتا میں
کوئی بادھا نہیں پڑی ۔ سنگرہ میں بنارس والوں کے ساتھ آپ نے
ضرورت سے زیادہ اُدارتا کی ہے ۔ پر شاید میں سنگرہ کرنے بیٹھتا تو
میں بھی ایسا ہی کرتا ۔ میرا "گلپ سمُچیہ" تو ایک پرکاشک کے سنکیت
پر کیول اسکول کلاسوں کے لیے اُسی کے بتائے ہوئے لیکھکوں سے
کیا گیا تھا ۔ اس میں میں اُن لیکھکوں کو کیسے لا سکتا تھا ۔ جن کو پرکاشک
نے سویم الگ کر دیا تھا ۔ اسکول کے لیے جٹِل بھاشا اور جوانی سے
چھلکتی ہوئی کہانیوں کی تو ضرورت نہ تھی ۔ وہاں تو چرتر کا وچار ہی
پردھان رہتا ہے ۔

میرے وِچار میں سبھی کے وِچار میں ساہتیہ کے تین لکشن ہیں ۔ پرِشکرت
منورنجن اور اُدگھاٹن ۔ لیکن منورنجن اور اُدگھاٹن بھی اُسی پرِشکرتی...

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے ۔

کے آدھین آجاتے ہیں۔ کیونکہ لیکھک کا منورنجن کیول بھانڈوں یا نقالوں کا منورنجن نہیں ہوتا۔ اس میں پرشکار کا بھاؤ چھپا رہتا ہے۔ اس کا ادگھاٹن بھی پرشکرت کا اُدیشیہ سامنے رکھ کر ہی ہوتا ہے۔ ہم گپت منوبھاووں کو اس لیے نہیں درشاتے کہ ہمیں اُن کی دارشنک ویوچنا کرنی ہے۔ بلکہ اس لیے کہ ہم سُندر کو آکرشک اور اسُندر کو ہیہ دکھانا چاہتے ہیں۔

چھما کرنا۔ کیا سے کیا لکھ گیا۔

بھوَدیہ دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

دسمبر ۱۹۲۹ء

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب 'زمانہ' تسلیم

رسالہ 'زمانہ' کا ماہ نومبر کا پرچہ دیکھ کر میرے دل میں چند خیالات پیدا ہوئے۔ انہیں عرض کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ امید کہ جناب کو ناگوار نہ ہوگا۔ اس زمانہ میں جب کہ گوناگوں اخلاقی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی مسائل ہماری تمام تر توجہ کے مستحق ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ "زمانہ" کا قریب قریب ایک پورا نمبر محض آتشؔ کے کلام کے تبصرہ کے نذر ہو گیا۔ میں آتشؔ کی استادی کا قائل ہوں۔ لکھنؤ شاعری کا مذموم پہلو آتشؔ کی شاعری میں مقابلتاً کم ہے۔ مگر پھر بھی اتنا زیادہ ہے کہ بہ استثناء ان حضرات کے جو لکھنوی شاعری کے رنگ

میں رنگے ہوئے ہیں۔ اور ابتذال جن کی طبیعت ثانی ہو گئی ہے۔ اور سبھی طبائع کو موجودہ معیار اور ذوق صحیح سے گرا ہوا نظر آتا ہے۔

لٹریچر کا موضوع ہے تہذیبِ اخلاق، مشاہدہ، جذبات، انکشافِ حقائق اور واردات و کیفیاتِ قلب کا اظہار۔ جو شاعری حسن و عشق کو آئینہ و شانہ، خنجر و محشر، سبزہ و خط، دہن و کمر، کے تخئیل سے ملوث کرتی ہو۔ وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ آج ہم اس کا وِرد کریں۔ جن کی اُفتادِ طبیعت اس رنگ کی ہے۔ انہیں اختیار ہے۔ آتش یا ناسخ رند اور امانت کا وظیفہ پڑھیں۔ لیکن "زمانہ" کے مختلف الطبائع ناظرین کو اس وِرد و وظیفہ میں شریک ہونے کے لیے مجبور کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ مرزا جعفر علی خاں صاحب نے اپنے تبصرہ میں آتش کے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے۔ مگر اس انتخاب میں بھی بیشتر ایسے اشعار ہیں جنہیں ذوقِ لطیف ہرگز قابلِ ستائش نہ سمجھے گا۔ ملاحظ ہو۔

بھر گیا دامنِ نظارہ گل و نرگس سے
آنکھ اٹھا کر جو کبھی تم نے اِدھر دیکھ لیا

آنکھ کی رعایت سے نرگس کو لا کر دامنِ نظارہ کو گلِ نرگس سے بھر دینا اس میں کیا ندرتِ خیال ہے۔ کیا حقیقت ہے سمجھ میں نہیں آتا۔

قاصدوں کے پاؤں توڑے بدگمانی نے مری
خط دیا لیکن نہ بتلایا نشانِ کوئے دوست

کیوں نہیں بتلایا؟ تھی آپ کی حماقت یا نہیں؟ آپ کو خوف ہوا کہیں معشوق قاصد کا دم نہ بھرنے لگے۔ واہ رے معشوق اور واہ رے عاشق۔ دونوں زندہ درگور۔ ایسے اشعار ایک نہیں سینکڑوں ہیں

بہت چھان بین کرنے سے سو دو سو اشعار سارے دیوان میں ایسے نکلیں گے جو پاکیزہ کہے جا سکیں۔ جن میں واقعی جذبہ، سچا درد، رند نوائی، حسرت جو نکا دینے والی جدّت، رعشہ براندام کر دینے والی نازک خیالی اور جنون انگیز مستی ہو۔ "زمانہ" میں اگر میرا اندازہ غلطی نہیں کرتا تو ایک درجن مرتبہ آتش کی مرثیہ خوانی کی جا چکی ہے۔ یقیناً مشاغلِ ادب میں شعرائے سلف کی مرثیہ خوانی کے سوا اور بھی بہت سے ضروری کام ہیں۔ اور خاص کر ان شعرا کا کلام جن کے دیوان کوہ کندن وکاہ برآوردن کے مصداق ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کسی رسالہ کے ایڈیٹر کو ذاتی رجحانات اور دوستانہ تعلقات سے بالا تر رہنا چاہیے۔ اس کا فرض ہے کہ ہر رنگ اور ہر مذاق کے ناظرین کا لحاظ رکھے یہ نہیں کہ

عزتِ مہر و رشکِ ماہ ہو تم
خوبصورت ہو بادشاہ ہو تم
جس نے دیکھا تمہیں وہ مر ہی گیا
حسن کے تیغ بے پناہ ہو تم

(تیغ دیکھ کر کون مر جاتا ہے)

فوق ہے سارے خوش جمالوں پر
وہ ستارے جو ہیں تو ماہ ہو تم

جیسے طفلانہ جذبات کے اشعار سے پرچہ کا پرچہ بھر دیں۔
سمع خراشی کے لیے معاف فرمائیے گا۔

نیاز مند   پریم چند

بنام وِنود شنکر ویاس[1]

ہنس کاریالیہ سرسوتی پریس ۲۴ جنوری ۱۹۳ء

پریہ وِنود شنکر جی

اب کی میں پریاگ گیا تھا تو بابو راجندر پرشاد کی باتوں سے معلوم ہوا کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں اور یہ اس لیے کہ میں نے "مدھوکری" کے لیے آپ کو کوئی کلپ نہیں دی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے آپ سے کہہ دیا تھا۔ کہ جن پُستکوں پر میرا کوئی ادھیکار نہیں ہے ان کو چھوڑ کر آپ میری جس پستک سے چاہیں سنگرہ کر سکتے ہیں۔ شاید میں نے "اگنی سمادھی" کا نام بھی بتلایا تھا۔ آپ کو وہ کہانی اچھی نہ لگی۔ لیکن میرے کتنے ہی ساہتیک مِتروں نے اُسے بہت پسند کیا۔

میں جو چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کہانیوں کے پلاٹ جیون سے لیے جائیں۔ اور جیون کی سمسیاؤں کو حل کریں۔ کہانی سے کویتا کا کام مجھے نہیں جنچتا۔ یہی بات تھی جو میں نے کسی پتر میں اشارتاً لکھی تھی کہ گلپوں کے وِشے میں میرے اور آپ کے مت میں بھید ہے۔ لیکن اِدھر آپ کی کئی کہانیاں دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ اس کے پلاٹ اوشیہ جیون سے لیے گئے ہیں۔ بالکل خیالی کلپت نہیں ہیں۔ ہاں کہانی اور گدیہ کاویہ میں انتر ہے۔ اسے شاید آپ بھی سوئیکار کریں گے گدیہ کاویہ ہردے کے تاروں پر چوٹ کرتا ہے۔ کہانی سے ادھک۔ کیونکہ وہ تو چوٹ کرنے کے لیے ہی لکھا جاتا ہے۔ لیکن اس کی چوٹ اُس سنگیت دُھونی کے سدرش ہے جو ایک بار کان میں پڑ کر ایک چھٹکی سے لے کر

[1] اصل خط ہندی میں ہے)

غائب ہو جاتی ہے۔ کہانی آپ کو آنکھوں کے سامنے چرِتر دں کو کھیلتے ہوئے دکھاتی ہے۔

اور آپ "ہنس" کے لیے کچھ لکھ رہے ہیں یا نہیں ؟ آپ لکھیے اور اپنے ہی رنگ میں۔ "دیپ دان" کی سی چیز خوب تھی۔ کاشی سے نکلنے والی پتریکا کی لاج رکھیے۔

جواب جلد دیجیے گا۔ ہولی تک پہلا انک نکال دینا چاہتا ہوں۔

بھودیہ دھنپت رائے

بنام کیشو رام سبھروال[1]

سرسوتی پریس کاشی
مورخہ (جنوری - فروری) ۱۹۳۰ء
امین الدّولہ پارک لکھنؤ

عزیزم کیشو رام جی

آپ کے خط کا جواب دینے میں جو تاخیر ہوئی اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ میں بنارس گیا ہوا تھا۔ کل ہی واپس ہوا ہوں۔ میرے پبلشر کے اسٹاک میں جو کتابیں تھیں وہ اس نے آپ کو بھیج دی ہیں۔ دیگر کتابیں جب اسے دوسرے پبلشروں سے مل جائیں گی تو آپ کو بھیج دی جائیں گی۔ میں اپنی طویل تصانیف کے متعلق آپ کی رائے کا سخت منتظر ہوں۔

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

نئے ہندو سال سے میں نے ایک ادبی اور سیاسی رسالہ نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ شروع میں یہ ۶۴ صفحوں کا ہوگا۔ اس کا نام "ہنس" ہوگا۔ میں "مادھوری" کا بھی جزوقتی ایڈیٹر رہوں گا۔ میرا اپنا رسالہ بنارس سے شائع ہوا کرے گا۔ لیکن اس کے ادارت کے فرائض میں لکھنؤ سے انجام دوں گا۔ اگر آپ گاہے گاہے اس کے لیے کچھ لکھ کر بھیجتے رہیں تو آپ کا ممنون ہوں گا۔ اس کے پہلے شمارہ کے لیے جاپان کی ادبی سرگرمیوں سے متعلق ایک مختصر مضمون لکھنے کی میں آپ سے خاص طور پر درخواست کرتا ہوں۔ امید ہے آپ مجھے مایوس نہ کریں گے۔ مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ اب "جاپان ٹائمز" کے اسٹاف میں نہیں ہیں۔ پبلشروں نے آپ کے قابلِ تعریف کام کا آپ کو انعام دے دیا۔ آپ "مادھوری" کے لیے لکھیں۔ وہ خوشی سے آپ کے مضامین کو قبول کریں گے اور معاوضہ بھی دیں گے۔ گو کاروباری نقطۂ نظر سے ہندوستانی رسالے زیادہ پرکشش نہیں ہیں تاہم میں کوشش کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ معاوضہ جو ہم دے سکتے ہیں آپ کو ملے۔

آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس سال کانگریس نے ایک اور قدم آگے بڑھایا ہے اور آزادی کی قرارداد منظور کی ہے۔ اس معاملہ پر شدید اختلافِ رائے ہے۔ اعتدال پسند اس حد تک جانے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نوجوان سیاستداں اس سے کم کسی چیز کو قبول نہیں کرتے میرے خیال میں آزادی کی قرارداد ہی انگلستان کی متکبرانہ سامراجیت کا صحیح جواب ہے۔ ڈومینین اسٹیٹس ایک ڈھونگ ہے۔ کانگریس کے

کونسلوں کا بائیکاٹ کرنے کے فیصلے کو میں سمجھ نہیں سکا۔ ہمیں جس طریقہ سے بھی جو کچھ مل سکے حاصل کر لینا چاہیے۔ کونسلوں کو رجعت پسندانہ قوانین پاس کرنے کی کیوں اجازت دی جائے؟ آزادی اتنی آسانی سے حاصل نہیں ہو جائے گی کہ ہم کونسلوں کو مزید ایک دو اجلاسوں کے لیے شرارت کرنے کی اجازت دے دیں۔

مجھے اپنے منتخب افسانوں کا جاپانی ایڈیشن دیکھ کر خوشی ہوگی آپ اپنے معیار کے مطابق افسانوں کا انتخاب کریں۔

"ہنس" کے لیے لکھنے کی آپ سے پھر درخواست کرتا ہوں۔

دعائے خیر

مخلص دھنپت رائے (پریم چند)

بنام ونود شنکر ویاس[1]

امین آباد پارک لکھنؤ ۲۷/مارچ ۱۹۳۰ء

پریہ ونود جی

ہنس تو آپ نے دیکھا ہی ہوگا۔ آپ کی کہانی مجھے پیاری لگی۔ یہاں اوروں نے بھی اُسے خوب پسند کیا۔ اب دوسرے نمبر کے لیے بھی لکھیے۔ "کھوٹی بات" تو میں نے راجیشوری سے لے کر پڑھ لی تھی۔ آپ کی کہانیوں میں چوٹ ہوتی ہے اور چیز کچھ ایسے EXCLUSIVE ہوتے ہیں

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

مانوسوین چیز ہیں۔ اور اسی لیے اُن میں رُومانی جھلک ہوتی ہے پہلی کہانی مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی۔ پر ہنس والی چیز مجھے سب سے اچھی جنچی۔

شُبھ آکانکچھی دھنپت رائے

بنام مہتاب رائے

۲۴ر اپریل ۱۹۳۰ء

برادر عزیز من سلمہ۔ بعد دعا۔ کل تمہارا خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ چاچی صاحب کو لائے۔ اچھا کیا۔ یہاں بھی اب سب خیریت ہے بنو بھی اب اچھے ہیں۔

پریس کے متعلق تم نے جو تجویز کی وہ مجھے بہت پسند ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ پریس ایک آدمی کا ہو جائے۔ میں نے تم سے جو کہا تھا کہ پریس بند کر دو۔ اس کے معنے بھی یہی تھے کہ میں ساجھے کے روپے کو سودی روپیہ قرض سمجھ کر کچھ ابھی دے دیتا اور کچھ بعد کو اور پریس کا کام جاری رکھتا۔ بیچنے کا ارادہ تو اس حالت میں تھا جب میں بھی آزمائش کر لوں۔ اس سے پہلے نہیں۔ لیکن اب چونکہ تم نے خود اس کو اپنا کر لینے کا ارادہ کیا ہے۔ بہت اچھی بات ہے۔ میں بڑی خوشی سے تمہیں اس کی صلاح دیتا ہوں۔ مگر پریس سے نفع اٹھانے کے لیے تمہیں بنارس رہنا پڑے گا۔ جب تک دو فارم روزانہ چھاپو گے کام اچھا نہ نکلے گا۔ اور لوگوں سے ملتے ملاتے رہو گے نفع پھر نہ ہو گا۔ گھر رہ کر تم کو بھی خسارہ

ہوگا۔ یا نفع ہوگا تو اتنا ہی کہ اپنا گزر کر لو۔ اگر دو فارم روز چھپے تو کوئی وجہ نہیں کہ معقول نفع کیوں نہ ہو اور کوئی وجہ کہ چار ہزار کاغذ بھی روزانہ نہ چھپے۔ اسے میں انتظام کی خرابی کہتا ہوں۔ کمپوزیٹروں سے بھی ٹھیکہ پر کام لینے کا انتظام کرو۔ وہی کمپوز کریں۔ اور وہی ڈسٹری بیوٹ کریں اور وہی پہلا کریکشن CORRECTION بھی کریں۔ یہاں نول کشور پریس میں یہی انتظام ہے۔ انڈین پریس میں بھی یہی انتظام ہے۔ خیر۔ اب یہ دیکھو کہ تمہیں اگست تک کتنے روپے کا انتظام کرنا پڑے گا۔

بھائی صاحب کو اصل ۲۲۵۰ + سود ۲۷۰ = ۲۵۲۰ روپے
رگھوپت سہائے کو اصل ۲۰۰۰ + سود ½ ۱ سال کا ۱۸۰ کل ۲۱۸۰ ——
۲۵۲۰ + ۲۱۸۰ کل میزان ۴۷۰۰۔ کیا تم نے ۴۷۰۰ کا انتظام کر لیا ہے صاف صاف بتلانے کی ضرورت ہے۔ میں سال بھر تک روپیہ کا انتظام کر سکتا ہوں۔ گویا پار سال جولائی میں مجھے ۴۵۰۰ + ۶۷۵ (۳ سال کا سود) یعنی ۵۱۷۵ روپے دینے پڑیں گے۔ یعنی تمہیں ۴۷۰۰ + ۵۱۷۵ + ۹۸۷۵ کا انتظام کرنے کی ضرورت ہے۔ میرا شمار ابھی نہ کرو۔ تب بھی ۴۷۰۰ کا انتظام تو کرنا ہی پڑے گا۔ اگست تک تم اس کا انتظام کر سکتے ہو تو کرو اور اگر کسی نے تمہیں مدد دینے کا یونہی وعدہ کر لیا ہے تو اس کے دھوکے میں نہ آؤ۔

میں اس کے لیے بھی تیار ہوں کہ تم بھیّا کے روپے مع سود کے واپس کر دو۔ اس طرح پریس میں ہم اور تم رہ جائیں گے۔ رگھوپت سہائے کا روپیہ دستاویزی کر لیا جائے اور انہیں ۱۲ فیصدی سود ہم لوگ دیتے رہیں۔ لیکن اس حالت میں ہم میں سے کوئی بھی تنخواہ نہ لے گا۔ کام ہم کبھی

کریں گے۔ کام تم بھی کروگے۔ ہم اگر خود کام نہ کریں گے تو اپنی طرف سے ایک آدمی رکھ دیں گے۔ جو پروف دیکھے گا۔ اور دفتر کا کام۔ ملازموں کی حاضری وغیرہ حساب کتاب ٹھیک رکھے گا۔ اگر یہ صورت پسند نہ ہو تو تم سب کو علیحدہ کرکے پریس اپنا کرلو۔ لیکن جب تک روپے ملنے کی پوری امید نہ ہو وعدوں پر نہ ٹالو۔ کیوں کہ اب کی اگست میں کچھ نہ کچھ انتظام ضرور کرنا پڑے گا۔

میرے خط کا جواب خوب غور کرکے دینا۔

تم نے کمرہ بنوانے کی تجویز بھائی صاحب سے کی تھی۔ تجویز اچھی ہے بشرطیکہ روپیہ ہاتھ میں ہو۔ جبتک آمدنی کا معقول انتظام نہیں ہے۔ خرچ پیدا کرنے سے سوائے پریشانی کے اور کیا ہاتھ آئے گا۔

اور سب خیریت ہے۔ ادھر تو سنہا صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی بچوں کو دعا اور چاچی صاحبہ کو سلام۔

بنام دیا نرائن نگم

۲۳ر اپریل ۱۹۳۰ء

بھائی جان تسلیم۔ آپ کا محبت نامہ کئی دن ہوئے ملا تھا۔ پریم بتیسی کی قیمت آپ شوق سے ۱۲/ (ایک روپیہ آٹھ آنے) کر دیں۔ بلکہ میں تو چاہوں گا کہ وہ ایک ہی روپیہ میں بکے۔ مگر لاہور والے تو کمی کریں گے نہیں اس لیے ۱۲/ مناسب ہے۔ ہمارے پاس ایسی کون سی بہت جلدیں ہیں۔

ریڈروں کی تیاری میں مجھ سے آپ کیا مدد چاہتے ہیں۔ میں تو

آج کل بری طرح کام کر رہا ہوں۔ "ہنس" نے اور کچومر نکال دیا ہے۔ دو قصے ہر ماہ اور قریب بیس صفحے ایڈیٹوریل اور دیگر مضامین۔ اس کے علاوہ اپنا ناول۔ پھر پریم چالیسی کے لیے کہانیوں کو اردو میں لانا اور آخر میں روزانہ گھنٹہ دو گھنٹہ کانگریس کے کاموں میں مصروف رہنا، میرے لیے کافی سے زیادہ ہے۔ مگر مجھ سے جو مدد آپ چاہیں وہ اپنے سب کام چھوڑ کر کرنے کو حاضر ہوں۔ آپ نے تو کچھ کہا ہی نہیں اگر امسال کتابیں پیش کرنی ہیں۔ تو اب توقف کی گنجائش نہیں ہے۔ ایک نقال رکھ لیجیے۔ اور اس سے مضامین نقل کراتے جائیے۔ ایک کتاب مکمل ہو جائے تو مجھے بلا کر مجھ سے مشورہ کر لیجیے۔ بس اس کتاب کی کتابت شروع ہو جائے مضامین کی نوعیت آپ کو معلوم ہی ہے۔

ہاں میری کتابوں کا اور "ہنس" کا اشتہار "زمانہ" میں ایک دو مہینہ ہو جائے تو اچھا ہے۔ یہ اشتہار بھیج رہا ہوں۔ ایک صفحہ میں آجائے گا۔

"نمک" کو آپ قبل از وقت خیال کرتے ہیں۔ جس طرح موت ہمیشہ قبل از وقت ہوتی ہے، ساہوکار کا تقاضا ہمیشہ قبل از وقت ہوتا ہے اسی طرح ایسے سارے کام جس میں ہمیں مالی یا وقتی نقصان کا اندیشہ ہو قبل از وقت معلوم ہوتے ہیں۔ اس تحریک کی قبولیت ہی بتلا رہی ہے کہ وہ قبل از وقت نہیں ہے۔ اس موقع پر پھر صاف ظاہر ہوا کہ اگر دو فی صدی انگریزی خواں اصحاب تحریک کے ساتھ ہیں تو ۹۸ فی صدی اس کے مخالف ہیں۔ قومی اعتبار سے یونیورسٹیوں اور اسکولوں پر قوم کا جتنا روپیہ صرف ہوا وہ قریباً ضائع ہو گیا۔ یہ لوگ سرکار کے آدمی ہوئے، قوم کے نہیں، غیر انگریزی داں کاروباری اور پیشہ ور طبقوں ہی نے اس

تحریک میں جان ڈالی ہے۔ اگر تعلیم یافتہ آدمیوں کے بھروسے ملک بیٹھا رہے۔ تو شاید قیامت تک اسے آزادی نصیب نہ ہوگی۔ جب معلوم ہے اوراس کے لیے ثبوت اور دلیل کی ضرورت نہیں، کہ سرکار کوئی ریفارم اس وقت تک نہیں کرتی جب تک اُسے یہ یقین نہیں ہوجاتا کہ اس تحریک کے پیچھے کتنی طاقت ہے۔ تو تعلیم یافتہ جماعت کا اس سے کنارہ رہنا کتنا دل شکن ہے۔ قانون پیشہ، طبیب پیشہ، پروفیسر اور سرکاری ملازمان۔ ان سب نے جتنی غلامانہ ذہنیت کا پتہ دیا ہے، اس کی مجھے امید نہ تھی۔ یہ طبقہ اپنی خیریت گورنمنٹ کا اقتدار قایم رہنے میں سمجھتا ہے۔ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی آسائش اور دنیا طلبی کو فراموش نہیں کر سکتا۔ زر اس کا دین اور ایمان ہے۔ وہ یا تو آزادی چاہتا ہی نہیں یا اس کے لیے قیمت نہ دے کر دوسروں پر تکیہ کرنا ہی اپنی شان کے مناسب سمجھتا ہے یا وہ اس خیال میں مگن ہے کہ آپ ہی آپ آزادی ہمیں مل جائے گی۔ کانگریس کے دور اوّل میں وہ اس سے خائف رہا۔ کانگریس کے دور ثانی میں بھی اس کی یہی حالت رہی۔ وہ صریح دیکھ رہا ہے کہ جو کچھ اسے ملا اور جسے اب وہ اپنا حق سمجھتا ہے۔ وہ دوسروں کے ایثار اور قربانی کا نتیجہ ہے۔ پھر بھی وہ اس ایثار اور قربانی میں شریک نہیں ہوتا۔ یہی BOURGEOISE فضا ہے۔ اور یہی نادار فرقہ کو زردار فرقہ کا دشمن بنا دیتا ہے۔

آپ نے کیا حیدرآباد جانے کا ارادہ کر لیا؟

یہاں تو ہم لوگ اچھی طرح ہیں۔ ۱ر مئی تک ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں گے۔

آپ کا

دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی[1]

سرسوتی پریس کاشی ۳-۶-۱۹۳۰

پریہ بھائی صاحب بندے

آپ کا پتر کئی دنوں سے آیا ہوا ہے۔ پہلے تو کہیں برات میں جانا پڑا پھر نینی تال جانے کی ضرورت پڑ گئی۔ یکم تاریخ کو وہاں سے واپس آیا تو یہاں کانگریس کے الجھنوں میں پڑا رہا۔ شہر پر فوج کا قبضہ ہے۔ امین آباد کے دونوں پارکوں میں سپاہی اور گورے ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔ ۱۴۴ دھارا لگی ہوئی ہے۔ پولیس لوگوں کو گرفتار کر رہی ہے۔ اور کانگریس ۱۴۴ دھارا کو توڑنے کی فکر میں ہے۔ ڈنڈے کی نئی پالیسی نے لوگوں کی ہمت توڑ دی ہے۔

آپ مجھ سے میرا چتر مانگتے ہیں۔ ایک چتر کچھ دن ہوئے کھنچوایا تھا۔ وہ لاہور بھیج دیا۔ وہاں سے بلاک منگوا کر انہوں نے ایک سنگرہ "پانچ پھول" میں چھاپا۔ اسی کی ایک پرت پھاڑ کر بھیج رہا ہوں اور اس سے کام چل جائے تو کیوں نئی تصویر کھنچواؤں۔ میں تو سمجھتا ہوں یہ کافی اچھی ہے اور ضرورت ہوگی تو "ہنس" کا بلاک بھیج دوں گا۔ حالانکہ ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ بلاک پریس میں ہے یا نہیں۔ کیونکہ "بینا" نے مانگا تھا۔ اور وہاں چلا گیا ہوگا۔ تو وہاں سے آنے پر بھیج دوں گا۔ ہاں اگر بالکل نئی تصویر درکار ہو تو مجھے ترنت لکھیے۔ کھنچوا کر بھیج دوں گا۔

---

[1] اصل خط ہندی رسم الخط میں ہے۔

میرے وِشے میں آپ نے جو پرشن پوچھے ہیں۔ اُن کا اُتر یوں ہے۔

۱۔ میں نے ۱۹۰۷ میں گلپ لکھنا شروع کیا۔ سب سے پہلے ۱۹۰۷ میں میرا "سوزِ وطن" جو پانچ کہانیوں کا سنگرہ ہے، زمانہ پریس سے نکلا تھا۔ پر اسے ہمیر پور کے کلکٹر نے مجھ سے لیکر جلوا ڈالا تھا۔ ان کے خیال میں وہ وِدرُودھ آتمک تھا۔ حالانکہ تب سے اس کا انوواد کئی سنگرہوں اور پتر کاؤں میں نکل چکا ہے۔

۲۔ اس پرشن کا جواب دینا کٹھن ہے۔ ۲۰۰ سے اُوپر گلپوں میں کہاں تک چُنوں۔ لیکن سمرتی سے کام لیکر لکھتا ہوں (۱) بڑے گھر کی بیٹی (۲) رانی سارندھا (۳) نمک کا داروغہ (۴) سوت (۵) آبھوشن (۶) پرائشچیت (۷) کامنا ترُو (۸) مندر اور مسجد (۹) گھاس والی (۱۰) مہا تیرتھ (۱۱) ستیاگرہ (۱۲) لانچھنی (۱۳) ستی (۱۴) لیلا (۱۵) منتر۔

منزلِ مقصود نامک اردو کہانی بہت سندر ہے کتنے ہی مسلمان مترّوں نے اُس کی پرشنسا کی ہے۔ پر ابھی تک اس کا انوواد نہیں ہو سکا۔ انوواد میں تھا شا سارسہ غائب ہو جائے گا۔

(۳) میرے اوپر کسی وشیش لیکھک کی شیلی پر کھاو نہیں پڑا۔ بہت کچھ پنڈت رتن ناتھ دَر سرشار کی کھسوڑی اور کچھ کچھ ڈاکٹر روبند رناتھ ٹھاکر کا اثر پڑا ہے۔

(۴) آئے کی کچھ نہ پوچھیے۔ پہلے کی سب کتابوں کا ادھکار کاشکو کو دے دیا۔ پریم پچیسی، سیوا سدن، سپت سروج، پریم آشرم، سنگرام، آدی، کے لیے ایک مشت تین ہزار ہندی پستک ایجنسی نے دیا۔ نو ندھی، کے لیے شاید اب تک دو سو روپے ملے ہیں۔ رنگ بھومی، کے لیے ۱۸۰۰ روپیہ

دلارے لعل نے دیے۔ اور سنگرہوں کے لیے ۱۰۰ اور ۲۰۰ روپے مل گئے کایا کلپ، آزاد کتھا، پریم تیرتھ، پریم پرتیما، پرتگیا، میں نے خود چھاپا۔ پر ابھی تک مشکل سے ۶۰۰ روپے وصول ہوئے ہیں اور پرتیاں پڑی ہوئی ہیں۔ پھٹکر آمدنی لیکھوں سے شاید ۲۵ روپے ماہوار ہو جاتی ہو۔ مگر اتنی بھی نہیں ہوتی۔ میں اب ہنس، اور مادھوری کے سوا کہیں لکھتا ہی نہیں۔ کبھی کبھی وشال بھارت، اور سرسوتی، میں لکھتا ہوں بس اردو انوادوں سے بھی اب تک شاید ۲ ہزار سے ادھک نہ ملا ہوگا۔ ۸۰۰ روپے میں رنگ بھومی اور پریم آشرم دونوں کا انوواد کر دیا تھا۔ کوئی چھاپنے والا ہی نہیں ملتا تھا۔

۵۔ ہندی میں گلپ ساہتیہ ابھی اتینت پرارمبھک دشا میں ہے کہانی لکھنے والوں میں سدرشن، کوشک، جینندر کمار، اگر، پرساد راجیشوری بھی نظر آتے ہیں۔ مجھے جینندر اور اگر میں مولکتا اور ہالیہ کے چنہہ ملتے ہیں۔ پرساد جی کی کہانیاں بھاواتمک ہوتی ہیں REALISTIC نہیں۔ راجیشوری اچھا لکھتے ہیں۔ مگر بہت کم۔ سدرشن جی کی رچنائیں سندر ہوتی ہیں۔ پر گہرائی نہیں ہوتی۔ اور کوشک جی اکثر باتوں کو بے ضرورت بڑھا دیتے ہیں۔ کسی نے ابھی تک سماج کے کسی وشیش انگ کا وشیش روپ سے ادھین نہیں کیا۔ اگر نے کیا مگر بہک گئے۔ میں نے کرشک سماج کو لیا۔ مگر ابھی کتنے ہی ایسے سماج پڑے ہیں۔ جن پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ سادھوؤں کے سماج کو کسی نے اسپرش تک نہیں کیا۔ ہمارے یہاں کلپنا کی پردھانتا ہے۔ انوبھوتی کی نہیں۔ بات یہ ہے کہ ابھی تک ساہتیہ کو ہم وِوسائے کے روپ میں نہیں گرہن کر سکتے۔

میرا جیون تو آرتھک درشٹی سے اسپھل ہے اور رہے گا۔ ہنس نکال کر میں نے کتابوں کی بچت کا بھی وارا نیارا کر دیا۔ یوں شاید اس سال چار پانچ سو مل جاتے۔ پر اب آشا نہیں۔

۶۔ میری رچناؤں کا انوواد مراٹھی، گجراتی، اردو، تامل بھاشاؤں میں ہوا ہے۔ سب کا نہیں۔ سب سے زیادہ اردو میں اس کے بعد مراٹھی میں۔ تامل اور تیلگو کے کئی سجنوں نے مجھ سے آگیاں مانگی جو میں نے دیدی۔ انوواد ہوا یا نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ جاپانی میں تین چار کہانیوں کا انوواد ہوا ہے۔ جس کے لئے ابھی کئی دن ہوئے ۵۰ روپے بھیجے ہیں۔ میں اس کا ابھاری ہوں۔ دو تین کہانیوں کا انگریزی میں انوواد ہوا ہے۔ بس۔

۷۔ میری آکانکشائیں کچھ نہیں ہیں۔ اس سمے تو سب سے بڑی آکانکشا یہی ہے کہ ہم سوراجیہ سنگرام میں وِجئی ہوں۔ دھن یا یش کی لالسا مجھے نہیں رہی۔ کھانے بھر کو مل ہی جاتا ہے۔ موٹر اور بنگلے کی مجھے ہوس نہیں۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دو چار اونچی کوٹی کی پستکیں لکھوں پر اس کا اُدّیش بھی سوراجیہ وِجے ہی ہے۔ مجھے اپنے دونوں لڑکوں کے وِشے میں کوئی بڑی لالسا نہیں ہے۔ یہی چاہتا ہوں کہ وہ ایماندار سچے اور پکے ارادے کے ہوں۔ وِلاسی۔ دھنی خوشامدی سنتان سے مجھے گھرنا ہے۔ میں شانتی سے بیٹھنا بھی نہیں چاہتا۔ ساہتیہ اور سودیش کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہتا ہوں۔ ہاں روٹی دال اور تولہ بھر گھی اور معمولی کپڑے میسر ہوتے رہیں۔

بس آپ کے پرشنوں کا جواب ہو گیا۔ میرے جنم آدی کا پورا

آپ کے ہی پتر میں چھپ چکا ہے۔ اب آپ اپنا بچن پورا کیجیے۔ اور ہنس کے لیے کچھ لکھ بھیجیے۔ ویسا ہی اسکیچ ہو جیسا پنڈت سُندر لعل جی کا تھا تو کیا کہنا۔

شیش کُشل ہے۔ آشا ہے آپ بھی ساکُشل ہوں گے۔

بھودیہ
داس دھنپت رائے

ع۱
بنام جینندر کمار

سرسوتی پریس 30-11-25

پریہ متر ور

بندے۔ پتر ملا۔ سچا آنند ہوا "پرکھ" میں نے پڑھ لیا تھا۔ اور پڑھ کر مُگدھ ہو گیا تھا۔ اس کی آلوچنا دسمبر کے 'ہنس' میں کر رہا ہوں۔ وشیشانک" پرکھ" کے چاروں چتر۔ ستنیہ۔ کٹو۔ بہاری اور گریما خوب ہوئے ہیں۔ ستنیہ کا گمبھیر مانک سنگرام۔ بہاری کا اس سے بھی پوِتر کنتو سرل اور وِنود کے نگار کٹو نو دیوی ہے۔ آپ کی شیلی اور چرتر پردرشن کا ڈھنگ مجھے بہت پسند آیا۔ میں نے سرسوتی والی آلوچنا نہیں دیکھی۔ لیکن (آپ ع۲ کے) اُپنیاس کی تعریف انہیں کرنا ہی چاہیے تھی۔ میں ایسی رچنا پر آپ کو بدھائی دیتا ہوں۔

ع۱ اصل خط ہندی میں ہے   ع۲ اصل خط میں یہ لفظ واضح نہیں ہیں۔

آرنیہ پرکاشکوں کی اِستھتی اس سمے اچھی نہیں ہے۔ موبک اُپنیاس تو کئی اچھے نکلے ہیں۔ اُگر جی کا "شرابی" برِ اندا بن لعل ورما کا "گڑھ کنوڑ" دونوں ہی اچھے پستک ہیں۔ "گڑھ کنوڑ" تو رُومانس ہے۔ پر بہت ہی سندر۔ لیکن موبک اپنیاسوں کو چھوڑ کر انوُوادوں کا بازار ٹھنڈا پڑا ہے۔ میں خود اپنے پریس میں چھپوانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آج کل میرا غبن چھپ رہا ہے۔ یہ نکل جائے تو اسے شروع کروں۔

"ہنس" کے چھ انک نکل چکے۔ ستمبر اور اکتوبر پر پریس اوریز کا ضمانت مانگے جانے کے کارن بند پڑے رہے۔ پریس کے آرڈیننس اُٹھ جانے پر پھر نکلے ہیں۔

میری پتنی جی پکیٹنگ کے جرم میں دو مہینے کی سزا پا گئیں۔ کل فیصلہ ہوا ہے۔ ادھر پندرہ دن سے اسی میں پریشان رہا۔ میں جانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا۔ پر انہوں نے خود جا کر میرا راستہ بند کر دیا۔

اور کیا لکھوں؟ مجھے یہ جان کر ہرش ہوا کہ گجرات میں سوستھ اور پرسن ہیں۔ ہم لوگ بھی اچھی طرح ہیں۔

ایک بار پھر "پر کھ" کے لیے بدھائی لیجیے۔ ہندی اُپنیاس اب چیتے گا۔ اس میں سندیہ نہیں۔ ایک سال کے اندر 'کنکال'، "پرکھ"، 'کنوڑ'، 'شرابی'، جیسی پستکیں نکل چکیں۔ یہ بھوشیہ کے لیے شُبھ لکھشن ہے۔

نہ جانے آپ سے کب ملاقات ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے ڈیگ بیت گیا۔

بھودیہ
دھنپت رائے

بنام جنیندر کمار[1]

نول کشور پریس
پرکاشن وبھاگ لکھنؤ
17-12-30

پریہ جنیندر جی بندے

پتر ملا۔ واہ! آپ نے کہانی لکھ دی ہوتی تو کیا پوچھنا؟ میں نے تو اس وجہ سے نہیں کہا تھا کہ آپ کو کشٹ پرکشٹ کیا دوں۔ ابھی تک سمے ہے۔ حالانکہ چھپائی شروع ہو گئی ہے۔ پر آپ کی کہانی مل جاتی تو آخر وقت بھی دے دیتا۔ کیا اب بھی مشکل ہے؟

"پرکھ" کی آلوچنا میں "مادھوری"، یا "ہنس" میں کروں گا۔ میرے پاس دو پرتیوں میں سے ایک بھی نہیں بچی۔ ایک تو جیل بھیج دی تھی۔ دوسری ایک مہلا لے گئیں اور ابھی تک لوٹا رہی ہیں۔ اس لیے اس کا اثر جو دل پر پڑا تھا۔ وہی لکھوں گا۔ "گڑھ کنڈار" تو نئی چیز ہے۔ مگر میرا من اس سمے پڑھنے میں نہ لگا۔ دو ایک چرتروں کا چترن اس میں اچھا ہوا ہے۔ اس کی آلوچنا بھی کروں گا۔

"غبن" ابھی تیار نہیں ہوا۔ ۳۰۰ پرشٹھ چھپ چکے ہیں۔ ابھی ۱۰۰ پرشٹھ اور ہوں گے۔ یہ ایک سامان جک گھٹنا ہے۔ میں پرانا ہو گیا ہوں اور پرانی شیلی نبھائے جاتا ہوں۔ کتھا کو بیچ میں شروع کرنا یا اس

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

طرح شروع کرنا کہ اس میں ڈراما کا چمتکار پیدا ہو جائے میرے لیے مشکل ہے
پرُسکاروں کا وِچار کرنا میں نے چھوڑ دیا۔ اگر مِل جائے تو لے لوں گا۔
پر اس طرح، جس طرح پڑا ہوا دھن مِل جائے۔ آپ یا پرساد جی پا جائیں
تو مجھے سمگن ہرش ہوگا۔ آپ کو زیادہ ضرورت ہے اس لیے زیادہ
خوش ہوں گا۔

پُتر مبارک۔ ایشور چِرایُو کرے۔ یا یوں کہوں چرآیو ہو۔ میں
تو پرانے خیال کا آدمی ہوں۔ دو پُتروں تک تو بدھائی دوں گا۔ اس
کے بعد ذرا سوچوں گا۔

'سیِنس' اور 'مادھوری' دونوں ہی یتھا استھان بھیج دی جائیں گی
'شرابی' اور 'گڑھ کنڈر' دونوں ہی کی ایک ایک پرتی مِلی تھی۔ وہ دونوں
کبھی میں نے پڑھ کر جیل بھیج دیں۔ اب تو ان کے آنے پر کتابیں واپس
ہوں گی۔ آخر آپ کب تک آویں گے۔ 'مادھوری' میں دو میں سے ایک کبھی
آلوچنا کے لیے نہیں آئی۔

اب آپ کے اس پرشن کا جواب کہ پرکھ کو میں پرساد اسکول کے
نکٹ کیوں سمجھتا ہوں۔ میں تو کوئی اسکول نہیں مانتا۔ آپ نے ہی
ایک بار 'پرساد اسکول' پریم چند اسکول کی چرچا کی تھی۔ شیلی میں
ضرور کوئی انتر ہے۔ مگر وہ انتر کہاں ہے۔ یہ میری سمجھ میں خود نہیں
آتا۔ آپ کی شیلی میں اسپھُرتی سجیوتا کہیں ادھک ہے۔ چُٹکیاں،
چُلبلا پن کہیں ادِھک ہے۔ پرساد جی کے یہاں گمبھیرتا اور کویتو
ادِھک ہے REALIST ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم میں
سے کوئی بھی جیون کو اس کے یتھارتھ روپ سے نہیں دکھاتا۔ بلکہ

اس کے واچھت روپ سے ہی دکھاتا ہے۔ میں نگمن بیچار کھرو ادکا پرمی کبھی نہیں ہوں۔ آپ سے ملنے پر "پرکھو" کے وشے میں باتیں ہوں گی۔ تب تک "غبن" بھی تیار ہو جائے گا۔

آشا ہے آپ پرسن ہوں گے۔

بھودیہ دھنپت رائے

P.S اگر ہو سکا تو "سترابی" اور "گرٹھ گنڈار" اور "ہنس" تینوں ہی کسی طرح منگوا کر بھیجوں گا۔ سما لوچنا اوشیہ کیجیے گا۔ "ہنس" کے لیے۔

بنام جینندر کمار[1]

سرسوتی پریس 12-1-31

پریہ جینندر جی

کل پتر پا کر بڑا آنند ہوا۔ آپ کو بھرم ہوا۔ آرڈیننس تو پھر جاری ہوا۔ لیکن ابھی مجھ سے ضمانت نہیں مانگی گئی۔ اس لیے "ہنس" کا وشیش انک چھاپ رہا ہوں۔ آپ یدی اپنی کہانی بھیج دیں تو تُرنت چھپواؤں۔ اور آپ کا لاکھوں جے مانوں۔ پھر تو پتر کا بیج اٹھے، سُدرشن جی نے کہانی بھیج دی ہے۔ راجیشوری نے کبھی بھیجی۔ کوشک جی آج کل اتنا لکھ رہے ہیں کہ میں نے انہیں کشٹ دینا وِیرتھ سمجھا۔ وہ بہانہ کر کے ٹال جاتے۔ آپ کی کہانی آجائے تو کیا پوچھنا۔

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

ہمارے پروپرائٹر بابو وشنو نرائن بھارگو کا مدراس میں سورگ واس ہو گیا۔ گھوڑ دوڑ میں گئے۔ پرانوں کی بازی ہار گئے۔ اب دیکھنا ہے۔ کہ یہاں کیسے کام ہوتا ہے۔ 'مادھوری' بند ہوتی ہے یا چلتی ہے۔ مجھے تو اس کے چلنے کی آشا نہیں ہے۔

'غبن' کے تین فارم اور باقی ہیں۔ بے چین ہوں۔ کہ کب چھپیں اور کب آپ کے پاس بھیجوں۔ "گڑھ کنڈار" اور "شرابی" آج بھیج رہا ہوں۔ مجھے تو "گڑھ کنڈار" کچھ (نہیں جچا)[1]۔

شرابی اپنے رنگ کی بری چیز نہیں۔ آپ ان دونوں کی آلوچنا کر سکیں تو 'ہنس' میں چھاپ دوں گا۔

ہاں "غبن" کے بعد 'منگل اپن' چھپے گی۔ تب تک میرا دوسرا اُپنیاس بھی لکھا جا چکے گا۔

ہاں پتنی جی تو آگئیں۔ مگر شاید پھر جائیں۔ ابھی انہیں سنتوش نہیں سارا سورا جیہ ایک بار ہی لے لیں گی۔ قسطوں میں نہیں چاہتیں۔

میں نے 'پرکھ' کی آلوچنا "ہنس" میں کر دی ہے "مادھوری" کا پرسکار تو بھیجا جا چکا ہے۔ بہت پہلے ہی۔ اب کچھ باقی نہیں۔

اور تو کوئی بات نہیں۔ آپ باہر آجائیں۔ تو پھر باتیں ہوں گی۔ آپ تھوڑی دیر کی ملاقات سے تو پیاس اور بھی بڑھ گئی تھی۔

آپ کا دھنپت رائے

P.S ہاں اُپنیاس ہو یا کہانی۔ اس میں چلبلاہٹ نہ ہو تو بے جٹنی کھوجن ہے۔ ضرور چاہیے۔ ظرافت تو اُپنیاس کی جان ہے۔

---

[1] اصل خط میں یہ الفاظ واضح نہیں ہیں۔

بنام سری رام شرما[1]

لکھنؤ ۲۸ر جنوری ۱۹۳۱ء

عزیزم شرما جی

آپ نے پبلشروں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہے لیکن میں آپ کی کتاب کی اشاعت میں تاخیر کے لیے معذرت کا اظہار نہیں کروں گا۔ کتاب کے اصل مصنف چونکہ خواجہ حسن نظامی ہیں۔ اس لیے اندیشہ تھا کہ کہیں ہندی داں طبقہ تعصب سے کام نہ لے۔ چنانچہ ہم مناسب موقعہ کے انتظار میں تھے۔ اس کے بعد سول نافرمانی کی تحریک شروع ہو گئی اور ہر بازار مندا ہو گیا۔ اور آخر میں فرم کے مالک کے انتقال سے تو سارا کام ہی ٹھپ ہو گیا۔ اس وقت حالت بالکل غیر یقینی ہے۔ جب تک حالات معمول پر نہ آجائیں مجھے اندیشہ ہے کہ اشاعت کا کوئی بھی نیا کام شروع نہ کیا جا سکے گا۔ اس صورت میں یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کی کتاب کا مسودہ ایک غیر معینہ عرصہ تک ہمارے پاس پڑا رہے۔ اس لیے میں اسے بڑے افسوس کے ساتھ واپس کرتا ہوں۔

میں نے شکار کے متعلق آپ کی جانبازی کی کہانیاں پڑھی ہیں۔ ہندی ادب میں اس موضوع پر خاکے نہیں ملتے۔ آپ اس ضمن میں ایک نئی راہ کھول رہے ہیں۔ مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ آپ کی اس کتاب کا

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا جائے گا۔ اس طرح کی ہیجان خیز کہانیاں انتہائی دل چسپ اور صحت مند مطالعہ کا مواد فراہم کرتی ہیں اور ان سے جانوروں کے متعلق ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ میں نے بھی حال میں ایک کہانی "شکار" لکھی ہے۔ اگرچہ مجھے اس کے لیے ایک سُنے سُنائے واقعہ کو استعمال کرنا پڑا۔

بہترین دعائیں۔

مخلص

پریم چند

بنام سری رام شرما [۱]

این۔ کے۔ بک ڈپو لکھنؤ ۹ر فروری ۱۹۳۱ء

عزیز من سری رام جی

آپ کا خط پڑھ کر بہت دُکھ ہوا۔ میں نے تمہید بڑی خوشی سے پڑھی۔ آپ کا اسلوب من موہ لینے والا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا ہے۔ اُس سے آپ بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ کو موضوع پر پوری قدرت حاصل ہے۔ اور اس میں 'GENUS' نوع اور طبقہ کا تفصیل کے ساتھ بیان ہے۔ مثالیں اور تفصیلات دل چسپ ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ زندگی کی مسرتوں سے محروم ہیں۔ میرا کھی

---

[۱] اصل خط انگریزی میں ہے۔

اسی نوع سے تعلق ہے اور اس لیے مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے۔
اس نقصان کا آپ نے بڑی مردانگی سے مقابلہ کیا ہے۔ آپ کی جگہ میں
ہوتا تو میری کمر ٹوٹ گئی ہوتی۔ مجھے ایسی کتاب دوبارہ لکھنے کے لیے
جو زندگی بھر کی محنت کا نچوڑ ہو کارلائل کے ضبط و تحمل کی ضرورت
ہوتی اور آپ میں یہ خوبی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ میرے خیال میں علم حیوانات
کے بارے میں ایسی کتاب جس میں جانوروں کی تصویروں اور ان کی زندگی
اور عادتوں کے بارے میں کافی مواد موجود ہو بہت پسند کی جانی چاہیے
اگر میں پبلشر ہوتا تو ایسی کتاب کو اس سال کی قابلِ اشاعت کتابوں
میں سرِ فہرست رکھتا۔ میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے اخبار اسے
بخوشی قبول کریں گے۔

ایک شکاری کو طویل بیماری زیب نہیں دیتی۔ میں ضعفِ معدہ
اور خون کی کمی کے مرضوں میں مبتلا ہوں۔ میری عمر پچاس سال سے
اوپر نہیں ہے۔ لیکن میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میں خود کو اس طرح
تسکین دے لیتا ہوں کہ یہ سب میرے بیٹھے رہنے کی عادت کا نتیجہ
ہے۔ اور کسی بڑے محرک کے بغیر یہ عادت اس عمر میں ترک کرنا آسان
نہیں۔ لیکن آپ تو شکاری ہیں اور جنگلوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ آپ
کو بیمار رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بیمار ہو کر گویا آپ میرا حق چھین
رہے ہیں۔

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ نے مسٹر بریلس فورڈ
(BRAILS FORD) سے ملاقات کی اور انھوں نے آپ کو
نیو لیڈر (NEW LEADER) میں لکھنے کی دعوت دی۔ بے شک

ہمارے غریب دیہاتیوں کے کاز کی حمایت کیلئے آپ سے زیادہ کون موزوں ہوسکتا ہے۔

پنڈت موتی لعل کا انتقال ہوگیا ہے۔ اور ہم اس نقصان پر آنسو بہا رہے ہیں۔ ہمارے لیڈروں میں حکمتِ عملی کا ایسا ماہر کوئی اور نہیں ہے۔

میں آپ سے جی کھول کر باتیں کرنے کا مشتاق ہوں۔ کسی دن آپ کے پاس آ دھمکوں گا۔ یہ شہری زندگی جہاں حالات نے مجھے پھنسا دیا ہے ذہنی اور جذباتی طور پر مجھے ہلاک کیے دے رہی ہے۔ ایک پرسکون دیہاتی زندگی میرا مطمحِ نظر ہے۔ آپ جانتے ہیں میں خود بھی دیہات کا رہنے والا ہوں اور میں نے اپنی ادبی زندگی کا بڑا حصہ اپنے دیہاتی بھائیوں کے دیئے ہوئے قرضہ کو اتارنے کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ اسی نظریے کے تحت میں نے "ہنس" جاری کیا ہے۔ اس اسکیم کا مقصد پرسکون زندگی گزارنا، تھوڑا بہت ادبی کام کرنا۔ اس اخبار کی ادارت اور سادہ لوح کسانوں کی صحبت سے لطف اندوز ہونا ہے۔ لیکن "ہنس" کا استقبال اتنی سرد مہری سے ہوا کہ عملی طور پر اس پرچے سے مجھے کچھ بھی نہیں مل رہا ہے۔ صرف اس ہلکی سی امید پر آس لگائے بیٹھا ہوں کہ قربانیاں رائیگاں نہیں جاتیں۔ اور ان کا صلہ ضرور ملتا ہے۔

دعائے خیر

آپ کا مخلص دوست

دھنپت رائے

بنام جینیندر کمار[1]

نول کشور بک ڈپو لکھنؤ 31-2-19

پریہ جینیندر

آپ کی آلوچنائیں مجھے پہلے ہی مل گئی تھیں۔ پر جواب کی ایسی کوئی بات نہ تھی۔ اس سے ولمب سے لکھ رہا ہوں۔ سبھی آلوچنائیں 'ہنس' میں جا رہی ہیں۔ آپ نے "گرہ دھ گنڈار" کو پسند کیا ہے۔ میں تو پڑھ نہ سکا تھا۔ کارن یہ ہے کہ اس میں آگے چل کر شاید کچھ رس آتا ہے۔ اور میں آدمی (شروع) کے دس بیس پنّے پڑھ کر ہی ادھیر ہو گیا۔ آگے پڑھنے کا دھیریہ نہ رہا۔

"ہنس" ابھی تک نہیں آیا۔ شاید آج مل جائے۔ ادھر کاشی میں بدھوار سے بہت بڑا دنگا ہو رہا ہے۔ سبھی کاروبار بند ہیں۔ پریس بھی بند ہے۔ یہاں تک کہ ..[2].. بھی بند ہے۔ شاید دو ایک روز میں سامانیہ استھتی آ جائے۔

اس بیچ میں نرالا جی کی 'اپسرا' بھی پرکاشت ہو گئی۔ یہ اُن کا پہلا اُپنیاس ہے ملنے پر بھیجوں گا۔ آپ کب تک باہر آ دیں گے؟ ایک بار ہم لوگوں کا ملنا ضروری ہے۔ میں دلی آ جاؤں گا۔ پوجیہ بہن جی سے بھی جلدی میں کچھ باتیں نہ ہوئیں۔

'غبن' کی ایک پرتی بھی شیگھر ہی بھیجوں گا۔ اس پر جو کچھ لکھنا ہو

---

[1] اصل خط ہندی رسم الخط میں ہے [2] یہ لفظ اصل خط میں مٹ گیا ہے۔

وہ "مادھوری" کے لیے لکھیے گا۔ مادھوری سے اب میرا سمبندھ نہیں رہا۔ میں بک ڈپو میں آگیا۔ آ تو پہلے ہی گیا تھا۔ اب پُورن رُوپ سے آگیا۔ اپریل تک شاید یہاں اور رہوں گا۔ پھر کاشی چلا جاؤں گا۔ اور کہیں دیہات میں بیٹھ کر کچھ لکھتا پڑھتا رہوں گا۔ "ہنس" تو آپ کے سر ڈال دوں گا۔ کیا بتاؤں۔ ابھی ایک ہزار بھی گاہک نہیں ہیں۔ آپ لپٹ جائیں گے تو کچھ مہینے میں دو ہزار چھپے گا۔ اس کے لیے پرتی ماس ایک گلپ لکھتے جائیے۔ اور جو کچھ مزاج سے آدے۔ لکھیے۔

'کلیان' کا 'کرشن' انک نکل رہا ہے۔ کچھ اس میں بھی لکھیے۔ وہ پیسے اچھے دیتا ہے۔ ہندی میں سب سے زیادہ چھپتا ہے۔

ادھر اُردو کی اُنتی دیکھ کر آشچریہ ہو رہا ہے۔ لاہور سے ایک پترکا نے ۸۵۰ پرشٹھوں کا وشیشانک نکالا ہے۔

سب کُشل ہے۔

شُبھ ابھچھو دھنپت رائے

بنام اپیندر ناتھ اشکؔ

گنیش گنج ۲۵ فروری ۱۹۳۱ء

عزیزم

آشیرواد۔ معاف کرنا تمہارے دو خطوط آئے۔ "بھشتی کی بیوی" میں نے پڑھا تھا اور بہت پسند کیا تھا۔ تم نے اُردو کا ایک چھوٹا سا چٹکلا بھیجا تھا۔ میں اسے ہندی میں دے رہا ہوں۔ مگر ہندی میں جو چیزیں

تم نے بھیجی ہیں۔ ان میں ابھی زبان کی بہت خامی ہے۔ ہندی کے رسالے زیرِ نظر رہیں گے۔ تو سال چھ مہینے میں یہ نقائص دور ہو جائیں گے۔ کوئی افسانہ ہمارے لیے ہندی میں لکھو۔ مگر افسانہ ہو۔ فینٹیسی نہیں یا اگر کسی واقعات کے سوانح حیات ہو تو اس سے بھی کام چل سکتا ہے مگر میری صلاح تو یہی ہے کہ ابھی زیادہ لکھنے کے مقابلہ میں لٹریچر اور فلاسفی کا مطالعہ کرتے جاؤ۔ کیونکہ اس وقت کا مطالعہ زندگی بھر کے لیے کافی ہوگا۔

اور تو سب خیریت ہے۔

دعاگو دھنپت رائے

بنام سری رام شرما[1]

لکھنؤ ۱۳ر مارچ ۱۹۳۱ء

عزیزِ من سری رام جی

آپ آئے نہیں۔ میں بڑی امید کے ساتھ آپ کا انتظار کر رہا تھا آپ کانپور آئے اور چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے لیے بھی لکھنؤ نہیں آئے۔ آپ شکاری ہیں اور میرے خیال میں شکاری فطرتاً محبت کی بیماری سے محفوظ ہوتے ہیں۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میری نئی کتاب "غبن"

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

شائع ہو چکی ہے اور جلد ہی آپ تک پہنچ جائے گی۔ مجھے آپ کی بے لاگ رائے کا انتظار رہے گا۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام جینیندر کمار

ساہتیہ سمن مالا کاریالیہ
نولکشور پریس بک ڈپو لکھنؤ
13-4-1931

پریہ جینیندر جی

آپ کا پتر ملا۔ میں لاہور گیا۔ پر آپ دِلّی نہ تھے۔ اس لیے میں سیدھا لوٹ آیا۔ آشا ہے، اب آپ دِلّی آگئے ہوں گے۔ آپ کی کہانی کا پرسکار بھیجنے کے لیے میں نے تاکید کر دی ہے۔ آشا ہے جلد پہنچے گا۔ 'غبن' آپ پڑھ لیں۔ اور میں کچھ آپ کی رائے جان لوں تو مجھے سنتوش ہو۔ "پرکھ" کی آلوچنا جلدی میں تو نہیں کی۔ لیکن اپنی دانست میں مجھے جو کچھ کہنا چاہیے تھا وہ کہہ چکا۔ میں سما لوچک بہت خراب ہوں۔ پُستک پر پاٹھک کی درشٹی سے نگاہ ڈالتا ہوں اور جو کھاؤ جم جاتا ہے۔ وہی لکھتا ہوں۔

...عــ۲... آئی تو تھی۔ پر ایک صاحب لے کر مراد آباد چلے گئے۔

عــ۱ اصل خط ہندی رسم الخط میں ہے عــ۲ اصل خط میں یہ لفظ مٹ گیا ہے۔

وہ لوٹ کر آویں تو بھیجوں۔
آشا ہے آپ سانند ہیں۔

بھَوَدِیہ دھنپت رائے

بنام سری رام شرما[1]

سرسوتی پریس کاشی ۵ ر مئی ۱۹۳۱ء

عزیزِ من سری رام جی

آپ نے مجھے مایوس کر دیا۔ آپ نے کلکتہ سے واپسی پر مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ میں بنارس میں آپ کا منتظر ہی رہا۔

اگر "وشال بھارت" میں "غبن" پر تبصرہ شائع ہو رہا ہے۔ تو آپ اپنا تبصرہ "مادھوری" کو بھیج دیجیے۔ وہ بخوشی اسے شائع کریں گے اس دفعہ مجھے مایوس نہ کیجیے۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت گھر پہنچ گئے ہوں گے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام مہتاب رائے

سرسوتی پریس کاشی۔ مورخہ یکم جون ۳۱ء

برادرِ عزیزِ من۔ بعد دعا۔ میں یہاں ۱۲ ر مئی کو آ گیا تھا۔ دھنو اور نبو

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

بیٹی کے ساتھ ۱۵ رکو ساگر کے لیے روانہ ہوئے۔ ۱۶ رکو الہ آباد پہنچ کر بنّو کو ہچکیش ہو گئی۔ مجھے تار ملا۔ ۱۹ رکو ہم اور بنّو کی والدہ یہاں سے الہ آباد گئے۔ بنّو کی حالت خراب تھی۔ خون کے دست آ رہے تھے۔ ۲۷ رتک وہاں رہنا پڑا۔ ۲۷ رکو ہم بنّو کے ساتھ گھر لوٹ آئے۔ دھنو با سدیو پرشاد کے ساتھ ساگر گئے۔ یہاں آکر میں نے دو تین برس کا حساب کتاب دیکھا۔ آج پھر جا رہا ہوں۔ ۶ رجون کو یہاں سے الہ آباد ہوتے ہوئے 'سورام' جانے کا ارادہ ہے۔ ۱۱ رکو مجھے لکھنؤ پہنچنا ہے۔

کل بھائی صاحب سے بات چیت ہو رہی تھی۔ ان سے مجھے یہ معلوم کر کے کچھ ہنسی بھی آئی کچھ تعجب بھی ہوا کہ تم ابھی تک اس لفظی ڈوئیل (DUEL) کو جو آج سے ۶-۷ سال پہلے یہاں میرے اور تمہارے درمیان ہوا تھا۔ تمسک کی طرح محفوظ رکھے ہوئے مجھے اپنے روپے کے لیے ایک روپیہ سینکڑہ بیاج کی امید رکھتے ہو۔ یہی بات ایک بار مجھ سے رام کشور نے بھی کہی تھی۔ مگر مجھے ان کی بات کا یقین نہ آیا تھا۔ مگر بھائی صاحب کی زبان سے سن کر اب معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ان سے بھی کہا ہوگا اور مجھے اس وقت اس معاملے کو صاف کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

جس وقت ہمارے اور تمہارے درمیان وہ لفظی گھوڑ ہوئی تھی۔ نہ تمہارے پاس روپے تھے نہ میرے پاس۔ تم نے بھی، اگر میرا حافظہ غلطی نہ کرتا، ۹۴۰۰ بولی بولی تھی۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اس وقت اگر میں ۹۴۰۰ پر راضی ہو جاتا تو تم میرے اور رگھوپت سہائے کے حصے کے روپے اسی بیتے سے ادا کر دیتے۔ ہرگز نہیں۔ نہ تم ادا کر سکتے تھے اور نہ ہی میں اس قابل تھا کہ تمہارے ۱۹۰۰ روپے جو اس برتے سے ہونے ادا کر دیتا۔ نتیجہ

یہ ہوتا کہ پریس تمہاری ہی نگرانی میں رہتا اور جس طرح کام چلتا تھا۔ اسی طرح چلتا رہتا۔ میرا منشا پریس کو اپنی نگرانی میں لے کر اس سے کچھ نفع کرنے کا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں نفع کر سکوں گا۔ اس لیے کہ مجھے اپنے ہی روپے کی فکر نہیں۔ رگھوپت سہائے کے روپے کی بھی فکر تھی۔ مجھے پریس کو اپنی نگرانی میں رکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ مجھے یہ بھی محسوس ہو رہا تھا کہ پریس سے علیحدہ ہو کر تم اپنے لیے اس سے بہتر کوئی سبیل نکال سکتے ہو پریس میں پڑے پڑے نہ تمہارا ہی بھلا ہو رہا ہے۔ اور نہ حصہ داروں کا۔ ان خیالوں کے زیرِ اثر ہی میں نے تمہارے ہاتھ سے انتظام لیا۔ ورنہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ اس وقت بھی بازار میں پریس کی قیمت اتنی کسی طرح سے نہ لگ سکتی تھی۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ تم روپے ادا کر دیتے۔ اور تمہارے پاس اس وقت ۶ ہزار روپے موجود تھے (حالانکہ یہ غیر ممکن معلوم ہوتا ہے) تب بھی تم نے پریس کے لینے اور دینے کی جو فرد پیش کی تھی اور جس کی بنا پر میں نے تمہارے روپے چکا دینے کا ارادہ کیا تھا وہ صحیح نہیں نکلی۔ اس کی زیادہ تر رقمیں ایسی تھیں جو وصول نہ ہو سکتی تھیں۔ اور نہ وصول ہوئیں اور کئی رقمیں اس میں سے ایسی چھوٹ گئیں تھیں جو فوراً ادا کرنی پڑیں۔ میرا خیال ہے کہ اس فرد کے مطابق پریس کو ۲۲۰۰ روپے ملنے چاہیے تھے۔ مجھے ۲۲۰۰ مل جاتے تو میں تمہیں ۱۹۰۰ دے کر بے فکر ہو جاتا۔ مگر اس ۲۲۰۰ میں شاید مشکل سے ۵۰۰ وصول ہوئے ہوں گے دینے میں کئی بڑی بڑی رقمیں نکل آئیں۔ جو ادا کرنی پڑیں۔ اس لیے جس (B A S I S) پر میں روپے ادا کرنے کا ارادہ کر رہا تھا وہ

ہی غلط نکلا۔ اگر نا وصول شدہ روپے تمہارے نام ڈال دوں اور جو اور زاید مجھے تمہارے 'زمانہ' کے لیے دینے پڑے تو تمہارا حصہ ہی غائب ہو جائے گا میرے پاس تمہارے زمانے کے لینے اور دینے کی صحیح نقل موجود ہے جس کے اعتبار سے لینا ۱۳۲۰ ٹھہرتا ہے اور دینا ۱۶۳۵۔ لینے میں ۱۳۲۰ کبھی وصول نہ ہوئے۔ مشکل سے ۵۰۰ وصول ہوئے ہوں گے۔ دینے میں شاید ۱۶۳۵ سے کبھی کچھ زاید ہی دینا پڑا۔ اس لیے مجھے تعجب ہوتا ہے کہ تم کس قانون انصاف سے اپنے روپے کے سود کے حقدار ہو سکتے ہو۔ یہ ضرور ہے کہ تمہیں پریس میں پھنسنے اور روپے لگانے کا افسوس ہو رہا ہے۔ مجھے بھی ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو بھی ہو رہا ہے رگھوپت سہائے کو بھی ہو رہا ہے۔ سب کے سب سر پر ہاتھ دھرے رو رہے ہیں۔ لیکن تم نے کم سے کم پریس سے دو سال کی تنخواہ تو لی۔ زیادہ سے زیادہ تمہارا سود کا نقصان ہوا۔ جو ۸ر سینکڑہ کے حساب ۶ سال کا ۷۰۰ روپے کے قریب ہوتا ہے۔ میرے نقصان کا اندازہ کرو۔ میں نے دو سال تک پریس سے ایک پائی لیے بغیر کام کیا اور اپنا کم سے کم ۵۰۰ روپیہ اس میں اور لگایا جو حساب میں موجود ہے۔ اس کے بعد سے آج تک میں نے ہزاروں روپے کا کام پریس کو دیا۔ خود اپنی کتابیں پریس میں چھپوائیں۔ آج بھی اپنی کتابوں کی بکری سے پریس چلا رہا ہوں۔ اگر میں اپنے سارے نقصانات جوڑوں تو ۱۵۰۰ تو خالی تنخواہ کے ہو جائیں ۵۰۰ جو ادھار دیے اور جو اب تک وصول نہیں ہوئے۔ اس طرح ۲۰۰۰ پر اپنی کتابوں کی بکری کے روپے جو پریس میں لگ گئے ہیں۔ جوڑوں تو ۳۰۰۰ سے کم نہ ہوں گے۔ اس طرح مجھے تو علاوہ سود کے کوئی ۵۰۰۰ ہزار

کا نقصان ہو چکا ہے۔ اور سود بھی جوڑوں تو ۱۹۰۰ ہو جاتے ہیں۔ گویا پریس کھول کر میں نے ۷۰۰۰ ہزار کا نقصان اٹھایا۔ اور میں اسے حرف بحرف صحیح ثابت کر سکتا ہوں۔ حساب پریس میں موجود ہے۔ تمہارا نقصان تو صرف سود کا ہوا ہے۔ رگھوپت سہائے کو بھی اتنا ہی نقصان ہوا۔ مگر ابھی تک صبر سے برداشت کیے جاتے ہیں۔ بھائی صاحب بھی پریس کی حالت سے واقف ہیں اور خاموش ہیں۔ سب سمجھ رہے ہیں کہ پریس کھولنا غلطی تھی اور اگر تقدیر میں ہوں گے تو ملیں گے، نہیں ڈوب گئے۔ میں اپنی ذمہ داری کو سمجھ کر اب بھی ہر طرح نقصان اُٹھاتا ہوا اسے کامیاب بنانے کی فکر میں پڑا ہوا ہوں۔ بار بار دوڑ دوڑ آتا ہوں۔ حساب کتاب دیکھتا ہوں کیونکہ میرے دل سے لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح نفع ہو اور حصہ داروں کو کچھ دے سکوں۔ میں نے اگر بے ایمانی کی ہوتی اور کچھ کھا گیا ہوتا تو حصہ داروں کو مجھ سے بدگمانی ہوتی۔ لیکن میں نے تو پریس سے پان تک نہیں کھایا۔ میرا کانشنس بالکل صاف ہے۔ جب تک میری زندگی ہے۔ میں اپنا نقصان اُٹھاتا ہوا پریس کے لیے جان دیتا رہوں گا اور کامیاب ہونا تقدیر میں لکھا ہے تو کامیاب ہوں گا۔

تو اب اس کا تصفیہ کیسے ہو؟ یا تو دیگر حصہ داروں کی طرح تم بھی خوشی سے مجھ پر اعتبار کرتے ہوئے بیٹھے رہو۔ جب دیکھو کہ میں نے پریس سے کچھ لیا ہے تو میری گردن پر سوار ہو کر حصہ لے لو۔ اگر دیکھو کہ میں نقصان اٹھا رہا ہوں تو صبر سے برداشت کرو۔ یا خود پریس میں آکر کچھ کام اٹھاؤ اور گزارے کے لیے جو کچھ پریس دے سکے وہ لے لو۔ یا پریس کے لیے دورہ کر کے کام لاؤ۔ کتابیں بیچو اور اپنی مناسب تنخواہ لے لو۔ پریس کو نفع دینے کے قابل

بنانے میں میری مدد کرو یا آخری صورت یہ ہے کہ ایک پنچ بنا کر پریس کی قیمت آنک لو۔ اور تمہارا حصہ جتنا نکلے اتنا یا تو مجھ سے اسی وقت کھڑے کھڑے کان پکڑ کر لے لو۔ یا مجھے دے دو۔ پنچوں میں بابو سمپورنا نند، سری پرکاش اور نند کشور کو رکھ لو اور یا ٹریڈل اور کٹنگ مشین کو اصلی داموں پر سمجھ کر اپنے باقی روپے مجھ سے لے لو۔ اس طرح تمہیں تسکین ہو جائے گی۔ کہ تم نے جتنے روپے لگائے تھے اتنے مل گئے۔ کیونکہ اگر ان چیزوں کو ان کی موجودہ قیمت پر لو گے تو اس حساب سے سارے پریس کی قیمت گھٹ جائے گی۔ پریس میں تین ہی چیزیں تو قیمتی تھیں۔ ان میں دو کا حال تمہارے سامنے ہے۔ رہی مشین وہ بھی سال دو سال میں جواب دیدے گی۔ ٹائپ پرانے تھوڑے ہی رہ گئے ہیں۔ اگر پریس اپنے سامان مع ٹریڈل اور کٹنگ مشین کے بازار میں رکھے جائیں تو مشکل سے دو اڑھائی ہزار ملیں گے۔ کل پریس ۴۰۰۰ یا ۵۰۰۰ میں بک جائے گا، تو لاگت کے دام ملنا تو اب غیر ممکن ہے۔ تم جس طرح اپنا اطمینان کر سکو کر لو میں آمادہ ہوں۔ تمہیں نقصان پہنچا کر یا تکلیف میں دیکھ کر مجھے مسرت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ تمہیں خوشحال دیکھ کر مجھے جتنی خوشی ہوگی اس کا اندازہ تم شاید نہ کر سکو۔ اگر میں اس قابل ہوتا کہ تمہاری زیادہ امداد کر سکتا تو ہرگز دریغ نہ کرتا۔ لیکن مجھے اس پریس نے بالکل مفلس بنا ڈالا۔ کتابوں سے مجھے جو کچھ مل جاتا تھا وہ اب پریس کی نذر ہو رہا ہے۔ اب میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ لکھنؤ سے آکر پھر پریس میں ڈٹوں۔ اور جس طرح بھی ہو سکے اسے کامیاب بناؤں۔ تم چاہو تو اب بھی اس کام میں مدد دے سکتے ہو یا منظور ہو تو پریس کی موجودہ حیثیت کو دیکھ کر اس کی قیمت کا اندازہ کرا لو اور وہ جس طرح چاہے سمجھ لو یا تمہارے خیال میں پریس سے اور جو کچھ تمہیں

اپنے حصے میں ملنا چاہیے وہ لے لو۔ میرے پاس پریس کی ہر ایک چیز کا بیجک رکھا ہوا ہے۔ اس بیجک کو دیکھ کر ۲۰۰۰ کی چیزیں نکال لو۔ چیزیں بے شک پرانی ہو گئی ہیں۔ مگر ان کا نفع میں نے نہیں اٹھایا۔ نہ تم نے اٹھایا۔ یہ سمجھ لو کہ کاروبار میں نفع نقصان دونوں ہوتا ہے۔ اور اس میں نقصان ہوا۔ تمہارے دو ہزار روپے اس وقت تمہارے پاس ہوتے تو تم اس سے ایک چھوٹا سا پورا پریس کھول سکتے تھے۔ میرے ۵۰۰ لم میرے پاس ہوتے تو میں اس سے اچھا پریس کھول سکتا تھا۔ اگر ہم نے یا تم نے بنک میں رکھ دیے ہوتے تو تمہیں اب تک ایک ہزار کے قریب سود مل گیا ہوتا اور مجھے بھی دو اڑھائی ہزار مل گئے ہوتے۔ میں نے اور جو ہزاروں کا نقصان اٹھایا۔ اس سے بچ گیا ہوتا۔ لیکن اب ان باتوں کو یاد کر کے پچھتانے سے کیا حاصل۔ اب تو گلے کی ڈھول کو بجانا ہی پڑے گا۔ میں تو اس پریس کے پیچھے برباد ہو گیا۔ صرف اس لیے کہ میں حصہ داروں کے نقصان کو نہیں دیکھ سکتا۔ چاہے اپنا کتنا ہی نقصان ہو جائے۔ رگھوپت سہائے اور کوجائی صاحب مجھ پر تکیہ کیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اپنے جیتے جی انہیں نقصان سے بچانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ کامیابی کا ہونا نہ ہونا ایشور کے ہاتھ ہے۔

امید ہے تم بخیریت ہو۔ بچوں کو دعا۔

پ۔ ج۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان صورتوں میں جو چاہے قبول کر لو۔ یا خود تصفیہ کی صورت پیش کرو اور جلد۔ پریس کی قیمت اب آدھی بھی نہیں رہی۔ اور تمہارے ۲۰۰۰ اب مشکل سے ایک ہزار رہیں گے۔ میں تمہارے جواب کا انتظار کرتا رہوں گا۔ میں نصف لینے کو تیار ہوں اگر کوئی دے رگھوپت سہائے اور میرے حصے کے $6\frac{1}{2}$ ہزار ہوتے ہیں۔ میں اسے $\frac{1}{2}$ ۳ ہزار

روپے پر دے دوں گا۔ مگر نقد کی شرط ہے۔ پریس میں جو نئی ٹریڈل آئی ہے۔ اس کا ابھی دام دینا باقی ہے۔ بھائی صاحب نصف پر راضی ہوں گے یا نہیں میں نہیں کہہ سکتا۔

دھنپت رائے

بنام دیانرائن نگم

سرسوتی پریس کاشی لکھنؤ ۱۱ر ستمبر ۱۹۳۱ء

بھائی جان تسلیم۔ آپ کا کارڈ کئی دن ہوئے ملا تھا۔ مسودے آپ نے ابھی تک نہیں دیکھے ادھر اکیڈمی شاید اب ایسے تراجم بیکار سمجھ رہی ہے بابو ہری پرشاد سکسینہ ابھی کئی روز ہوئے، ڈاکٹر تارا چند سے کسی کام کی تلاش کے سلسلے میں ملے تھے۔ انہوں نے اس وقت یہ خیال ظاہر کیا کہ ان ڈراموں سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا اور وہ تضیع اوقات ہے ایسا نہ ہو اردو ترجموں کے متعلق بھی یہی خیال ہو۔ اور ہم لوگوں کی محنت برباد ہو جائے۔

یہاں کل ایک نئی بات ہو گئی۔ یہاں میرے خلاف مدت سے ایک جماعت تھی۔ جس کا سرغنہ یہاں کا منیجر ہری رام ہے۔ سال گزشتہ سے اس کا ایک اور معاون پیدا ہو گیا۔ یہ ہیں مسٹر بینت جو یہاں کمپوزیٹر ہو کر بلائے گئے تھے۔ مسٹر بینت یہاں حاوی ہونا چاہتے ہیں۔ اس کی انہوں نے روز اول سے کوشش شروع کی۔ اور مجھے اپنا رقیب سمجھ کر انہوں نے پہلے مجھ ہی کو راستے سے ہٹانا ضروری سمجھا۔ کفایت کا مسئلہ یہاں شروع

سے تھا ہی۔ آپ نے یہ کفایت سوچی کہ ایڈیٹوریل عملہ برطرف کردیا جائے اور کتابیں ذمہ دار، با اثر اور کمیٹی میں رسوخ رکھنے والے یا خود کمیٹی کے ممبروں سے بنوا لی جائیں۔ ان احمقوں کو یہ نہ سوجھی، کہ مجھے جو کچھ دیتے ہیں۔ وہ ایک کتاب میں وصول ہوسکتا ہے اور با اثر اصحاب سے کتابیں لکھوانے میں رائلٹی کی بیش قدر رقم دینی پڑتی ہے۔ میری ذات سے ان لوگوں نے جتنا پیدا کیا ہے اس کا نصف کبھی مجھے نہ دیا گیا ہوگا۔ اگر نیت دیدہ و دانستہ محض مجھے زک دینے کے لیے میری تیار کی ہوئی کتابوں کو کُرس کرنے میں تساہل نہ کرتے تو لاکھوں روپیہ بنا لیتے۔ مگر اسی شخص نے محض مجھے نقصان پہنچانے کے لیے ان کتابوں کے متعلق کوئی کوشش نہیں کی۔ جب کتابیں کمیٹی سے نامنظور ہوگئیں۔ تو ظاہرداری کے لیے مہینوں خط و کتابت کرتا رہا۔ خیر۔ مجھے یہاں سے جانا تو تھا ہی بلکہ میں نے جون میں استعفےٰ دینے کا ارادہ کیا تھا۔ لکھا بھی۔ لیکن بعض دوستوں کے کہنے سے اسے پیش نہ کیا۔ مجھے یہاں سے جانے کا غم نہیں اور زیادہ کام کروں گا۔ لیکن رقیبوں کو یوں خوش ہوتے دیکھ کر انسانی کمزوریوں کے باعث جی جلتا ہے۔ آپ سے مسٹر منزو سے کچھ راہ و رسم ہے۔ ناگو یہاں کا اسپیشل منیجر ہے۔ معلوم نہیں اسی سے آپ کی کچھ ملاقات ہے یا نہیں۔ مگر منزو سے تو ہے ہی۔ آپ ایک دن کے لیے یہاں آجائیے۔ اور منزو سے مل کر یہاں کی اس فرقہ بندی کا حال اسے سمجھا دیجیے۔ اس وقت بھی کئی کتابوں کی تالیف کا مسئلہ درپیش ہے۔ اردو ہندی لٹریری ریڈروں کا۔ بنت ان کے لیے کمیٹی کے ممبروں کو تلاش کر رہے ہیں۔ اسے یہ منظور نہیں کہ میں کتابیں لکھوں اور وہ کمیٹی میں پیش ہوں

کیونکہ ایسا کرنے میں اسے دوادوش کرنی پڑے گی۔ ممبروں سے کتابیں لکھا لینے میں خود کچھ نہیں کرنا ہوتا۔ کتابیں آپ ہی آپ منظور ہو جاتی ہیں بس صرف ان سے خط و کتابت کرکے معاملہ پٹا لینا ہوتا ہے۔ یہی کام اُس نے اپنے ذمے لیا ہے۔ اور شاید مسز و کو یا ناگو کو سمجھا دیا ہے کہ ایڈیٹوریل اسٹاف کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ آجائیں گے تو مسز و کو یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ میری ذات سے ریاست کا نقصان نہیں ہے۔ بس میں اتنا ہی چاہتا ہوں انڈپینڈینٹ آدمی کے لیے واقعی بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ اور میں کئی بار اس کا تاوان دے چکا ہوں۔ لیکن اب تو وہ روش نہیں چھوڑی جاتی جو عادت ہو گئی ہے، اور سب خیریت ہے۔

آپ کا مخلص   دھنپت رائے

حضرت سحر کو میں نے ۲۰۰ دینا طے کر لیا ہے۔ وہ راضی بھی ہو گئے مثنوی کی اشاعت میں ۱۱۰ خرچ ہو چکے بقیہ ۹۰ اور دینے ہیں۔ اگر وہ راضی ہوں تو "گوشۂ عافیت" بھی ان سے پورا کروا لوں گا۔ اور کچھ نئی کہانیوں کا ترجمہ بھی۔ پنجاب میں سب کھپ جائیں گی۔ اور کچھ نہ کچھ دے مریں گی۔

بابو رام سرن کی طبیعت اب کیسی ہے۔ لڑکے تو الہ آباد چلے گئے ہوں گے۔

نیاز مند

دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

سرسوتی پریس کاشی 32-1-15

پریہ جینندر

پریم۔ پتر ملا۔ چھوٹے دلیپ کی بیماری کی بُری خبر سُنی ہے۔ سردی یہاں بھی زوروں پر ہے۔ دِلّی کا کیا پوچھنا۔ ایشور اسے جلد اچھا کر دے۔

پنڈت بنارسی داس جی یہاں رونی دار کو آرہے ہیں۔ ماکھن لعل جی کل یہاں آئے تھے۔ تمہاری کہانی میں نے کہیں نہیں بھیجی۔ یہاں پرساد جی سے اس پر میری بات چیت ہوئی۔ ایک دَل تو اسے ادشلیہ ہی گھاسلیٹی کہے گا۔ یہ لوگ اسی دَل میں ہیں۔ میں نے سمجھا یدی کوئی اس پر لکھے گا تو اُس کا جواب دیا جائے گا۔ اپنی طرف سے ناحق کیوں طوفان کھڑا کیا جائے۔

ہاں میں بھی چاہتا ہوں۔ پر کھ پر کچھ لکھواؤں۔ مجھے آلوچنا نہیں کرآتی۔ یہاں آلوچنا کے لیے رونج سب سے اچھے ہیں۔ وہ پرنٹنگ میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تو مجھے کوئی آلوچک نہیں دکھتا۔

"کرم بھومی" کی آلوچنا جلد نکلنی چاہیے۔

سبھدرا کماری جی کو بدھائی تو دے دی تھی۔ "ہنس" میں آلوچنا کر رہا ہوں۔

روپے نہیں جا سکے۔ مگر دو ایک دن میں اَدشیہ ہی جائیں گے۔

---

[1] اصل خط ہندی رسم الخط میں ہے۔

ہزاروں روپے باقی پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن جب تک اپنے ہاتھ میں نہ آجائیں، کیا کہا جائے؟ شوپو جن پر یاگ ہے۔ جیوں ہی آئیں گے۔ کہانی لے لوں گا۔

اور سب کُشل ہے

تمہارا دھنپت رائے

بنام سری رام شرما[1]

گنیش گنج لکھنؤ ۱۲ر جنوری ۱۹۳۲ء

عزیز من سری رام جی

آپ کے خط کا شکریہ۔ اپنی کہانی "شکار" پر آپ کے شکاری دوست کی تنقید سے بہت محظوظ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دوست محض شکاری ہیں جنہیں ادب کا کوئی ذوق نہیں ہے۔ میری کہانی کا موضوع شکار نہیں ہے۔ مجھے تو یہ دکھانا مقصود تھا کہ مشترک دلچسپیوں سے اکثر محبت ہو جاتی ہے۔ ہمارے خاندانوں میں بیشتر اختلافات کی وجہ ہمدردی کا فقدان اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں عدم شرکت ہے۔

لیکن یہ شریف آدمی یہ نہیں بتاتے کہ میری کہانی میں بیان کردہ شکار میں کیا خامیاں ہیں؟ مجھے تسلیم ہے کہ شیر اتنے سمجھدار نہیں ہوتے کہ مچان پہ سوتے ہوئے آدمی کو گھسیٹ کر نیچے لے آئیں۔ ایسے موقعوں پر شاذ و

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

اتنا محدود ہوتا ہے کہ کسی چیز کو بھی لغو اور مہمل نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ آپ نے یا میں نے کسی اپنے چالاک جانور کو نہیں دیکھا ہو لیکن اس بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جانوروں میں چالاکی نہیں ہوتی۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ اکثر حقائق جھوٹ سے زیادہ عجیب و غریب ہوتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ میں نے کبھی شکار ہوتے نہیں دیکھا۔ لیکن یہ بھی اتنا ہی صحیح ہے کہ میں نے کسی عدالت میں کبھی کسی مقدمہ کی پیروی نہیں کی۔ کالج میں نہیں پڑھا، کسی سے ہاتھا پائی نہیں کی۔ کوئی گاؤں نہیں خریدا اور نہ کبھی چوری کی اور قتل کیا۔ اصل مصنف کے لیے ضروری ہو کہ وہ اپنی تصنیفات کو صرف ان چیزوں تک محدود رکھے جس کا اُسے خود ذاتی طور پر تجربہ ہو تو وہ قتل کا حال صرف اس حالت میں بہترین طریقہ پر بیان کر سکتا ہے جب کہ اُس میں قتل کرنے کی طاقت ہو۔ . . . شکاری سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔

میں نے ہیژدہ برس کے لڑکوں کو شیر پر گولی چلاتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو کیا میری کہانی میں شیر کا شکار لومڑی کا شکار بن گیا ہے؟ کیا میرا بیان کافی دہشت ناک نہیں ہے؟ . . . . . . ع[1] . . . کیا وہاں دماغی توازن قائم تھا؟ . . . . ع[2] . . . .

. . . .

کیا آپ کے شکاری دوست نے کبھی شیر مارے ہیں؟ ان کے طرزِ تحریر

ع[1] ع[2] اصل خط میں یہ سطور کچھ ٹ گئی ہیں۔

سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے شیر کا شکار کیا ہے۔ تو پھر انہوں نے کس طرح یہ مافوق الانسانی کارنامہ سرانجام دیا؟ اگر انہیں یہ کامیابی خوش قسمتی سے حاصل ہوئی تو پھر میری کہانی کا راجہ اتنا خوش قسمت کیوں نہیں ہو سکتا؟ کیا ان صاحب کی نکتہ چینی کی وجہ یہ ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ میں شکاری نہیں ہوں اور اس لیے وہ بلاوجہ مجھے آڑے ہاتھ لے سکتے ہیں۔ میں شکار کی آزمائش سے تو نہیں گزرا ہوں لیکن میں نے شکار کے متعلق کچھ پڑھا ضرور ہے اور شکار سے متعلق جوش و خروش اور اس میں درپیش خطروں کو سمجھ سکتا ہوں۔ آپ کے شکاری دوست اسے مہمل کیوں قرار دیتے ہیں۔ یقیناً ہرن کے شکار میں شاید ہی کوئی مرتا ہو۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ نیزوں اور بھالوں سے ہاتھی مارے گئے ہیں۔

آپ کے دوست کا یہ کہنا صحیح ہے کہ مسوری کی بلندی پر موٹر کاریں نہیں چلتیں لیکن مسوری میں اچھی سڑکیں ہیں اور جب اُن پر رکشا چل سکتے ہیں تو موٹر کاریں کیوں نہیں؟ ممکن ہے کہ حادثوں کی روک تھام کی غرض سے موٹر کاروں کے چلنے کے خلاف میونسپل احکام ہوں خیر مجھے اپنے جوش و خروش کو اس حد تک نہیں دبانا ہے۔ کیا کسی کو اس بات کا وہم و گمان بھی تھا کہ شملے میں وائسرائے کے سوا کسی اور کی موٹر کار کے چلنے کی اجازت دی جائے گی؟ لیکن مہاتما گاندھی نے اس روایت کو توڑا۔ اسی طرح میرے ہیرو اور ہیروئن نے چند سال پہلے مسوری میں اس روایت کو توڑ دیا۔ کسی شریف آدمی کے لباس میں خامیاں تلاش کرنا ایک بچکانہ بات ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا ہیٹ

جیسا ہونا چاہیے نہ ہو یا اُس کا کالر یا نکٹائی عام رواج یا روایت کے مطابق نہ ہو۔ لیکن دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ آیا وہ شریف آدمی دکھائی دیتا ہے۔ اگر وہ اس شرط کو پورا کرتا ہے تو باقی ہر چیز کی ثانوی اہمیت ہے۔

مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کہاں بطخوں کو درختوں پر بیٹھے دکھایا ہے؟

"ہنس" کے واسطے آپ کے مضمون کے لیے شکرگزار ہوں۔ اگر ہو سکے تو براہِ مہربانی میری طرف سے جیرودیدی جی سے دوزانو ہو کر درخواست کیجیے کہ وہ "ہنس" کے لیے ایک دو صفحے لکھیں۔ ابھی وقت ہے اور یہ کوئی خراب بات نہیں ہے کہ وہ "ہنس" کو یہ عزت عطا فرمائیں۔ "ہنس" وشال بھارت۔ اس کا مقابلہ کرنا نہیں چاہتا۔ میں خود "وشال بھارت" کے لیے لکھتا ہوں، اس لیے نہیں کہ وہ معاوضہ دیتا ہے بلکہ اس لیے کہ میرے دل میں ان کے لیے جو احترام ہے وہ بہت ہی کم اخبار نویسوں کے لیے ہے۔ دوسرے بھی معاوضہ دینے کے لیے اتنے ہی تیار ہیں لیکن میں نے اُن سے مونہہ موڑ رکھا ہے۔ "ہنس" اپنی زندگی کے دو برسوں میں جیرودیدی جی سے ایک سطر بھی نہیں حاصل کر سکا۔ اس کی وجہ عدیم الفرصتی نہیں کچھ اور ہوگی۔

کیا مسٹر کوٹھاری سے آپ کی ملاقات ہوئی؟ کیا وہ اسکیم ترک کر دی گئی۔ لیکن میں آپ پر بہت سے کام لاد رہا ہوں۔ اس لیے فکر نہ کیجیے۔ ہر چیز اپنے وقت پر ہوتی ہے۔ ایک بار جھنڈا اٹھانے کے بعد پیچھے ہٹنا بے معنی ہے۔ لیکن کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔ اس دفعہ مقصد حکومت کو جھکانے

پر مجبور کرنا نہیں بلکہ قوم کو اس بات کے لیے مجبور کرنا ہے کہ وہ کانگرس کو بولنے دے۔ مصیبتیں جھیلنے کے بعد ہی وقار حاصل ہوتا ہے۔ اس سے ہمارا خلوص اور سچے جذبات کا ثبوت ملے گا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مہاتما جی کو آزادیٔ عمل نہیں دی گئی۔ حالات نے کچھ ایسا رخ اختیار کیا، کہ ان کے لیے کوئی دوسرا راستہ ہی نہ رہا۔ وائسرائے نے "غیر مشروط ملاقات" سے انکار کر دیا اور کہانی مکمل ہو گئی۔

اگر ہم ناکام ہوئے تو اس کی وجہ ہمارے اندر کردار کی کمی ہوگی چند نیک افراد کو چھوڑ کر یہ کمی ہم سب میں ہے اور بھارت کو امن اور ترقی کی راہ پر گامزن ہونے میں ابھی برسہا برس لگیں گے۔

آپ کا مخلص دھنپت رائے

۹ تاریخ کو میرا ایک رشتہ کا بھائی گزر گیا۔ اس کے خاندان کے گزارے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ اس کی عمر ۶۷ سال تھی۔

بنام امتیاز علی تاج

گنیش گنج لکھنؤ ۵ مارچ ۱۹۳۲ء

محبی تسلیم

"انارکلی" اردو کا پہلا ڈرامہ ہے، جسے میں نے اوّل سے آخر تک ایک ہی سانس میں پڑھا۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ میں نے اردو کے سب ڈرامے پڑھ ڈالے ہیں، مگر عموماً پڑھے ہیں۔ ان میں مجھے جتنی کشش انارکلی میں ہوئی وہ اور کسی ڈرامے میں نہیں ہوئی۔ میں تو اسے انگریزی

کے بہترین ڈراموں کے مقابل دیکھنے کو تیار ہوں۔" دورِ جدید" اس کے ایک ایک لفظ میں منقوش ہے۔" پارسی" طرز کی زنجیروں سے آپ نے ڈرامہ کو یک لخت آزاد کر دیا۔ کہیں کہیں تو آپ نے نزاکت فہمی کا کمال کر دکھایا ہے۔" انارکلی" بہت عرصہ تک مجھے یاد رہے گی۔ اکبر کا کریکٹر مجھے بہترین معلوم ہوا۔ بس اگر شکایت ہے تو یہی کہ آپ نے جہانگیر کے ہاتھوں دلآرام کا قتل کرا کے میرے دل کو سخت صدمہ پہنچایا۔ حتیٰ کہ اس ڈرامے والے جہانگیر سے مجھے نفرت ہو گئی۔ کوئی سچا عاشق اتنا بے رحم ہو سکتا ہے، اسے دل نہیں تسلیم کرتا۔ معاف کیجیے گا۔ والسلام

مخلص پریم چند

بنام اپیندر ناتھ اشک[1]

گنیش گنج ۲۳ مارچ ۱۹۳۲ء

ڈیر اُپیندر

آشیرواد۔ کئی دن ہوئے۔ تمہاری ہندی کہانی مل گئی۔ اس کے پہلے "بھول کا انجام" اردو کی چیز ملی تھی۔ میں اسے ہندی کہانی میں ضروری سدھار کر کے "ہنس" میں دے رہا ہوں لیکن تم نے نریندر کو بلا کافی کارن کے شادی کرنے پر آمادہ کر دیا۔ وہ شادی سے بیزار ہے وہ واہیت جیون کا درشیہ دیکھ کر اس کی طبیعت اور اُداسین ہو جاتی ہے پھر یکایک وہ شادی کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ محض اس لیے کہ اس کی منگنی ہو گئی

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

ہے۔ شادی کے بعد کا جیون ضرور سُندر ہے۔ لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے
کہ جن میاں بیوی کو اس نے لڑتے دیکھا تھا۔ ان کا جیون بھی یُوَن
کی پہلی مدھور رتو میں اتنا ہی آکرشک نہ رہا ہوگا؟ تمہیں کوئی ایسا سِین
دکھانا چاہیے تھا۔ جس میں انسان کا اپنا اکیلا پن اُتپنّہ ہو جاتا یا میاں
بیوی میں جنگ ہونے پر بھی ان میں کچھ ایسا چارِترک سَوندریہ ہوتا جو انسان
کو شادی کی اُور جھکنے پر وِوش کرتا۔ موجودہ حالت میں قصّہ CON
VINCING نہیں ہے۔ "بھول کا انجام" اس سے اچھا ہے۔ اس
میں ایک نقطہ ہے ایک چِرنتن سَتیہ ہے لیکن اردو لے کر میں کیا کروں۔

پڑھنے کے لیے لائبریری میں سے سائکالوجی پر کوئی کتاب لے لو۔
اسکولی یا کورس کی کتاب نہیں۔ ابھی ایک کتاب نکلی ہے۔ THE
ASPECT OF A NOVEL اس وشے پر اچھی کتاب ہے مطلب
صرف یہ ہے کہ انسان اُدار وِچاروں والا ہو جائے۔ اس کی سَنویدنائیں
وِیاپک ہو جائیں۔ ڈاکٹر ٹیگور کے ساہتیک اور دارشنک نِبندھ بہت
ہی اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ رومان رولاں کا وویکانند ضرور پڑھو۔ ان کی
گاندھی بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ مارلے کے ساہتیک جیون چرتر
لاجواب ہیں۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کی درشن سمبندھی کتابیں ٹالسٹائے
کا WHAT IS ART وغیرہ کتابیں ضرور دیکھنی چاہئیں۔

اختر صاحب سے میرا سلام کہنا۔ میں ایک ہندی قصّہ لکھ رہا
ہوں۔ وہ آپ کے لیے وقف ہے۔

تمہارا خیر اندیش

دھنپت رائے

بنام پنڈت بنارسی داس جی چترویدی

سرسوتی پریس کاشی ۱۰ رجون ۱۹۳۲ئہ

پریہ بنارسی داس جی! بندے

لیجیے فرمائش کی تعمیل کر رہا ہوں۔ جو کچھ یاد آیا لکھا۔ اس وقت جانتا کہ ایک دن یہ لکھنا پڑے گا تو شرما جی کا ایک ایک واقعہ نوٹ کر لیتا۔

"ہنس" کا سودیش انک نکلنے جا رہا ہے۔ پتر سیوا میں پہنچے گا اب کی تو نراش نہ کیجیے گا۔

دھنپت رائے

بنام ونود شنکر ویاس[1]

ہنس آفس

سرسوتی پریس بنارس ۱۹ رجولائی ۱۹۳۲ئہ

پریہ ونود جی

پتر ملا۔ سنگھ کا وچار مجھ کو چھوڑنا پڑے گا۔ ایک پریہ کارسے میں نے اُسے چھوڑ ہی دیا ہے۔ میں ابھی یہ نشچت روپ سے تو نہیں کہہ سکتا کہ کس طرح تاریخ سے نکال سکوں گا۔ کیونکہ ہنس نکالنا ہے اور

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

دو ایک پرم آوشیک کام اور ہیں۔ پر وہ تو میرا ہی فائدہ ہے کہ جتنی جلد ہو سکے اُسے شروع کریں۔ آپ کی اُس شرط سے بھی مجھے کوئی آپتی نہیں کہ بیچ میں پتر بند کروں تو آپ اُسے نکالیں۔ میں سمجھتا ہوں ۱۵ اگست سے پہلے پتر نکالنا سادھیہ ہوگا۔ لیکن آپ اپنے نوٹ میں کوئی تنتھی نہ دے کر کیول اتنا لکھ دیں کہ ساپتاہک شیگھر ہی نکلنے کا تو اچھا ہو اور سب باتیں تو ہو ہی چکی ہیں۔

بھودیہ   دھنپت رائے

بنام جینیندر کمار[1]

سرسوتی پریس کاشی   16-8-32

پریہ جینیندر

تمہارا پتر کئی دن ہوئے ملا۔ میں آشا کر رہا تھا۔ دہلی پہاڑی دھیرج سے آرہا ہوگا۔ پر آیا لاہور سے۔ خیر لاہور ملتان کچھ کم دور ہے۔ اس سے کئی دن پہلے ملتان میں نے ایک پتر بھیجا تھا۔ شاید وہ لوٹ کر آگیا ہو۔ اچھا میری گاتھا سنو۔ ہنس پر ضمانت لگی۔ میں نے سمجھا تھا، آرڈیننس کے ساتھ ضمانت بھی سماپت ہو جائے گی۔ پر نیا آرڈیننس آگیا۔ اور اسی کے ساتھ ضمانت بھی بحال کردی گئی۔ جون اور جولائی کا انک ہم نے چھاپنا شروع کر دیا ہے۔ پر مینیجر صاحب نیا ڈکلریشن دینے گئے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

تو مجسٹریٹ نے پتر جاری کرنے کی آگیا نہ دی۔ ضمانت مانگی۔ اب میں
نے گورنمنٹ کو ایک اسٹیٹمنٹ لکھ کر بھیجا ہے۔ اگر ضمانت اٹھ گئی
ہو تو پتر کا ترنت ہی نکل جائے گی۔ چھپ، کٹ سِل کر تیار رکھی ہے
اگر آگیا نہ دی تو سمسیا ٹیڑھی ہو جائے گی۔ میرے پاس نہ روپے ہیں
نہ پرامیسری نوٹ۔ نہ سکیورٹی۔ کسی سے قرض لینا نہیں چاہتا۔ یہ تیسرا
سال ہے، چار پانچ سو دی۔ پی جاتے کچھ روپے ہاتھ آتے۔ لیکن وہ
نہیں ہوتا ہے۔

اس بیچ میں نے 'جاگرن' کو لے لیا ہے۔ 'جاگرن' کے بارہ انک
نکلے۔ لیکن گراہک سنکھیا دو سو سے آگے نہ بڑھی۔ وگیاپن تو واس
نے بہت کیا۔ لیکن کسی وجہ سے پتر نہ چلا۔ انہیں اس پر لگ بھگ ۵۰۰
کا گھاٹا رہا۔ وہ اب بند کرنے جا رہے تھے۔ مجھ سے بولے یدی آپ اسے
نکالنا چاہیں تو نکالیں۔ میں نے اسے لے لیا۔ سپتاہک روپ میں نکالنے
کا نشچے کر لیا۔ پہلا انک جنم اشٹمی سے نکلے گا۔ تمہارا ارادہ کبھی ایک
سپتاہک نکالنے کا تھا۔ یہ تمہارے لیے ہی سامان ہے۔ میں جب تک
اسے چلاتا ہوں، پھر یہ تمہاری ہی چیز ہے۔ دھن کا ابھاو کمی ہے،
میں کئی ہزار کا گھاٹا اٹھا چکا ہوں۔ لیکن سپتاہک کے پرلوبھن کو
روک سکا۔ کوشش کر رہا ہوں کہ اسروسادھارن کے انو کو
پتر ہو۔ اس میں بھی ہزاروں کا گھاٹا ہی ہوگا۔ پر کروں کیا۔ یہاں
جیون ہی ایک لمبا گھاٹا ہے یہ کچھ چل جائے گا تو پریس کے لیے کام
کمی کی شکایت نہ رہے گی۔ ابھی تو مجھے ہی لینا پڑے گا۔ لیکن آمد
ہونے پر ایک سمپادک رکھ لوں گا۔ اپنا کام کیول ایڈیٹوریل لکھنا

تمہاری کہانی 'سپر دھی' چھپ رہی ہے۔ رائے صاحب چھپوا رہے ہیں۔ منگدا رلین بھی چھپوانے والے ہیں۔

کرم بھومی کے تئیں فارم چھپ چکے ہیں۔ ابھی قریب چھ فارم باقی ہیں 'سہنس' میں ہاتھ لگا دیا۔ پریس کو اَوکاش نہ ملا۔ اس لیے اب تک پستک تیار نہ ہوئی۔ اب اسے جلد سماپت کرتا ہوں۔ سب سے پہلے تمہارے پاس بھیجی جائے گی۔ اور تمہارے نِشپکش فیصلے پر میری کامیابی یا ناکامی کا نرنے ہے۔ دو کہانیوں کے چھوٹے چھوٹے سنگرہ اور چھپے ہیں۔ پنڈت کرپا ناتھ مصر کی معرفت بھیج رہا ہوں۔ سمجھو ہو تو اس کی آلوچنا کرنا۔ اب میں شہر میں رہتا ہوں۔ لڑکے پڑھنے جاتے ہیں۔ میں بھی پریس میں گھڑی آدھ گھڑی کے لیے چلا جاتا ہوں۔

جن کہانی کا آپ نے اپنے پتر میں ذکر کیا ہے۔ انہیں میرا بڑے پریم سے بندے کہیے گا۔ میرے ہردے میں ان کی سچی شبھ کامنا ہے۔ ان کا نام مجھے نہ لکھا۔ میں اپنا نیا اُپنیاس اُن کے پاس بھیجوں گا۔ ابھی شری آنند بھکشو 'سرسوتی' کا پتر آیا۔ انہیں مدھیہ پرانت اور گوالیار کی ساہتیہ سبھاؤں کی اُور سے 'کھاؤنا' پر پرسکار ملے ہیں۔ 'کھاونا' ہے بھی تو اچھی چیز۔

ادھر پنڈت شری رام شرما کا "شکار" سوامی ستیہ دیو جی کی کہانیوں کا سنگرہ۔ ڈاکٹر روبندر ناتھ کی 'شوڑشی' آدی پستکیں نکلی ہیں۔ بابو برندابن لعل جی کا "کنڈلا چکر" میں نے بڑے شوق سے پڑھا۔ لیکن پڑھ کر من پھیکا ہو گیا۔ کہیں گرمی نہیں ملی۔ نہ چٹکی۔ نہ کھٹک۔ شاید مجھ میں سجاؤ ستونت کا دوش ہے۔

اور تو سب کُشل ہے ۔ ایشور سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ تم سکھی ر

تمہارا سچا بھائی
دھنپت رائے

۱
بنام بنارسی داس چترویدی

سرسوتی پریس کاشی ۳ر اکتوبر ۱۹۳۲ء

محترم بنارسی داس جی!

بنارس سے باہر رہنے کے باعث آپ کے خطوں کے جواب میں
ہوئی ۔ آپ کی فرمائش ہے کہ آپ کے لیے ایک کہانی لکھوں ۔ میں ان دنو
مہمل کاموں میں بہت مصروف ہوں ۔ "جاگرن" کو اکیلے ہی چلا رہا ہوں
میرا تمام تر وقت لے لیتا ہے ۔ بہرحال ایک کہانی لکھنے کی کوشش
کردوں گا۔

نرالا کا مضمون میں نے نہیں پڑھا ۔ میرا خیال ہے کہ آپ
چھوٹے چھوٹے معاملات پر اپنے کو غیر ضروری تکلیف میں ڈال رہے
لوگ ہمیں بلا وجہ بحث میں گھسیٹ رہے ہیں ۔ آخر ہم کیوں لکھیں ؟
آپ کو 'کنکال' پسند نہیں آیا ۔ معاف سمجھیے میں وسیع النظر ہو
نکتہ چینی کی صلاحیت مجھ میں بہت کم ہے ۔ 'کنکال' پڑھ کر مجھے حقیقی م
حاصل ہوئی ۔ میں اس شخص کا اس کتاب سے زیادہ مداح ہوں' وہ

---

۱ اصل خط انگریزی میں ہے۔

صاف گو انسان ہے۔

آپ اپنی کہانی نمبر کے لیے ہندی کے مشہور لکھنے والوں مثلاً جینندر سُدرشن، کوشک، دوج، پریاگ، ہندو ہوسٹل کے بیرلیشور سنگھ کو کہانی لکھنے کی دعوت دیں۔ اس کے علاوہ آپ گجراتی، بنگالی، اردو اور مراٹھی کے افسانہ نگاروں کو بھی لکھیں کہ وہ اپنی اپنی زبان میں ایک ایک کہانی لکھیں۔ مزید برآں یورپ اور امریکہ کے ہم عصر افسانہ نگاروں کے کہانیوں کے ترجمے بھی ہونے چاہئیں۔ مختصر کہانی کے لوازمات پر ایک مضمون بھی بے جا نہ ہوگا۔

دعائے خیر

آپ کا مخلص دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

الہ آباد ۲۵/ اکتوبر ۱۹۳۲ء

بھائی جان تسلیم۔ پرسوں یہاں آیا اور معلوم ہوا کہ آپ بھی ایک دن پہلے تشریف لائے تھے۔ کیا کہوں، ملاقات نہ ہوئی۔ بہت سی باتیں کرنی تھیں۔ یہاں سے بنارس آپ تشریف لے جاتے ہیں، مگر غریب خانہ کی طرف مخاطب نہیں ہوتے۔ میں کانپور آؤں اور آپ سے نہ ملوں، یہ محال ہے۔ آپ آتے ہیں اور مجھے خبر تک نہیں ہوتی۔ اسے کیا سمجھوں۔ بہوہ کا کوئی ریویو زمانہ میں نہ چھپا۔ پردۂ مجاز کا بھی یہی حال ہوا۔ آپ کا مجھ میں اتنا کم انٹرسٹ کیوں ہو گیا ہے؟ کیا پردۂ مجاز

آپ نے پڑھا۔ آپ کے کسی دوست نے پڑھا۔ یا اس قدر لغو ہے کہ آ
نے پڑھنے کی تکلیف گوارا ہی نہیں کی۔ لٹریری کام میں سوائے احباب
قدردانی کے اور کیا رکھا ہے۔ پبلشر بھی کتاب کیوں شائع کرے۔ جب کو
اس کا پرسانِ حال نہ ہو۔ اور جب زمانہ جیسا رسالہ اس قدر بے اعتنا
کرے تو دوسروں پر میرا کیا حق ہے۔ اور کیا دعویٰ ہے۔

'باکمالوں کے درشن' یہاں لالہ رام نرائن لال بک سیلر نے شائع کیا
یہ آپ کو معلوم ہے۔ اس میں اتنی سوانح عمریاں ہیں (۱) رانا پرتاپ
(۲) ٹوڈرمل (۳) مان سنگھ (۴) اکبر (۵) بدرالدین طیب جی (۶) سر
احمد خاں (۷) وحیدالدین سلیم (۸) شرر (۹) گیری بالڈی (۱۰) رنجیت
(۱۱) ودیکانند۔

پہلے اس مجموعہ میں مسلمان مشاہیر نہ تھے۔ شاید اسی بنا پر کمیٹی نے اس پر
نہ کیا تھا۔ اب وہ کمی پوری کردی گئی ہے۔ اکبر تو میں نے عزیز مرزا
لیا ہے۔ وحیدالدین سلیم اور شرر بھی زمانہ کے مضامین سے مقتبس
میرے خیال میں اب یہ اسکول کے قابل ہیں۔ اب کے یہ کتاب پھر پیش
جائے گی۔ میں آپ سے امید کروں گا کہ اس کے حق میں ایک کلمہ
کہہ کر اسے داخلِ نصاب کرادیں۔ اس کے لیے شکریہ نہ ادا کروں
ہنس کی ضمانت داخل کر رہا ہوں۔ ایک صورت نکل آئی
'جاگرن' ہفتہ وار میں خوب چیت بڑھ رہی ہے۔ مگر ہمت کیے نکلا
جاتا ہوں۔ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اور تو سب خیریت

آپ کا دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی[1]

سرسوتی پریس کاشی ۱۴ر نومبر ۱۹۳۲ء

محترم بنارسی داس جی

آپ کے نوازش نامہ کا شکریہ۔ میں نے آپ کو ہمیشہ اپنا نہایت ہی پرخلوص دوست سمجھا ہے اور میں آپ کو اپنے ان ادبی مشیروں میں سمجھتا ہوں جن کی تنقیدوں کا مجھے بہت احترام ہے کیونکہ آپ کی تنقیدیں ہمیشہ ہمدردی اور عقل سلیم پر مبنی ہوتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ مصنف یا ادیب کو تعریفی تبصرہ سے کوئی تسکین حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ تو اپنے روشن خیال دوستوں کی ہمت افزائیوں کی قدر کرتا ہے۔ میرے لیے آپ نے جو کچھ کیا ہے اُس کا ذکر کرنے کی تکلیف آپ نے ناحق کی۔ میں آپ کے احسانات زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی کوئی موقعہ آیا میں نے ہمیشہ آپ کی ہمنوائی کی اور اپنی نظر کے مطابق آپ کو آپ کے صحیح رنگ میں دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ ادیبوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کو گرانے کی کوشش میں ہیں اور آپ کی نیک نیتی کو تسلیم نہیں کرتے۔ بعض تو اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ بتائیے کہ ایسا کون ہے جس کے معترضین نہ ہوں میں خود ایسے لوگوں میں گھرا ہوا ہوں جو کسی بھی موقعہ پر نہیں چوکتے۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

که ہمارے ادیبوں میں وسعتِ نظر اور برادری کا جذبہ نہیں ہے۔ ایسے
بھی لوگ ہیں جنہیں کسی کی برسوں کی بنائی ہوئی شہرت کو مٹانے میں لط
آتا ہے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے؟ ہمیں اپنا ضمیر پاک رکھنا چاہ
اور بس۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مزاحیہ فقروں پہ ضرورت سے
زیادہ توجہ دے رہے ہیں۔ مجھے تسلیم ہے کہ میں نے نہ تو "تنتی راج
اور نہ ہی خراتی خان کے مضامین پڑھے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ خرا
خان نے "آنچ" میں میرے متعلق کسی قدر بے تکلفی برتی ہیں۔ لیکن میں
اس کا برا نہیں مانا۔ معاملہ اس وقت زیادہ سنگین ہو جاتا ہے۔ جب
کوئی نیت ہی پر شک کرنے لگے۔ میں اس طرح کی باتیں کبھی برداش
نہیں کروں گا۔ معصومانہ اعتراضوں پر آپ برا نہ مانا کریں۔ آپ ا
زیادہ حساس اور زود رنج بن گئے تو اپنے مخالفوں کو خود اپنے
ہاتھوں سے مواقع فراہم کریں گے۔ معترضین کی نکتہ چینیوں کا خند
پیشانی سے سامنا کیجیے۔ مجھ پر بھی ایک ایسا وقت بیت چکا ہے جب
کسی مخاصمانہ نکتہ چینی سے میری راتوں کی نیند حرام ہو جاتی تھی۔ ا
وہ دور گزر چکا ہے اور میں خود کو بہتر طور پر سمجھنے لگا ہوں۔ اختلاف
تو ہمیشہ رہیں گے لیکن ہمیں ان کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ مجھے کبھی سب
لوگ پسند نہیں کرتے ہوں گے۔ اس بات کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا
کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے بے عیب ہے۔ ممکن ہے آپ کو "کنکال" پ
نہ ہو۔ مجھے ہے۔ بات بس یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ پر سادجی تو بہت
پسندیدہ شخص ہیں۔ اب جب میں نے انہیں قریب سے دیکھا تو ایک سب
پہلے ان کے متعلق جو رائے قائم کی تھی اُس سے کتنا مختلف پایا غلط

صرف قربت ہی سے دور ہو سکتی ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے متعلق میری رائے بہت اچھی ہے جو کبھی نہیں بدل سکتی۔ حسد اور زنگ نظری کی فضا کو دور کرنے کی میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔ ہمیں وسیع النظری سے کام لینا ہوگا۔ اس اصول کو تو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

"کرم بھومی" یقیناً آپ کو پیش کی جائے گی۔ دو سو کاپیاں جن کی جلد بندی ہوئی تھی ختم ہو گئیں۔ مزید کاپیوں کی جلد باندھی جا رہی ہے۔ یہ کام کچھ دنوں میں پورا ہو جائے گا۔

میں اپنی کہانی اس مہینہ کے آخر تک دے دوں گا۔ "جاگرن" کا تبصرہ بہت عمدہ ہے۔ شکریہ۔

آپ کا مخلص دھنپت رائے

بنام جنیندر کمار

سرسوتی پریس کاشی 1932-12-1

پریہ جنیندر — بندے

کارڈ ملا تھا۔ سرسوتی پریس اور "جاگرن" سے ۳۲-۱۰-۲۶ کو "اسکا انت" نام کی کہانی کے ڈنڈ میں دو ہزار کی ضمانت مانگی۔ بہت پریشان ہوا۔ بھاگا ہوا لکھنؤ پہنچا۔ وہاں چیف سکریٹری سے مل کر کہانی کا آشے سمجھایا۔ اور بھی اپنی LOYALTY کے پرمان دیئے۔ اب آشا ہے۔ ضمانت منسوخ ہو جائے گی۔ ذرا ذرا سی بات میں گردن پر چھری چل جاتی ہے۔

"کرم بھومی" تمھیں بہت بری نہیں لگی۔ اس سے خوشی ہوئی۔ اس کی کہیں آلوچنا کردو۔

تمہاری پریشانیوں کی کہانی پڑھ کر بڑی چنتا میں ہوں۔ اس ماس میں کچھ بھیجوں گا ضرور۔ "جاگرن" بڑا پیٹو ہے۔ اور "ہنس" بیسے کھانے میں شیر۔

بچوں کو آشیرواد۔

سپریم دھنپت رائے

بنام وشنو پربھاکر[1]

سرسوتی پریس کاشی ، ۷ ر دسمبر ۱۹۳۲ء

پریہ ور

"اچھوت ادّھار" ناٹک گلپ مل گئی تھی سُو رُکھیت ہے۔ میں چیشٹا کروں گا کہ اُسے جلد پرکاشت کروں بکار بالیہ میں گلپیں بہت آتی ہیں۔ اس سے کتنے ہی مِتروں کی رچنائیں پڑی رہ جاتی ہیں۔

بھودیہ

دھنپت رائے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

بنام بنارسی داس چترویدی

بنارس جنوری ۱۹۳۳ء

" آپ آرہے ہیں۔ بڑی خوشی ہوئی۔ اوشیہ آئیے۔ آپ سے نہ جانے کتنی باتیں کرنی ہیں۔"

میرے مکان کا پتہ ہے.....

بینیا باغ میں تالاب کے کنارے لال مکان۔ کسی اِکے والے سے کہیے۔ وہ آپ کو بینیا پارک پہنچا دے گا۔ پارک میں ایک تالاب ہے جو آب شو کھ رہا ہے۔ اسی کے کنارے میرا مکان ہے۔ لال رنگ کا چھجا لگا ہوا۔ دوار پر لوہے کا FENCING ہے۔ اوشیہ آئیے۔

دھنپت رائے

بنام وشنو پربھاکر[1]

جاگرن کاریالیہ
سرسوتی پریس کاشی ۱۳ر جنوری ۱۹۳۳ء

پریہ ور

آپ کے لیکھ اور پتر ملے۔ کوتیاؤں میں تو چھند کھنگ ہے اور کہانی درگن آتمک ہو گئی ہے۔ یہ تو گلپ نہ ہو کر گلپ کا سندر پلاٹ ہے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

آپ اسے گلپ کے روپ میں لکھ بھیجیں۔ گلپ میں سمبھاشن کا بھاگ ورنن کم ہونا چاہیے۔ کھید ہے۔ اسے نہ چھاپ سکوں گا۔

حصار بیں جاگرن کا پرچار کسی معتبر ایجنٹ دوارا کرنے کی چیشٹا کیجیے۔

بھودیہ پریم چند

بنام جینیندر کمار[1]

سرسوتی پریس 17-1-33

پریہ جینیندر

آشیرواد۔ تمہارے دونوں پتر ملے۔ اس کے دو دن پہلے میں نے ایک کہانی "بھارت" کے لیے لکھی تھی۔ بڑی منحوس کہانی نکلی۔ سمجھو اسی طرح کا اس کا وِشے تھا۔

بچہ چلا گیا۔ خط پڑھتے ہی پہلے تو کلیجہ سُن ہو گیا۔ لیکن پھر من شانت ہو گیا۔ یہی جیون کے کڑوے آنند ہیں۔ انہیں جھیل لے جاؤ۔ تو سب کچھ سرل ہو جاتا ہے۔ پھر رُوئیں بھی تو کس کے سامنے؟ کون دیکھنے والا ہے؟ کسی کو اپنا سمجھیں ہی کیوں؟ اپنا کول اننت ہی کے لیے سمجھو کہ اس کے پرتی ہمارے کرتویہ ہیں۔ گیان وان تو میں جانتا نہیں۔ ایسے آگھاتوں سے کلیجے پر گھاؤ لگتا ہی ہے۔ لیکن لگنا چاہیے نہیں۔ تم روئے نہیں۔ اس سے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

میرا چت بہت شانت ہوا۔ تم یہاں ہوتے تو تمہاری پیٹھ ٹھونکتا۔ یہی تو پریکشا کے اوسر ہیں۔

بھگوتی اور ماتا جی کو بہت سمجھانا۔ دیویوں کا ہردے کومل ہوتا ہے بچہ ان کے انگ کا ایک بھاگ سا تھا۔ صبح ہوتے ہی اُسی کے جھگڑوں میں لگ جاتی تھیں۔ اب انہیں کتنا سُونا سُونا لگتا ہوگا۔ ماتا جی تو دنیا کے سکھ دکھ دیکھے ہیں۔ ان کو میں کیا سمجھاؤں۔ لیکن بھگوتی سے کہوں گا دھیریہ سے کام لو۔ بچے کو تم نے پالا پوسا، پھر بھی وہ تم سے روٹھ کر چلا گیا۔ اس کی اسمرتی کیا اس سے کم پیاری ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں۔ وہ اور بھی پیارا ہو گیا ہے۔ سمجھو کہ اب تمہاری گود میں کھیل رہا ہے۔ بلکہ تمہارے ہردے کے اندر ہے۔ کہیں گیا نہیں، بھیتر جا بیٹھا ہے۔ اب باہر کی گرمی سردی۔ روگ و یادھی کا اس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ پھر کیوں روتے ہو؟

چتر ویدی بھی آئے تھے۔ دو دن خوب باتیں ہوئیں۔ پرساد جی سے بھی بھینٹ ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں اُن میں بہت کچھ صفائی ہو گئی ہے۔ کہانی کے وِشے میں میری ان سے بات چیت ہوئی۔ میں نے انہیں سمجھانے کی چیشٹا کی۔ وہ اپنی طرف سے اڑے رہے۔ لیکن اسے اِدھر اُدھر بھیج کر ایک جھگڑا کھڑا کرنا انہیں بھی پسند نہیں ہے۔ اب بات گئی۔

چیک سے ۲۰ روپے بھیجتا ہوں۔ روپے منگوانے میں ڈاک کا سمے نکل گیا۔ ابھی شِو پوجن سہائے جی گھر سے نہیں لوٹے۔ آتے ہی کہانی لے لوں گا سدرشن جی ایک فلم کمپنی میں ۶۰۰ روپے پر نوکر ہو گئے ہیں۔

اور تو سب کُشل ہے۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی[1]

سرسوتی پریس کاشی ۱۳-۱۲-۳۳ء

محترم بنارسی داس جی

پائے لاگن۔ آپ کے عنایت نامے کا بے حد شکریہ۔ میں اُن دنوں کی خوشگوار یاد کو کبھی نہیں بھلا سکوں گا جنہیں آپ کے ساتھ گزارنے کا موقع ملا ہے۔ کاش وہ دن اکثر آتے رہیں۔

میں نے آپ کے کہانی نمبر پر تبصرہ کیا ہے۔ لیکن جگہ کی تنگی کی وجہ سے اُسے مختصر کرنا پڑا۔ آپ کی انٹرویو مجھ کو سب سے زیادہ پسند آئی۔ اور مجھی کو نہیں، میری طرح آپ کے انٹرویو کو ٹنگر جنار دھن اور دوسروں نے بھی بے حد سراہا ہے۔ میں نے اس کی تعریف محض اس لیے نہیں کی کہ اس میں میری تعریف کی گئی ہے۔ بلکہ واقعی یہ انٹرویو نہایت خوشگوار انداز میں لکھا گیا ہے۔ میں نے بڑے ذوق وشوق سے آپ کی "سمادھی" کا مطالعہ کیا۔ اس میں آپ سادھو کا کردار کیوں لے آئے؟ اگر آپ اپنے طنزیہ انداز میں اڈیٹر کی بھیانک زندگی کا حال بیوی کی برنج کھاشا میں بیان کرتے تو کہانی اور زیادہ دلچسپ ہو جاتی۔

میری بیوی آپ کا تبصرہ بہت پسند کریں گی۔ اب تک ادبی دنیا نے ان کے ساتھ انصاف نہیں برتا ہے۔ شاید اس لیے کہ وہ میرے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں یا بعض بر خود غلط قسم کے لوگ یہ سوچتے ہوں کہ میں ان کی

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

طرف سے لکھا کرتا ہوں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ سوائے ان کی کاوشوں کو ادبی جلا دینے کے میں کچھ نہیں کرتا۔ بنیادی خیال اور اظہار بیان اُسی کا ہوتا ہے۔ اس کی ہر سطر سے ایک لڑاکا عورت کی تصویر جھلکتی ہے۔ آپ خود سوچیے کہ مجھ جیسا پُرامن قسم کا آدمی ایسی جارحانہ عورتوں کے پلاٹ کہاں سوچ سکتا ہے۔ میں اس کے خاکوں کا جواب دے سکتا ہوں۔ اسے کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔ جہاں تک اِس کے لیے دستی گھڑی کا سوال ہے، اُسے وہ اُس وقت طے کرے گی۔ جب کوئی باہمت صحافی اُسے معاوضہ دینے لگے گا۔ یا کوئی اُسے بطور تحفہ پیش کر دے گا۔ آپ جب بھی چاہیں میں کلکتہ آنے کے لیے تیار ہوں۔ کوئی ایسا موقع تو آنے دیجیے۔ میں تفریح کی غرض سے آؤں اور اس کا بار کوئی دوسرا برداشت کرے مضحکہ خیز بات ہے۔ جب بھی کوئی مناسب موقع آئے گا۔ میں وہاں اپنی بیوی کے ساتھ آموجود ہوں گا۔

صرف نظر چُوک جانے کی غرض سے چھ سودیش انک SWADESH ANKS نہ بھیجے جا سکے۔ جس کا بے حد قلق ہے۔ اب وہ پیکیٹ تیار رہا ہے اور کل روانہ کر دیا جائے گا۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ۔

آپ کا

دھنپت رائے

...... سیتا سروج کی ایک کہانی ہے۔ آپ براہِ کرم ہندی پستک ایجنسی سے کہیے وہ بخوشی مہیا کر دیں گے۔

بنام جینیندر کمار[1]

سرسوتی پریس 1933 - 3 - 7

پریہ جینیندر

میں نے کئی دنوں سے تمہیں پتر نہیں لکھا۔ کوئی بات لکھنے کی ایسی تھی بھی نہیں۔ تمہارا لکیھ شوپوجن سہائے جی سے مل گیا۔ اور چھپ بھی گیا۔ مگر ہے بہت ننھا سا۔ میرا لکیھ بھی اتنا ہی بڑا ہوگا۔

تمہارا اُپنیاس چل رہا ہے یا آرام کرنے لگا؟ میں سمجھتا ہوں اب تم ہر طرح سے سُوسستھ ہو۔

تین چار دن الہ آباد رہا اور تمہاری خوب چرچا رہی۔ انڈین پریس والے تمہیں پتر لکھیں گے۔

دھنو کی اماں کی کتاب کو بھولنا نہیں۔ تمہارا (لکھ دینا)[2] ہی انہیں آسمان پر چڑھا دے گا۔

اور تو نئی بات نہیں۔

تمہارا

دھنپت رائے

P.S. تم اپنا تولیہ یہاں چھوڑ گئے۔ جس سے بندہ دیہہ پونچھتا ہے۔

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

[2] اصل خط میں یہ الفاظ مٹ گئے ہیں۔

بنام بنارسی داس چترویدی[1]

سرسوتی پریس کاشی

پستک پرکاشک۔ مُدرک اور بکریتا

۱۲ر اپریل ۱۹۳۳ء

پریہ بنارسی داس جی۔ بندے

آپ کو تو میں نے کلکتہ پتر لکھا تھا۔ آج جواب آیا کہ آپ یہاں ہیں۔ آپ ہی کچھ لکھیں گے۔ دو ایک پرشٹھ ہی سہی۔ جگہ ریزرو رکھ چھوڑی ہے۔ گپت جی کو میرا نمسکار کہیے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام وشنو پربھاکر[2]

کاشی ۲۱ر اپریل ۱۹۳۳ء

پریہ ور

دھنیہ واد۔ آپ کے لیکھ چھاپنا تو چاہتا ہوں۔ پر جس رُوپ میں وہ ہیں اس رُوپ میں نہیں۔ چاہتا ہوں کہ کچھ بنا کر چھاپوں۔ لیکن بنانا سمے چاہتا ہے۔ اور سمے کا بڑا ٹوٹا ہے۔ بہت کھوجتا ہوں۔ وہی نہیں ملتا۔ ایشور کی کہانی آدرشیہ ہو گیا ہے۔ اتنا ہی سمجھ لیجے کہ اچھی چیز پا کر سمپادک تت

---

[1] [2] اصل خط ہندی میں ہیں۔

چھاپتا ہے۔ وِلمب نہیں کرتا۔ جب کوئی چیز اسے نہیں جنچتی تبھی وہ دیر کرتا ہے۔ اچھی چیزیں اتنی زیادہ نہیں آتیں کہ ان کو پرتکچھا کرنی پڑے۔ اور کہانی تو بڑی مشکل سے اچھی ملتی ہے۔ بس اور کیا لکھوں۔

سپریم   پریم چند

۲۰

بنام جینیندر کمار

سرسوتی پریس بنارس 33-5-9

پریہ جینیندر

پتر ملا۔ میں ساگر گیا تھا۔ کل شام کو لوٹا ہوں۔ بیٹی کے بالک ہوا۔ پر چوتھے دن اسے جوَر آ گیا۔ پرسُوت جوَر کے لکشن معلوم ہوئے۔ یہاں تار آیا۔ ہم دونوں پرانی کتھا گئے ہوئے گئے۔ میں تو لوٹ آیا۔ تمہاری کتھابی ابھی وہیں ہیں۔ ہنس نکل گیا۔ کل روانہ ہوگا۔ اب کی بڑی دیر ہوگئی۔ تصویروں کا انتظار تھا۔ تصویریں تو نہ آئیں دیر ہو گئی۔ یہ سن کر خوشی ہوئی۔ کہ 'رنگ بھومی' والوں سے تمہارا معاملہ ہو گیا۔ بڑی اچھی بات ہوئی۔ مگر بھائی 'ہنس' کو مہینے میں ایک موتی دوگے۔ تو بیچارہ جیے گا کیسے۔ یہ انک بھی بنا تمہاری کہانی کے گیا۔

اور تو سب کشل ہے۔ 'جاگرن' ابھی تک کھڑا نہیں ہوا۔ گھسٹ رہا ہے۔ بھگوتی کو میرا آشیرواد کہنا۔ اور مہاتما جی کو پرنام۔ دلیپ کو پیار۔

تمہارا   دھنپت رائے

بنام شیورانی دیوی[1]

بنارس ۔ مئی ۱۹۳۳ء

پریہ رانی

تمہارا پتر ملا ۔ آج ہی دسترتھ لعل جی کا بھی پتر ملا ہے ۔ میں نے بیٹی کو
بلانے کے لیے پہلے ہی لکھا تھا ۔ اور اب بھی لکھتا ہوں ۔ اگر تم بیٹی کو لا سکتی ہو
تو لاؤ ۔ مگر یہ خوب سوچ لو کہ بیٹی بیمار ہے ۔ اتنی لمبی یاترا جگہ جگہ اتار چڑھاؤ
اس کا انتظام کیا کرو گی ۔ ہاں تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ بنارس آنے پر بیٹی کا
سارا روگ دور ہی ہو جائے گا ۔ بنارس تو دوا کے لیے کوئی مشہور جگہ نہیں
ہے ۔ یہاں دو چار ہومیو پیتھ ڈاکٹر ضرور ہیں ۔ مگر اس طرح کے ڈاکٹر تو ساگر
میں بھی کتنے ہی ہوں گے ۔ اگر لکھنؤ چل کر دوا کرانے کا ارادہ ہو تب تو ٹھیک
ہے ۔ لیکن یاترا کی بات ہے ۔ اگر سفر میں بیٹی کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی
تو کیا ہو گا ۔ تب اس سمے کتنی شرمندگی اٹھانی پڑے گی ۔ اور کتنا دکھ ہو گا
اس لیے میرے وچار میں جو دوا ہو رہی ہے وہ ہونے دو ۔ اچھا علاج
کاشی میں بھی نہیں ہو سکے گا ۔ اس لیے ضرورت ہے کہ وہ ساگر میں رہے
یہ سمجھ لو کہ یہ پرسوتی جور ہے ۔ یہ مشکل سے جائے گا ۔ یہاں کوئی دوسرا
ایشور بھی نہیں ہے ۔ جب ہم مجبور ہو جاتے ہیں ۔ تب سب کچھ ایشور پر چھوڑ
دیتے ہیں ۔ یہاں گرمی بھی بے حد ہے ۔ یہاں کی جل وایو سے ساگر کی
جل وایو بھی میرے خیال سے زیادہ اچھی ہے ۔ اس لیے گھبرانے سے
کام نہ چلے گا ۔ ایشور پر سب چھوڑ دو ۔ ایسی حالت میں جبکہ بیماری جیوں
کی تیوں ہے ۔ آگے نہیں بڑھی ۔ اس لیے اس کے اچھے ہو جانے کی کافی

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

امید ہے۔ پھر ان لوگوں کو یہاں لانے میں انہیں دکھ بھی تو ہوگا جب کہ اس کا روگ گھٹ رہا ہے۔

اچھا۔ اب یہاں کا حال سنو۔ رام کشور آئے اور دلہن کو لے گئے۔ کارن یہ ہے کہ دلہن کو یہاں چکر آنے لگے تھے۔ اسی کے ساتھ شیلا بھی چلی گئی۔ گھر میں اس سمے ہم تین آدمی ہیں۔ مجھے دست آ رہے ہیں۔ میں دہی اور چاول کھا کے رہ رہا ہوں۔ دھنو کبھی اپنے لوگوں کے لیے کھچڑی پکا لیتا ہے کبھی روٹی۔ بہن سسرال گئی ہے۔ چھوٹی بھابی اپنے مائکے۔ جیرا جبی ابھی تک کوئی ملی نہیں۔ چھوٹک کے بال بچے آئے تھے مگر ایک گھنٹہ رہنے کے بعد وہ سب ہی چلے گئے۔ پھر ان سے کسی طرح کی آشا ہی کیسے؟ وہ دکھ میں ساتھ دینے والے نہیں ہیں۔ آج کل دھنو کا بھی کان خراب ہو رہا ہے۔ وہ روزانہ ڈاکٹر کے یہاں دوا لینے جاتا ہے۔ سب کو میرا آشیرواد کہنا۔ اور سب کشل ہے۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

سرسوتی پریس 33-5-27

پریہ جینندر

کئی لکھا آیا تو جینا اور پتر ملے۔ دھنیہ واد۔ تمہاری کہانی اب کے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

ضرور رہے۔ پُستکوں کا حال نہ پوچھو۔ "پریم کی ویدی" اور "چھالنی" کا مہینے سے وِکریا پن ہو رہا ہے۔ پر مشکل سے دس آرڈر آئے ہوں گے۔ یہ حال ہے پُستکوں کا۔ ایک ایجنٹ رکھا ہوا۔ پر وہ لکھتا ہے یا کھٹ شاستر اور بالکوں کی پُستکوں کی مانگ اَدھک ہے۔ "چھالنی" وہاں کسی بک سیلر کی دوکان پر رکھ دو۔ کچھ نہ کچھ بِکتی رہے گی۔ آج کل پُستکوں کا بازار ٹھنڈا ہے سنتان شاستر کچھ بکتا ہے۔ یا وہ جس سے جیون کا کوئی پرشن حل ہوتا ہے۔

دینک جاگرن کے وِشے میں اس سے اَدھک اور کچھ نہیں جانتا کہ وہ لوگ اُدیوگ کر رہے ہیں۔ زیادہ پرواہ بھی نہیں ہے۔

کملا کو پرسوت جور ہے۔ دُھنّو کی اماں ابھی وہیں ہیں۔ ایک خط سے معلوم ہوتا ہے۔ حالت اچھی ہے۔ دوسرا پیز آکر چنتا میں ڈال دیتا ہے جر بچو دلیپ تو اب سُوسٹھ ہے۔ میں سمجھا تھا مہاتماجی آ گئے ہوں گے۔ بھگوتی کو یہاں بھیجو گے؟ ایک دو مہینے ہمیں بھوجن دے دے۔ مگر تم سوچو گے۔ وہاں کیا ہوگا۔ سنسار سوار رہتی ہے ہی۔ کہانیوں کی سیل تو آج کل بہت کم ہے۔ میری بیس کہانیاں پڑی ہوئی ہیں۔ چھاپنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ ابھی تو میگزین نکالنے دو۔ کہانی اَدِشیہ۔ "منی" آج تیار ہو گیا۔ منی کا "منی" میں کتنی تعریف کی بات ہے۔

تمہارا

دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

سرسوتی پریس بنارس ، ۷ رجون ۱۹۳۳ء

بھائی جان تسلیم۔ کارڈ ملا۔ ہاں میں لکھنؤ تھا۔ لیکن کانپور نہ آسکا پریشانیوں میں تھا۔ پھر کبھی اس کا ذکر کروں گا۔ معاف کیجیے گا۔

بیوہ۔ بیشک بہت خراب چھپی۔ کئی پریسوں میں چھپی۔ کئی بھفر لوٹے۔ کئی کاتبوں نے لکھا۔ پھنس گیا تھا۔ مجبوراً ختم کرنا پڑا۔ غلطی رہ گئی کہ پرنٹ لائن نہ دی جاسکی۔ اب اس کی چٹ بھیج رہا ہوں۔ تکلیف تو ہوگی مگر دفتر ہی سے چپکوالیں۔ اور دونوں کتابوں "پردۂ مجاز" اور "بیوہ" کا ریویو نکلوادیں۔ بہت عرصہ سے میری کسی کتاب کی تنقید زمانہ میں نہیں نکلی۔ رام کلی کی تنقید میں لکھ دوں گا۔ بہت جلد۔

اب 'ناملکوں' کا ذکر کرنا ضروری ہوگیا۔ بابو ہر پرشاد سکسینہ جیل سے چھوٹ آئے۔ اور بہت تنگ حال ہیں۔ میرے پاس دردناک خط لکھا ہے۔ کیا جواب دوں۔ مرحلہ کتنا طے ہوا کتنا باقی ہے۔ مجھے کیا خبر۔ آپ نے نظر ثانی کی یا نہیں۔ اکاڈمی میں کیا پیشگی کا سوال نہیں پیش ہوسکتا۔ اور نہ سہی، سو روپے پیشگی لے کر ان کے پاس بھجوا دیجیے۔ بیچارے بڑے تکلیف میں ہیں۔ میں مجبور ہوں۔ حالانکہ جانتا ہوں۔ مجبوری عارضی ہے آپ ہی سوچیے کتنی مدت گزر گئی۔ غالباً ڈیڑھ سال ہوگئے۔ اب تو وعدے کرنے ہی بند کر دیے . . . . . . *

اور تو سب خیریت ہے۔ ابھی شہر میں مکان نہیں لے سکا۔ ملنے والوں سے نہ مل سکا۔ ذرا شہر میں آجاؤں تو ملوں۔

مخلص دھنپت رائے

* یہ الفاظ اصل خط میں مٹ چکے ہیں۔

۔ ۵۰۴ ۱۳۴۲ جلدیں ہی گئیں ۔ دفتری نے لاہور کا زمانہ اور زمانہ کا لاہور بھیج دیا۔

بنام دیانرائن نگم

سرسوتی پریس کاشی ۲۷ جون ۱۹۳۳ء

بھائی جان تسلیم۔ کارڈ ملا۔ پہلے ان دونوں کتابوں "پردہ مجاز" اور "بیوہ" کا ریویو کرا بھیجے۔ ایک اشتہار تو دی ہے۔ دوسرا بھیج رہا ہوں زمانہ میں ریڈنگ میٹر کے نیچے کسی گوشہ میں رکھوا دیجیے۔ "پردۂ مجاز" پر تو میں آپ کی رائے کا مشتاق ہوں۔ اسے میں نے بہت محنت سے لکھا تھا۔ آپ اسے ایک بار سرسری طور پر پڑھ تو جائیں۔ مگر شاید آپ کو فرصت نہ ملے گی۔

آپ کن جماعتوں کے لیے اُردو ریڈریں لکھ رہے ہیں۔ پانچویں چھٹویں ساتویں کے لیے یا آٹھویں، نویں، دسویں کے لیے۔ مصنفین کے متعلق نوٹ لکھنے میں ایک دشواری یہ پیش آئی ہے کہ اکثر سبق رسالوں سے لیے جاتے ہیں۔ اور رسالوں میں بسا اوقات گمنام اہل قلم آجاتے ہیں جن کے طرزِ تحریر یا خصوصیات پر کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ نہ ان کی تصانیف ہی ہیں۔ جن پر کچھ لکھا جائے۔ اگر یہ سوچیے کہ مستند لوگوں کے مضامین ہی لیے جائیں تو کریکیولم میں جو شرطیں انتخاب کے متعلق عائد کی گئی ہیں، ان کی پابندی نہیں ہو پاتی۔ اہلِ قلم تو خاص خاص موضوع پر مضامین نہیں لکھتے۔ پانچویں، چھٹویں اور ساتویں میں تو مجھے یہی دقت پیش آئی۔ کوشش کی ہے کہ بڑے بڑے ناموں سے ہی انتخاب کیا جائے۔

پھر بھی بے تصنیف نام آ ہی گئے ہیں۔ ان پر بھی کچھ نہ کچھ دو چار لائنیں لکھ دی جائیں گی۔

اب رہ گیا سوالات کے متعلق۔ ہدایتوں والی تحریریں ان پر بھی تفصیلی اشارے موجود ہیں۔ زیادہ اطمینان کے لیے کرائیٹریا دیکھ لیجیے۔ مسٹر ھیڈ کے لکشمی کانت ترپاٹھی اور اجودھیا ناتھ تیواڑی وغیرہ نے کتابیں تالیف کی ہیں۔ ان میں سے کسی سے مل کر طے کر لیجیے۔ ان لوگوں کی کتابوں میں سوالات بہت اچھے ہیں۔ مطبوعہ اردو کتابوں میں آپ کو اچھے سوالات نہ ملیں گے۔ کیونکہ زیادہ تر لوگوں نے طلباء سے مضامین انتخاب کرا کے نام ڈال دیے ہیں ہاں۔ ع۱ ... کا نیا انتخاب اچھا ہوگا۔ ہر ایک لحاظ سے۔ نفع نقصان کی بات میں نے یوں لکھی تھی۔ کہ اگر ان کتابوں کے لیے آپ کو کوئی یک مشت رقم مل گئی ہے تو خیر۔ ورنہ رائلٹی مقرر ہے۔ مگر رائلٹی کتابوں کی بکری ہی پر تو ملے گی۔ اگر دس کتابیں یک ساتھ منظور ہوئیں تو ایک آدمی کے حصے میں پانچ ضلعے تو آئے۔ ان میں اردو لڑکوں کی تعداد کتنی ہے۔ اگر پانچ ضلعے مل جائیں تو پھر بھی کچھ آمدنی ہو سکتی ہے ایک ہی دو ضلعے مل کر رہ گئے تو البتہ نقصان ہو جاتا ہے۔ معلوم نہیں آپ کس کے لیے لکھ رہے ہیں۔ آپ کا ذاتی اثر یقیناً کتابوں کی منظوری اور اشاعت میں معاون ہوگا۔ اس میں شک نہیں۔

میرا معاملہ شاید اڑا جا رہا ہے۔ تعلقہ دار پریس فاقہ مست پریس ہے۔ امانا تھ علی صاحب نام کے تعلقہ دار ہیں۔ پریس کے پاس اثاثہ کچھ

ع۱ اصل خط میں الفاظ مٹ چکے ہیں۔

نہیں۔ ابھی تک کتابوں کی چھپائی شروع نہیں ہوئی۔ مصنفین میں دو صاحب الہ آباد میوڑ کالج کے ہیں۔ ایک صاحب تو منصوری میں تشریف رکھتے ہیں۔ دوسرے صاحب رائے پور میں یا نرسنگھ پور میں۔ تیسرا میں ہوں۔ خیر۔ چونکہ میں سب سے زیادہ غرض مند ہوں۔ اس لیے میں نے پروف وغیرہ دیکھنے کا ذمہ لے لیا تھا۔ مگر ابھی تک طباعت شروع نہیں ہوئی۔ جولائی میں تینوں کتابیں تیار ہو جائیں گی۔ مجھے اس میں شبہ ہے۔

ناٹکوں کے متعلق مجھے کچھ لکھتے ڈر لگتا ہے کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کتنا بے صبرا آدمی ہے۔ لیکن جب ہر پرشاد صاحب کی یا دد ہانی آجاتی ہے، تو مجبور ہو جاتا ہوں۔ اس وقت انہیں سو روپے لاکھ روپے کے برابر ہیں۔ میرے لیے کبھی سو تو سو کے برابر نہ تھی۔ آپ کے لیے بھی غالباً سو پچاس کے برابر نہ ہوں گے۔ خدا کرے آپ کی ریڈریں ختم ہوں۔ اور آپ ادھر متوجہ ہوں۔ کہاں تک وعدہ کروں۔

'ہنس' کا خاص نمبر نکالنے کا ارادہ ہے۔ لیکن ضمانت کا مسئلہ ہے آرڈیننس کا اعادہ ہو گیا اور ہمارے ہاتھ پاؤں پھر بندھ جائیں گے۔ دیکھیے چہ می شود۔ بال بچے اچھی طرح ہیں۔ کیا بابو بشن نرائن مستقل طور پر نینی تال چلے گئے ہیں۔

مخلص

دھنپت رائے

بنام جینیندر کمار[1]

سرسوتی پریس بنارس 3-7-1933

پریہ جینیندر

پتر ملا۔ کہانی پھر نہ بھیجی۔ جون کا انک چھپ رہا ہے۔ ۳ دن کے اندر کہانی آجانی چاہیے۔ رچتر پٹ دیکھا۔ اچھا ہے۔ بیچ اچھی ہو رہی ہے۔ دس دن میں یہاں آجائے گی۔ (۔ ۔ ۔[2] ۔ ۔ ۔) تیار ہو رہا ہے۔ بڑے ہرش کی بات ہے۔ کب دیکھوں گا۔ پریم کی ویدی کی جلد بن رہی ہے۔ سوموار کو بھیجا جائے گا۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی[3]

سرسوتی پریس بنارس شہر ۷ ار جولائی ۱۹۳۳ء

برادر عزیزم

میں یہ قیاس لگا رہا تھا کہ یہ منی رام کون ہیں؟ ان صاحب کے بارے میں مجھے کچھ شبہ تھا۔

خیر۔ اب یہ معاملہ صاف ہو گیا۔ یہ صاحب آج کل کہانیاں لکھ رہے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے [2] یہ الفاظ اصل خط میں مٹ گئے ہیں۔

[3] اصل خط انگریزی میں ہے۔

ہیں۔ اور ہندی کی دُنیا میں طوفان لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اب تک اُن کی کوششیں ناکام ہوتی نظر آرہی ہیں۔

"اسلام کا دِش دِرکش" میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ لیکن "چتر پٹ" میں اس کا جو اشتہار چھپا ہے اس سے میں بخوبی بھانپ سکتا ہوں کہ وہ کیا ہے۔ فرقہ پرستی پھیلانے کی یہ انتہائی شر انگیز اور سستی کوشش ہے۔ جس کا پول کھولنا ضروری ہے۔ میں خود یہ سوچ رہا تھا کہ اِس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس بارے میں کچھ لکھوں گا۔ اور اب جب کہ آپ نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، میں دل و جان سے آپ کے ساتھ ہوں۔ ہم اقلیت میں ضرور ہیں۔ لیکن ہمیں اس کی پروا نہ کرنی چاہیے۔ ہمارا مقصد مقدس ہے۔ میں آپ کا نوٹ "جاگرن" میں شائع کر رہا ہوں۔ کیونکہ جولائی کا "ہنس" مکمل ہو چکا ہے۔ اگر آپ یہ کتاب مجھے بھیج دیں تو میں اس موضوع پر پورا اڈیٹوریل لکھوں گا۔ ایک بات اور۔ میرے پاس آپ کی زندگی کے مختصر حالات ہیں اور میں ان کو "ہنس" میں شائع کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ اپنی تصویر کا بلاک مجھے بھیج سکتے ہیں۔ یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنی کوئی حالیہ تصویر ہی بھیج دیں۔ بہت ممنون ہوں گا۔

آپ کا مخلص دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[۱]

بنارس سٹی 33 - 7 - 17

پریہ جینندر

آداب عرض۔ بھئی واہ۔ مانتا ہوں۔ جون گیا۔ جولائی آگیا اور اگست کا

(۱) اصل خط ہندی میں ہے)

میرٹھ بھی جانے والا ہے۔ جولائی ۲۰ تک نکل جائے گا۔ لیکن حضور کو یاد ہی نہیں۔ کیوں یاد آئے۔ بڑے آدمی ہونے میں یہی تو عیب ہے۔ روپے تو ابھی کہیں ملے نہیں۔ لیکن لیش تو مل ہی گیا ہے۔ اور لیش کے دھنی دھن کے دھنی سے کیا کچھ کم مغرور اور جھلکڑ ہوتے ہیں۔

اچھا دل لگی چھوڑو۔ یہ بات کیا ہے؟ تم کیوں مجھ سے تنے بیٹھے ہو؟ نہ کہانی بھیجتے ہو۔ نہ خط بھیجتے ہو۔ کہانی نہ بھیجو، خط تو بھیجتے رہو۔ تو ادھر بہت پریشان رہا۔ یاد نہیں آتا۔ اپنی کہانی کتنا کہہ چکا ہوں۔ بیٹی کے پتر ہوا۔ اور اسے پرسوت جور نے پکڑ لیا۔ مرتے مرتے بچی۔ ابھی تک ادھمری سی ہے۔ بچہ بھی کسی طرح بچ گیا۔ آج ۲۰ دن ہوئے یہاں آ گئی ہے۔ اس کی ماں بھی دو مہینے اس کے ساتھ رہی۔ میں اکیلا رہ گیا تھا۔ بیمار پڑا۔ دانتوں نے کشٹ دیا۔ مہینوں اس میں لگ گئے۔ دست آئے اور ابھی تک کچھ نہ کچھ شکایت باقی ہے۔ دانتوں کے درد سے کبھی گلا نہیں چھوٹا۔ بڑھاپا سویم روگ ہے۔ اور اب مجھے اس نے سویکار کرا دیا کہ اب میں اس کے پنجے میں آ گیا ہوں۔

کام کی کچھ نہ پوچھو۔ بے ہودہ کام کر رہا ہوں۔ کہانی کیول دو لکھی ہیں۔ اردو اور ہندی میں ہاں کچھ انوواد کا کام کیا ہے۔

تم نے کیا کر ڈالا۔ اب یہ بتاؤ۔ "رنگ بھومی" سے کیا رہا۔ سنجھا جاتا ہے یا نہیں۔ کوئی نئی چیز کب آ رہی ہے؟ بچہ کیا ہے؟ بھگوتی دیوی کیسی ہیں؟ ماتا جی کیسی ہیں؟ مہاتما جی کیسے ہیں؟ ساری دنیا لکھنے کو پڑی ہے۔ تم خاموش ہو۔

"سرسوتی" میں وہ نوٹ تم نے دیکھا؟ آج پنڈت بنارسی داس جی کے

پتر سے معلوم ہوا کہ یہ شاستری جی کی دیا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں تو خیر بوڑھا ہو گیا ہوں اور جو کچھ لکھ سکتا ہوں۔ لکھ چکا اور مترون نے مجھے آسمان پر بھی چڑھا دیا۔ لیکن تمہارے ساتھ یہ کیا ویوہار؟ بھگوتی پرساد باجپئی کی کہانی بہت سندر تھی۔ اور ان چتر سین کو کیا ہو گیا۔ کہ اسلام کا وِش برکش لکھ ڈالا۔ اس کی ایک آلوچنا تم لکھو۔ اور وہ پستک میرے پاس بھیجو۔ میں نے چترویدی جی سے پرستاؤ مانگا ہے۔ اس کمیونل پراپیگنڈہ کا زوروں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اور یہ رشبھ بھلے آدمی کبھی ان چالوں سے دھن کمانا چاہتا ہے۔

یہاں ایک گوی سمیلن کل ہوا۔ آج دوسرا ہے۔ نشیگھر پتر لکھو۔ کہانی پیچھے بھیجنا۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

سرسوتی پریس 33 - 8 - 1

پریہ جینندر

تمہارا پتر ملا۔ بچے کا حال سن کر چنتا ہوئی۔ اب تو اچھا ہو رہا ہوگا ادھر میں بھی سُوَستھ نہیں ہوں۔ لیکن کام کیے جاتا ہوں۔

آج کل ہندی میں عجیب دھاندلی ہے۔ جس کی پستک کی بُری آلوچنا

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

کر دو۔ وہ لڑنے پر تیار ہو جاتا ہے اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ کہانی اور اُپنیاسوں کی آلوچنا کرنا ہی چھوڑ دوں۔ جس کی تعریف کر سکوں گا اس کی آلوچنا کروں گا۔ جس کی تعریف نہ کر سکوں گا، اسے کنارے رکھ دوں گا۔ سرسوتی نے تو وہ لیکھ چھاپا ہی تھا۔ اب شُدھا اور مادھوری بھی ٹیپنیاں کرتے جاتے ہیں۔

پُستکوں کی کھپت بہت کم ہے۔ پھر بھی اجے جی کی پُستکیں بھجوا دینا ہست ریکھا کی آلوچنا اچھی ہو تو کروا دینا۔

بچہ اچھا ہو گا۔ بھگوتی کو آشیرواد کہنا۔ بیٹی اچھی ہے۔ اور سبھی چلے جا رہے ہیں۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی[1]

دفتر جاگرن
سرسوتی پریس بنارس مورخہ ۹ راگست ۱۹۳۴ء

محترم بنارسی داس جی۔

"جاگرن" میں جو مزاحیہ نوٹ شائع ہوا ہے۔ اس کا مجھے بالکل علم نہ تھا۔ یقین جانیے "سرسوتی" میں جو بغو چیزیں لکھی گئی ہیں، میں ان سے ایک لمحہ کے لیے بھی متاثر نہیں ہوا۔ میں فوراً سمجھ گیا تھا کہ یہ سراسر بد دیانتی

ع۱ اصل خط انگریزی میں ہے۔

ہے۔ اس کے مصنف نے ساری دنیا کو آپ کا دشمن بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن معاف کیجیے گا۔ آپ کو بھی ایسے بے اصولے خود غرض لوگوں سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے۔ کبھی کوئی ایسی بات نہ کہیے جو آپ سنجیدگی سے کہنا نہ چاہتے ہوں۔ میں اس انٹرویو کے متعلق "ہنس" میں ایک نوٹ لکھنے والا ہوں۔ آپ کو عدالت میں قانونی چارہ جوئی کرنی چاہیے صورت حال کا یہی تقاضہ ہے۔ جب ان صاحب نے صاف طور پر آپ کو یہ نہیں بتایا کہ وہ آپ سے انٹرویو لے رہے ہیں اور انٹرویو کا مسودہ بھی آپ کو نہیں دکھایا تو پھر وہ ایسی غلط اور بے تکی باتیں کس طرح آپ سے منسوب کرکے آپ کی شہرت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔
کیا آپ پسند کریں گے کہ میں آپ کے خط کا ترجمہ شائع کردوں۔

آپ کا مخلص ‌ ‌ ‌ ‌ دھنپت رائے

بنام اندر لبا وڑا[۱]

سرسوتی پریس کاشی ۱۵ر اگست ۱۹۳۳ء

پریہ ور

آپ کی کہانی اگست کے 'ہنس' میں چھپ گئی ہے اور ۲۰ر تک آپ کے پاس پہنچے گی۔ یاد آتا ہے کہ آپ کو اس کی سوچنا دے چکا ہوں۔

بھودیہ ‌ ‌ ‌ ‌ پریم چند

---

۱ ‌ اصل خط ہندی میں ہے۔

بنام جینیندر کمار[1]

۱۶ر اگست ۱۹۳۳ء

عزیز جینیندر!

آپ کی کہانیاں اور خطوط ملے۔ شکریہ۔ ٹھاکر شری ناتھ جی کا انٹرویو نہایت لغو اور مبالغہ آمیز ہے۔ میں نے "ہنس" میں ایک نوٹ شائع کیا ہے یہ لوگ سستی شہرت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جسے حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ سستی قسم کی صحافت ہے۔ امید ہے کہ شری سنگھ دوبارہ ایسی حرکت نہیں کریں گے۔

مجھے یہ جان کر افسوس ہوا کہ آپ کے حالات آپ کے لیے تشویش کا باعث بن رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ "رنگ بھومی" کا کاروبار ٹھیک سے چل نہیں سکا۔ ادبی کاوشوں کا پھل اس کے سوا اور کیا ہے؟ ہر جگہ یہی کیفیت ہے۔ کتابوں کی فروخت اتنی حوصلہ شکن ہے کہ مستقبل تاریک نظر آتا ہے۔ آپ نے مجھے "جاگرن" بند کر دینے کا مشورہ دیا ہے میں نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا۔ اب جبکہ کاغذ پر تین ہزار روپیہ کا نقصان اٹھا چکا ہوں اسے بند کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ادبی تخلیق ایک غیر یقینی معاملہ ہے اور اس پر دارومدار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ ادبی کام کے لیے جس ذہنی سکون اور سازگار ماحول کی ضرورت ہے۔ وہ مجھے میسّر نہیں۔ پریس کو بہر حال چلانا ہے۔ اس میں میں نے اپنے

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

بھائی کا روپیہ لگایا ہے اور اب میرے لیے اپنی ذمہ داریوں سے بچنا ناممکن ہے۔ یہاں کام بہت کم ہے۔ جو کچھ تھوڑا بہت ہے اسے سستا کام کرنے والے ادارے لے اُڑتے ہیں۔ پریس کے لیے کچھ نہ کچھ کام ضروری ہے۔ 'جاگرن' سے اوسطاً چار سو روپیہ حاصل ہو جاتے ہیں جس سے پریس کا خرچ ہی پورا ہو جاتا ہے۔ "جاگرن" میں تقریباً ایک سو پچاس روپے کا کاغذ لگتا ہے اور اس کا خرچ ہر مہینے "ہنس" اور کتابوں کی بکری سے پورا کیا جاتا ہے۔ اگر کتابوں کی نکاسی اطمینان بخش ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم نے "بھانٹی" "روپ راشی" "بکھرے پھول" اور "پریم کی بیری" چھاپی ہیں۔ اب "پرتگیا" چھاپ رہے ہیں۔ اُس کے بعد "کایا کلپ" کی چھپائی شروع کر دی جائے گی۔ اس طرح آپ دیکھیں گے کہ جہاں تک اشاعت کا تعلق ہے ہم نفع میں کام کر رہے ہیں لیکن پھر بھی روپیہ کی کمی ہے۔ کوئی کتاب نہیں بک رہی ہے۔ میری ایک دو کتابوں سے جو اسکولوں کے لیے منظور کی گئی ہیں حالت کچھ سنبھلی ہوئی ہے۔ "کرم بھومی" کی بکری بھی اچھی ہے۔ اگر میں صبر سے کام لوں تو "جاگرن" سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر اس سے ایک سو روپیہ مہینہ بھی مل جائے تو کافی ہے۔ توقع ہے کہ دوسرے سال کے آخر تک "جاگرن" بوجھ نہیں رہے گا۔

"کایا کلپ" کا کام ختم ہوتے ہی آپ کی MAGDALENE شروع کردوں گا۔ کاش میں آپ کی تمام تصانیف شائع کر سکتا۔ اور آپ کو پریشانیوں سے نجات دلا سکتا۔

آپ نے "باما" کا ترجمہ شروع کر دیا اچھا کیا۔ میری "تاریخ عالم"

بھی ختم ہو گئی ہے۔ اب میں پھر "گئودان" شروع کروں گا۔

امید ہے کہ میں بہت جلد آپ کو کچھ نہ کچھ روانہ کر دوں گا۔ مہابیر کے بارے میں اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ وہ اچھا "سیلز مین" ہے اور کچھ کاروبار کر سکتا ہے تو میں اسے بخوشی رکھ لوں گا۔ لکھنے پڑھنے کا کام نہیں ہے۔ اُسے بہار، راجستھان اور دوسرے مقامات کا دورہ کرنا پڑے گا۔ اگر وہ حساب کتاب سے واقف ہو جائے تو ہم مستقل طور پر اسے اپنا 'سیلز مین' بنا لیں گے۔ ابتدا میں اس کی ناتجربہ کاری کا خیال کیے بغیر اُسے چھ مہینے کا موقع دینے کے لیے تیار ہوں۔ اگر وہ ماہانہ دو سو روپیہ کی کتابیں بیچنے یا ایک سو روپیہ کی کتابیں بیچنے اور 'ہنس' اور 'جاگرن' کے لیے بیس بیس خریدار فراہم کرنے کے قابل ہو جائے تو اُس کی تنخواہ اور سفر کے اخراجات نکل آئیں گے اور وہ بوجھ بنے رہنے کی بجائے ایک کمانے والا فرد بن جائے گا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو اُسے یہاں بھیج دیجیے یا پھر میرے روپیہ بھیجنے کا انتظار کیجیے۔

آپ میری کچھ مدد کیوں نہیں کرتے؟ ہفتہ وار اخباروں سے نفع ہو سکتا ہے۔ بلکہ دو ایک اخبار ایسے ہیں جو نفع میں چل رہے ہیں اگر ہم اچھا مواد پیش کریں اور اشتہارات حاصل کرنے کے لیے اپنا اثر رسوخ استعمال کریں تو مطبوعات تک کا سلسلہ جاری رکھا جا سکتا ہے اور پھر پبلشر کی تلاش کی ضرورت بھی باقی نہیں رہے گی۔

دنیا مستعد اور محنتی انسانوں کے لیے ہے جو موقع سے فائدہ اٹھانا جانتے ہوں۔ آپ روزمرہ کے موضوعات پر مختصر تبصرے

نوٹ کی صورت میں ایک دو کالم لکھا کیجیے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ہم اچھی صلاحیتوں کے باوجود ایک ہفتہ وار اخبار کو کامیابی سے نہیں چلا سکتے۔ آپ مسٹر برلا سے ملاقات کیجیے اور انہیں بتائیے کہ ہم کتنا اہم کام انجام دے رہے ہیں اور کن دشواریوں سے دوچار ہیں۔ وہ بڑے بڑے اشتہارات دیتے ہیں۔ یہ ان کے کپڑے اور پٹن کے کارخانوں اور بیمہ کے کاروبار کے متعلق ہوتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ وہ ہم جیسوں کی اپنی سرپرستی نہ کریں؟ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ دولت اور آرام خودبخود حاصل ہو جائیں گے۔ یا لکشمی آپ کی صلاحیتوں پر فریفتہ ہو کر آپ کے قدموں پہ آگرے گی تو آپ کو بڑا مغالطہ ہے۔ یا پھر سنیاسی بن جائیے اور تمام دنیاوی خواہشات کو ترک کر دیجیے۔ لیکن چونکہ ہم گرہست ہیں اور ہمیں اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ اس لیے ہمیں ہاتھ پیر چلانے ہی ہوں گے۔ جب مجھ جیسا کمزور و ناتواں شخص زیادہ بڑی گھریلو ذمہ داریوں کے باوجود یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو پھر آپ جیسا باصلاحیت انسان تو معجزے دکھا سکتا ہے۔

ہم سب بخیر و عافیت ہیں۔ نیک تمناؤں کے ساتھ،

آپ کا خیر طلب

دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی[1]

"جاگرن آفس"
سرسوتی پریس بنارس ۱۸ اگست ۱۹۳۳ء

محترم بنارسی داس جی

آپ کے عنایت نامہ کا شکریہ۔ یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ "وشال بھارت" کی مشکلات ختم ہو چکی ہیں اور اب وہ خطرے سے باہر ہے۔ اس کے لیے مبارکباد قبول فرمائیے۔

میں نے "ہنس" کے ادارتی کالموں میں ایک نوٹ لکھا ہے۔ جو آپ کو ایک دو دن میں مل جائے گا۔ میں نے بڑے خلوص اور احساسات سے یہ نوٹ لکھا ہے۔ اس کا لب ولہجہ آپ کو پسند آئے تو مجھے لکھیے گا۔

افسوس اس بات کا ہے کہ مجھے اپنی کاوشوں سے اب تک کوئی مالی منفعت نہیں پہنچی ہے۔ "ہنس" کا تو خیر کوئی زیادہ خرچ نہیں ہے لیکن "جاگرن" کے اخراجات ناقابلِ برداشت ہوتے جا رہے ہیں۔ میرے دماغ پر یہ بڑا بار رہا ہے کہ اس مصیبت سے کیسے چھٹکارہ پاؤں۔ مجھے تقریباً دو سو روپیہ مہینہ کا نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ یہ کب تک چلتا رہے گا؟ ایک مرتبہ اسے جاری کرنے کی حماقت کر چکنے کے بعد بند کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ یہ سوچتا ہوں کہ دوسرے لوگ خوب خوش ہوں گے۔ اور میرا مذاق اڑائیں گے۔ اگر مجھے کچھ اچھے اشتہار مل جائیں تو اس مشکل

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

پر قابو پا سکتا ہوں۔ کیا آپ اس سلسلہ میں میری کچھ مدد کریں گے؟ بنگال کیمیکلز والے خوب اشتہار دیا کرتے ہیں۔ اُن سے 'جاگرن' کے لیے اشتہار حاصل کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا۔ اگر آپ اپنے کسی دوست کی وساطت سے مجھے کچھ اشتہار دلوا دیں۔ اس کے علاوہ برلا برادرز بھی ہیں جن کی پٹ سن کی ملیں ہیں۔ یہ لوگ بھی خوب اشتہار دیا کرتے ہیں۔ آپ میری طرف سے ان لوگوں سے اپیل کیجیے۔ اگر مجھے ماہانہ صرف سَو روپیے کے اشتہار بھی مل جائیں تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ مجھے اپنی ذاتی ضرورتوں کی پرواہ نہیں ہے۔ کتابوں اور کہانیوں وغیرہ سے گزر بسر کا تو سامان ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن اِن رسالوں کو کیسے جاری رکھا جائے۔ مسئلہ یہ ہے؟ اگر مجھ میں اِن رسائل کو بند کرنے کی ہمت ہوتی، میں ان ساری جھنجھٹوں سے نجات پا لیتا۔ لیکن یہ ہمت مجھ میں نہیں ہے۔ ایک طرح میں اپنی کمزوری کا اقبال کر رہا ہوں جسے اب تک پوری طاقت سے چھپاتا رہا تھا۔ میں نے تو آپ کو دوست سمجھ کر آپ کے آگے اپنا سینہ چیر کر رکھ دیا ہے۔ اور امید ہے کہ یہ راز آپ تک ہی رہے گا۔

اگر آپ سمجھتے ہوں کہ میں نے آپ پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔ تو پھر آپ کوئی فکر نہ کریں۔

امید ہے کہ آپ بخیر و خوبی ہوں گے۔

آپ کا مخلص

دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی[۱]

سرسوتی پریس بنارس ۲۴ راگست ۱۹۳۳ء

عزیز برادرم

شکریہ۔ آپ اپنے مضمون کے لیے تین، چار، پانچ صفحے لے لیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ اپنی بات کہیے۔ اس قید کو اپنے خیال میں مت لائیے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ہم لوگ جو کام شروع کرنے جا رہے ہیں آپ اُس کے وسیع دائرہ کو سمجھ رہے ہیں۔

آپ کے انتہائی دوستانہ مشورہ کے لیے میں سچ مچ آپ کا شکر گزار ہوں۔ اس آدمی کے خلاف میرے دل میں ذرا بھی برائی نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے اس کے لیے دکھ ہے۔ لیکن ہندی ناظرین اتنے اُتھلے اور تنقیدی صلاحیت سے خالی ہیں کہ وہ اوٹ پٹانگ سے اوٹ پٹانگ بات کو جو بار بار ان کے کان میں ڈالی جاتی ہے مان لینے کے لیے ہر دم تیار رہتے ہیں۔ مگر آئندہ میں زیادہ ضبط سے کام لوں گا۔

"مستقبل کن کا ہے" ایک بڑا موضوع ہے اور میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔ اتنے لکھنے والے ہیں کہ ان میں سے کچھ کا خاص طور پر انتخاب کرنا ذرا مشکل ہے۔ ادب صرف افسانہ تک محدود نہیں ہے۔ اُس میں ڈرامہ، شاعری، تنقید، ناول اور مضمون بھی شامل ہیں۔ ہمیں ان سب کو موضوع وار لینا پڑے گا۔ "ادھوری

۱ء اصل خط انگریزی میں ہے۔

کے دو شماروں میں دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا عمر خیام پر ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ ہندی میں اس سے بہتر تنقید میری نظر سے نہیں گزری اس مضمون کے مصنف کا نام شاید رام دیال تیواری تھا۔ جب میں ایڈیٹر تھا اُس زمانہ میں بھی 'مادھوری' میں ایک بے مثال تنقید کالیداس کے 'رِتو سمہار' پر شائع ہوئی تھی۔ اس کے مصنف کا نام بھول گیا ہوں لیکن اگر وہ وہی صاحب ہیں تو وہ آج کل متھرا کے عجائب گھر کے مہتمم ہیں۔ نند دلارے باجپئی میں بھی غیر معمولی زورِ بیان اور تجزیہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ ڈرامے ہمارے پاس بہت ہی کم ہیں۔ رومانی اسکول کے جے شنکر پرساد ہیں۔ اقلیتی مکتبہ کے پنڈت لکشمی نرائن مصرا ہیں، مزاحیہ کے شری جی۔ پی۔ سری واستو ہیں۔ سب سے نیا آدمی اس لائن میں بھونیشور ہے جس نے حال ہی میں اپنے چھوٹے چھوٹے ایک ایکٹ کے ڈراموں کا مجموعہ "کاروان" کے نام سے چھپایا ہے۔ میرے دیکھنے میں بھونیشور سب سے زیادہ ذہین ہے۔ اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو کاہلی، بے سر پیر کے خواب دیکھنے، سگریٹ پینے اور عشق بازی میں برباد نہ کردے۔ اس میں زورِ بیان بہت ہے اور آسکر وائلڈ اور شا کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ مصرا جی کو میں پسند نہیں کرسکا۔ ان کے پاس خیالات ہو سکتے ہیں، مگر بیان کی طاقت اور صلاحیت نہیں ہے۔ مِلند اور ہری کرشن دونوں پریمی ہیں۔ دونوں میں ڈرامائی طاقت ہے۔ لیکن ڈرامہ کی موجودہ ٹکنیک اور سوجھ بوجھ نہیں ہے۔

ناول نگاروں میں ورنداون لال ورما، بھگوتی چرن ورما، نرالا، سیارام شرن گپت، پرساد، پرتاپ نرائن سری واستو وغیرہ ہیں۔ میں

سمجھتا ہوں کہ ان میں ورنداون لال ورما سب سے زیادہ قابلِ ذکر ہیں اگرچہ اب انھوں نے وکالت شروع کر دی ہے اور لکھنا شاید بند کر دیا ہے۔

افسانہ نویسوں میں انتخاب اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ جینندر سب سے الگ اپنی ایک ہستی رکھتے ہیں۔ نئے لوگوں میں 'اگیہ' چندر گپت' کملا دیوی' سبھدرا اُوشا مترا' ستیہ جیون' بھونیشور' جناردن جھا' جناردن رائے نگر' انچل' اُوجھا' رادھا کرشن' ویریندر کمار' (جنھوں نے 'سہنس' میں چوتری کے آنچل میں' لکھا تھا) اور بھی بہت سے لوگ ہیں۔ ان میں اگیہ' ویریندر کمار اور ستیہ جیون میں سب سے زیادہ ترقی کے امکانات ہیں۔

مزاحیہ لکھنے والوں میں اپنورنانند بے مثال ہیں لیکن وہ بہت کم لکھتے ہیں جناردن جھا بھی لائق مصنف ہیں لیکن ان میں ذہنی پختگی یا بصیرت نہیں ہے۔ جانبازی کی کہانیوں کے میدان میں پنڈت شری رام شرما اکیلے ہیں۔

تخلیقی قوت ہی اصل اور بنیادی چیز ہے۔ تخلیقی صلاحیتیں ہمارے یہاں بہت کم ہیں۔ افسانہ نویسوں میں جینندر میدان سنبھالے ہوئے ہیں۔ دوسری صف میں بہت سے لوگ ہیں۔

جہاں تک مضامین کا معاملہ ہے' پنڈت رام چندر شکل سب سے آگے ہیں ہیم چندر جوشی نے بھی کچھ خوبصورت مضامین لکھے ہیں۔

آپ کے دوست بابو برج موہن ورما بھی طنز و مزاح کی بڑی پیاری چیزیں لکھتے ہیں۔ "دویدی گرنتھ" میں ان کا 'شیخ' شاہکار تھا۔

یہ ایسی رائیں ہیں جن سے آپ کو کوئی نئی بات معلوم نہ ہوگی لیکن میں کوئی تنقید نگار تو نہیں ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھ میں نقد و تبصرہ کی ذرا بھی صلاحیت نہیں ہے۔

آپ نے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے اُس کے دائرہ میں سارا ادب آجاتا ہے۔ آپ اس میں کوئی پیشین گوئی نہیں کرسکتے۔ جن میں آج آگے بڑھنے کے سب سے زیادہ امکانات دکھائی دیتے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ بالکل بودے ثابت ہوں اور جو بودے نظر آتے ہیں وہ چمک جائیں۔

آپ کا
دھنپت رائے

عبارت مزید:

آپ اپنا گھر کیوں نہیں بساتے، سنیاس سے رہے ہیں جب کہ آپ کو گرہست ہونا چاہیے بھلا ہو شادی ہوگی اں کا۔ آپ کو اپنے لیے لڑکی پانے میں کوئی مشکل نہ ہوگی۔ ضبطِ نفس ایک نعمت ہے لیکن ہتیا کرنا لعنت۔ ایک تھوڑی بہت پڑھی لکھی، شائستہ ادھیڑ عمر کی خاتون آپ کے لیے مثالی بیوی ہوگی۔ تب آپ کو یہاں وہاں جھکی ہوئی، شرمائی ہوئی، بھیک سی مانگتی ہوئی نظریں ڈالنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ وہ ذہنی اور جذباتی دونوں طور پر آپ کی حفاظت کرے گی۔

بنام جینیندر کمار

جاگرن کاریالیہ ۱-۹-33

پریہ جینیندر

تمہارا پتر ملا۔ ہاں کجانی تمہاری کہانی بہت دیر سے پہنچی۔ اب

(ع۱ اصل خط ہندی میں ہے)

ستمبر میں تمہاری اور 'اجے جی'، کی، دونوں ہی جا رہی ہیں۔ جولائی میں 'کرانتی کاری کی ماں' نام کی کہانی 'وِہلنس' میں چھپی تھی۔ اس پر سرکار نے ضمانت کی دھمکی دی۔ آج کل اتنی مندی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا، کام کیسے چلے گا۔ مزدوروں کو وِیتَن چکانے میں کٹھنائی پڑ رہی ہے۔ اس لیے تمہارے پاس کچھ بھیج نہ سکا۔ جن کے ذمے باقی ہے وہ سانس ہی نہیں لیتے۔ روپے ملتے ہی چھابر کے خرچ کے لیے بھی روپے بھیجوں گا اور تم ان سے تاکید کر دینا کہ میرٹھ اور دو تین شہروں کا دورہ کرتے اور ایجنٹوں سے بات چیت کرتے ہوئے آویں۔ یہاں آنے پر میں انہیں بہار کی اُور بھیجوں گا۔ میگڈ الین تمہارے آدیش انوسار کاریالیہ کو پہلے ہی لگائے دیتا ہوں۔

میرا جی اتنے چھوٹے سے کام میں ہار نہیں ماننا چاہتا۔ 'جاگرن' اب تک نفع دیتا۔ بدی میں 'ہنس' اور 'سُندر' نکال سکتا۔ اس کی سانگری اور 'سُندر' بنا سکتا۔ اس میں دو چار چیز دے سکتا۔ لیکن دھن کا کام اب سبھی سے لینا پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہ سمجھو کہ تمہیں یہ پیپر نکال رہے ہو اور اس کے نقصان میں نہیں نفع میں تم بھی اتنے ہی شریک ہو جتنا میں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ یہاں کاریالیہ اتنا سمپن ہو جاوے کہ ہمیں کسی پیپر کا گھاٹا نہ دیکھنا پڑے۔ ہم دونوں مل کر اسے سپھل نہ بنا سکیں تو کھید کی بات ہوگی۔ اسٹیٹسمین، 'نیشنل کال' اور کتنے ہی انگریزی پیپر وہاں مل سکتے ہیں۔ ان میں سے INFORMATIVE سامگری لی جا سکتی ہے۔ دو چار نوٹ لکھنا مشکل نہیں۔ ہاں اچھا ہونی چاہیے۔ میٹر اچھا ہونے پر اس پر جنتا کی نگاہ جمے گی۔ میں ایک

پرشٹھ چیزوں کے دینے کی فکر میں بھی ہوں۔ لیکن لگاتار لکھتے رہنا اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ کبھی کبھی مہینوں کام نہیں ہوتا۔ اور نہ لیکھوں سے اتنے روپے مل سکتے ہیں کہ اس پر DEPEND کیا جا سکے۔ یہ بھی تو چنتا رہتی ہے کہ اوٹ پٹانگ چیز نہ لکھ دی جائے۔ سماچار پتر تو دکان ہے۔ ایک بار چل نکلے تو اس سے تھوڑے پرشرم میں آمدنی ہو سکتی ہے۔ اور تب ٹیک بھی لکھی جا سکتی ہے۔ یہ کھٹک ہے کہ میری اس ایک نئے ووسائے میں پڑنے کی نہیں ہے۔ لیکن میں عمر کو اور سواستھ کو بادھک نہیں بنانا چاہتا۔ تم کم سے کم دو کالم کا ایک لیکھ اوشیہ دے دیا کرو۔ کسی معاملے پر ٹپنیاں کرنا چاہو تو وہ بھی بیرنگ بر ہسپت تک مجھے دے دو۔

سماچار پتروں کی آمدنی کا دارومدار وگیاپنوں پر ہے۔ میں نے تم سے برلا سے ملنے کو کہا تھا۔ اپنی غرض سے مت ملو۔ میری غرض سے ملو۔ پتر دکھاؤ اس کی چرچا کرو۔ اور اس سے خیرات تو کچھ مانگنے نہیں وگیاپن دلا دینے کا انورودھ کرو۔ یہ کہہ سکتے ہو کہ اس پتر کو گھاٹا ہو رہا ہے۔ اور تھوڑے سہارے سے یہ بہت اُپ یوگی ہو سکتا ہے ان کے پاس کئی مل ہیں۔ ایک آدھ پرشٹھ کا وگیاپن ان کے لیے تو کچھ نہیں ہے۔ لیکن میرے لیے اور تمہارے لیے وہ پچاس روپے مہینہ کا سہارا ہے۔ بھائی! یہ سنسار چپکے رام بھروسے بیٹھنے والوں کے لیے نہیں ہے۔ یہاں تو انت سمے تک کھٹنا اور لڑنا ہے۔ ان سے کچھ مدد پا سکتے ہو۔ یہاں جھینپو اور میرے جیسے شرمیلے آدمیوں کا گزارہ نہیں۔ ان کے لیے تو کوئی استھان ہی نہیں۔ تم اپنے میں یہ عیب نہ آنے دو۔

ہے کبھی نہیں۔ میں تو کوڑی دام کا نہیں ہوں۔ اخبار نکالنا میری ہٹ دھرمی ہے۔ مجھے ضدّی ہوں۔ اور ہمت نہیں ہارنا چاہتا۔ کھیتی کرتا اس میں بھی اسی طرح جٹتا۔

یہاں پر شانتی ہوئی۔ گھر کے اور سب لوگ مزے میں ہیں۔ دلیپ تو اچھا ہے۔ بھگوتی سے میرا آشیرواد کہنا۔

بھودیہ   دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

سرسوتی پریس بنارس سٹی   27-9-33

پریہ جینندر

تم بگڑ رہے ہوگے کہ پتر کیوں نہیں لکھا۔ میں نے سوچا تھا کہ مہمان بیر کے لیے گر ایک سوچی سے پروگرام بنا کر کچھ نسخے کے ساتھ پتر لکھوں گا۔ پر نہ سوچی دیکھنا کا اوسر ملا۔ نہ روپیہ کہیں سے آئے۔ اور میں ایک سیتاگرہ کے لیے پریاگ چلا گیا۔ وہاں سے آیا تو گھر کے لوگ پریاگ چلے گئے۔ میں پریس نہ آسکا۔ 'چاند' کے لیے ایک کہانی لکھنی تھی۔ ادھر ادھر کے جھنجھٹ۔ رہ گیا۔ مہمان بیر آ گئے ہیں۔ ابھی میرا وچار ہے۔ انہیں آس پاس کے شہروں میں بھیجوں گا۔ ذرا باہر جانے کا ابھیاس ہو جائے۔ تو سی۔ پی۔ بہار کی اور بھیجوں۔ آج کل

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

نہ جانے کیوں پُستکوں کی بکری بند ہے۔ اب اجمیر میں جو میلہ لگنے والا ہے۔ اس کے کارن دو ایک اُدھار آرڈر ملے ہیں۔ 'ہنس' کاشی انک نکل رہا ہے۔ ستمبر کے انک میں پھر دیر ہو گئی۔ اب اکتوبر کے پہلے سپتاہ میں جائے گا۔ دو دن پریس بند ہے۔ اگیہ کی وہ کہانی بہت اچھی تھی۔ ان کی کویتاؤں کے وِشے میں یہاں یہ رائے ہے کہ بھاؤ تو اُتکرِشٹ ہیں۔ پر ہاتھ منجھا ہوا نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کویتاؤں سے ان کی کہانیاں اور گدکاویہ بڑھ کر ہیں۔

دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

جاگرن کاریالیہ
24-10-33

پریہ جینندر

معلوم نہیں جہاں بیرنے تمہارے پاس کوئی خط لکھا تھا یا نہیں۔ یہاں تو ان کی کوئی خبر نہیں۔ جس دن یہاں سے گئے اس کے تیسرے دن پریاگ سے خط آیا تھا۔ پھر کچھ نہ معلوم ہوا۔ وہاں گئے یا وہیں ہیں۔ آج ۲۴ دن ہو گئے کپڑے لتے سب یہاں ہیں۔ پستکیں جو وہ دلی سے لائے تھے سب یہاں رکھی ہوئی ہیں۔ وِچتر آدمی ہے۔ اگر اِستھونہ کرے کہیں بیمار ہو گئے تو ایک کارڈ تو لکھ دینا تھا۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے وہ

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

سپھل نہ ہوئے اور شرم کے مارے چپ سادھے بیٹھے ہیں۔ ہمیں کام میں سپھل ہونے کے لیے بڑے انوبھو اور بے حیائی کی ضرورت ہے۔ اور آدمی بھی ایسا چاہیے جو گرمی سردی، بھوک پیاس سہہ سکے۔ اتنا بڑا کاریالیہ تو ہے نہیں کہ اپنے ایجنٹوں کو اچھا الاؤنس یا وِیتن دے سکے۔ اور جتنا وہ دے سکتا ہے اس میں روز یہ دیس میں نہیں رہا جا سکتا۔ ہوٹل تو شہروں میں ہوتے نہیں اور اکثر پیڑوں پر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ جہاں بیر کا سوا ستھر شاید ان دِقتوں کو نہ جھیل سکے۔

تم نے کئی بار روپے کے لیے لکھا ہے۔ میں دل مسوس کر رہ گیا۔ جو کچھ آمدنی ہوتی ہے۔ وہ اوپر ہی اوپر اڑ جاتی ہے۔ وِیتن تو پورا نہیں پڑتا۔ کاغذ کے کئی سو روپے باقی پڑے ہوئے ہیں۔ خرچ ۵۰۰ روپے مہینے کا۔ آمدنی کل ملا کر ۴۰۰ روپے سے زیادہ نہیں۔ میں اپنی خامیوں کو سمجھ رہا ہوں۔ اپنی غلطیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ پر یہ آشا کہ شاید اب کچھ ہو جائے۔ ہمت باندھے ہوئے ہے۔ ادھر ایک مہاشے پھر ایک لمیٹڈ پرکاشن سنگھ کھولنے کا وچار کر رہے ہیں۔ میں بھی شریک ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے حصے لینے کا وچن بھی دیا۔ مگر وہ مہاشے ایسا غائب ہوئے کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہاں ہیں۔ اکتوبر کا 'ہنس' کاشی انک ہوگا۔ مگر ۲۰ فارم کا نکالنا پڑا اور نومبر کا انک بھی اس میں ملانا پڑے گا۔ ان دونوں انکوں سے ناک میں دم ہے۔ مگر پرتھا ایسی چلی ہے کہ موٹوں کے ساتھ دُبلے بھی پیسے جا رہے ہیں۔ "جاند" اور "سرسوتی" وشیش انک نکال سکتے ہیں، ہنس میں دم نہیں ہے۔ پھر بھی شہیدوں میں شامل ہونا چاہتا ہے میں نے سوچ لیا ہے۔ جنوری تک اور دیکھوں گا۔ اگر اس وقت تک

'جاگرن' کچھ ڈھنگ پر نہ آیا۔ تو اسے بند کر دوں گا۔ جی تو چاہتا ہے کہ 'ہنس' کا دام بڑھا کر ۵ روپے کر دوں۔ اور ۱۰۰ اپرشٹھوں کا نکالوں اور تم اس کا سمپادن کرو۔ میں الگ بیٹھ کر پستکیں لکھوں۔ زیادہ کام بھی تو نہیں کر سکتا۔ لیکن شاید میری کامنائیں سب یوں ہی رہ جائیں۔ مشکل تو یہ ہے کہ دو سائے میں جتنا میں لکھتا ہوں۔ اس میں ہی تم بھی لکھتے ہو۔ ورنہ کیا بات ہے کہ رشبھ چرن تو سپھل ہوا اور ہم لوگ اسپھل رہیں۔ اپنیاس میں لکھتا تھا۔ وہ بھی بند ہے۔ لیکن اب زیادہ پر تیکشا نہ کروں گا۔ جنوری تک اور دیکھتا ہوں۔ تمہاری صلاح نہ مانی ورنہ اتنا گھاٹا کیوں اٹھاتا۔ لیکن کوئی کام بند کرنے بدنامی ہوتی ہے۔ اور وہی لاج ڈھو رہا ہوں۔ "ہنس" کا وشیش انک نکل رہا ہے۔ شاید اس سے کچھ روپے بچ جائیں گے۔ اس وقت جو بھی کچھ ہو سکے گا۔ تمہارے پاس بھیجوں گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ پریس اور پتروں پر میں مرا جا رہا ہوں۔ کچھ لیکھوں سے کچھ رائلٹیوں سے کچھ اردو پستکوں سے اپنا گزارہ کر رہا ہوں۔ لیکن بہت دیکھ چکا۔ اب یہ تمام بند کر دوں گا۔

گھر میں سب لوگ کشل سے ہیں۔ کرم بھومی کا اردو انوواد جامعہ ملیہ سے شاید نکل جائے۔ اور کیا لکھوں۔ آشا ہے تم پرسن ہو۔

سپریم

دھنپت رائے

بنام سری رام شرما[1]

دفتر "جاگرن"
سرسوتی پریس بنارس ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء
عزیزم سری رام جی

امید ہے کہ آپ بالکل اچھے ہوں گے اور بد ہضمی کا ہمت دار مقابلہ کر رہے ہوں گے۔

یہ (منسلکہ) خط آپ کے چھوٹے بھائی نے میرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں اسے آپ کے پاس روانہ کر دوں کیونکہ انہیں آپ کے موجودہ پتہ کا علم نہیں ہے۔

شاید بہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ہم "اکتوبر میں" "ہنس" کا کاشی نمبر نکال رہے ہیں۔

آپ کا مخلص دھنپت رائے

بنام اندرا لبا وڑا

بنارس ۱ر نومبر ۱۹۳۳ء

پریہ اندر

تمہارا پتر ملا۔ ابھی ابھی تمہارا "منیر خاں" پڑھ رہا تھا۔ اچھا ہے۔

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

چھاپوں گا لیکن بات یہ ہے کہ اتنے دوستوں کی رچنائیں آتی ہیں اور ان کا ایسا آگرہ ہوتا ہے کہ اکثر اچھی رچنائیں بھی دیر سے چھپتی ہیں۔ ہر ایک ڈاک سے دس بیس لیکھ آجاتے ہیں اور ان سب کو پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ منیر کا چتر سندر اور سوابھاوِک ہے۔ میں نے کبھی ایسے بڈھے دیکھے ہیں۔

شبیش کشل۔

تمہارا پریم چند

بنام جینندر کمار[1]

سرسوتی پریس 28-11-33

پریہ جینندر

تمہارا پتر ابھی ملا۔ پریاگ سے تم نے کیا بونڈ پتر لکھا تھا۔ بات یہ ہے کہ میں کئی دن سے پریس نہیں آیا کام پرائے بند تھا۔ اب سب کام ٹھیک ہو گیا ہے۔

"جاگرن" کا بھار میرے سر سے اترا جا رہا ہے۔ یہاں سے بابو سمپورنانند جی اُسے اردھ سپتاہک روپ میں نکالنے جا رہے ہیں۔ آشا ہے ۲، ۳ دن میں سب بات طے ہو جائے گی۔ "ہنس" بھی اب ۳ فارم اور رہ گیا ہے۔ اب ہندی ہم انک کو ۶ روپے کا دی۔ پی کریں تو مجھے ہوتا ہے کہ بہت سے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

پتر واپس آ گئے۔ اس انک پر لگ بھگ ۸۰۰ روپے سے ادھک خرچ ہو گئے۔ "جاگرن" کے گاہک نواب "ہنس" نہیں ملنے سے رہے۔ "ہنس" کے گاہکوں پر ہی سنتوش کرنا پڑے گا۔ مگر۔۔۔ اپرچوں میں سے آدھے نکل گئے تو مشکل پڑ جائے گی۔ اس لیے میں پھر دبدھے میں پڑ گیا ہوں۔ پرساد جی کی رائے ہے کہ جاگرن کے آدھار پر اُسی آکار کا اردھ ماسک نکالا جائے۔ اور ۶ روپے دام رکھا جائے۔ اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟ یہاں لوگوں کی رائے میں بنا چتروں کا پتر بڑی مشکل سے چلے گا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ نقصان سے جی ڈرتا ہے۔ سہنے کی شکتی نہیں رہی۔ اگر جاگرن میرا پلہ چھوڑتا ہے تو ابھی "ہنس" رہ جائے گا۔ اس میں تھوڑے سے اور پرشٹھ بڑھا کر جیوں کا تیوں نکالتا رہوں گا۔

جیسے تمہاری رائے ہے ویسی ہی میری رائے ہے۔ لیکن جنتا کی رائے شاید ایسی نہیں۔ وہ تو چتر چاہتی ہے۔ ساہتک پاٹھکوں کی سنکھیا اتنی ہے یا نہیں جو ہمارے پتر کا آدر کریں۔ اس وشئے میں بڑا انترت کھید ہو رہا ہے جو کچھ بھی ہو میں ایک سپتاہ کے اندر نرنے کر سکوں گا۔ اس وشئے پر پھر جلد ہی لکھوں گا۔

دھنپت رائے

بنام جینندر کمار

سرسوتی پریس بنارس سٹی 7-12-33

پریہ جینندر

کل ایک پتر لکھ چکا ہوں۔ پرساد جی کے ایک متر یہ جاننے کے لیے

بڑے اُتسک ہیں کہ 'دھاورش' نکل رہا ہے یا نہیں۔ اور یدی نہیں نکل رہا ہے تو کیوں؟ پہلے انک میں اس کا جیسا سواگت ہوا کیا اس کے سنچالک اسے نکالنا چاہتے ہیں۔ اگر کسی کارن سے وہ نہ نکالنا چاہتے ہوں۔ تو کیا وہ اس کے نکالنے کا اَدِھیکار کسی دوسرے کو دیں گے۔

کرپا کر کے اس کا جواب لوٹتی ڈاک سے دینا۔ وہ مہاشے دِلّی سے ایک پتر نکالنے کی بات سوچ رہے ہیں۔ اور دھاورش مل جائے تو اسے ہی لے لیں گے۔

بھَوَدِیہ   دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

سرسوتی پریس   16-12-33

پریہ جینندر

تمہارا پتر کئی دن ہوئے مل گیا تھا۔ اس کے پہلے والا پتر بھی کاغذوں میں کھوجنے سے مل گیا۔

"جاگرن" سابق دستور چل رہا ہے۔ بابو سمپورنانند کو شاید ان کے مِتروں نے مدد نہیں دی۔ اب میں اس کو بند کرنے کی فکر میں ہوں۔ اس کے پرشٹھ گھٹا دیے ہیں۔ اس روپ میں شاید اس سے زیادہ نقصان نہیں ہو۔ پھر بھی جھنجھٹ تو ہے ہی۔

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

'ہنس' کی تمہاری اسکیم سا ہس چاہتی ہے۔ اور جو اس وقت حالت ہے۔ اس میں وہ اسکیم بڑی مشکل سے چلے گی۔ کاغذ والوں کے کافی روپے باقی ہیں۔ اور کوئی نئی چال چلنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ نئی اسکیم کے انوسار ترنت ہی ۳۰۰۰ روپے مہینے کا خرچ بڑھ جاتا ہے۔ پہلے سے پاٹھکوں کو کچھ کہا بھی نہیں گیا۔ اور ایک بار کے کہنے سے کوئی اثر بھی نہ پڑے گا بار بار کہنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے اس ٦ مہینوں میں تو ہمیں زمین تیار کرنی چاہیے۔ ابھی مجھے کوئی اسکیم پیش کرنے کا منہ بھی تو نہیں ہے اکتوبر، نومبر کا سنیُکت انک ابھی نہیں نکلا۔ آج ٦ر دسمبر بھی ہو گئی۔ ابھی ۵ و ٦ دن سے کم نہ لگیں گے۔ ایسی دشا میں پاٹھکوں سے سہانوبھوتی یا سہیوگ کی کھادنا میں نہیں کرتا۔ آدھے دی۔ پی کہیں لوٹ آویں۔ بچے تو یہ ہے۔ سارا دارومدار وی۔ پی پر ہے۔ اگر اس سے کچھ بوجھ ہلکا ہو گا تو پھر سا ہس بڑھے گا۔ دسمبر کا انک اسی مہینے میں نکل جائے گا۔ جنوری کا انک ادھک سے ادھک ۱۰ تک نکال دینا چاہتا ہوں۔ یہ سب ہو جائے تو اپریل سے آکار بڑھانے کی بات چلے۔

یہاں بیرا ابھی پٹنے میں ہی ہے۔ اس نے پستکوں کے آرڈر بھیجے تھے پرسدھ ناشر کی پستکیں ہیں۔ اور کتنی ہی یہاں ملتی بھی نہیں۔ اور ان پر کمیشن بھی بہت کم ملتا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا ہے۔ کیا کمیشن دینے کا وچن دے چکے ہیں۔ جواب آنے پر پستکیں جمع کر کے بھیجی جائیں گی۔

'سیوا سدن' کے رِشتے میں تم نے پوچھا۔ بمبئی کی ایک کمپنی نے کچھ بات چیت کی تھی۔ اسی کا یہ طومار باندھ دیا۔ انہوں نے مجھے ۷۵۰ روپیہ آفر بھی کیا تھا۔ میں نے ۷۵۰ روپیہ ہی بہت غنیمت سمجھا۔ منظور کر لیا۔ لیکن روپے

نہیں ملے۔

"کرم بھومی" کے انوواد کے ۴۰۰ روپے ایک گجراتی پرکاشک سے طے ہوئے تھے۔ دیوالی کے بعد روپے بھیجنے کا وعدہ تھا۔ مگر وہ بھی چُپ سادھ گئے۔ دو خط بھی لکھے، جواب ندارد۔

اور بھی کئی جگہ سے روپیہ ملنے کی آشا تھی۔ پر کہیں سے کوئی خبر نہیں ہے۔ اس سے کوئی RISKY کام کرنے اور بھی ہچکچاتا ہوں۔

اور تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ سڑ پڑ چلا جاتا ہوں۔

تمہارا   دھنپت رائے

بنام مانک لعل جوشی[1]

سرسوتی پریس بنارس شہر ۲۰ / دسمبر ۱۹۳۳ء

جناب من!

آپ کا خط اور "کومودی" کا شمارہ دونوں ملے۔ میرے اور "کرم بھومی" کے متعلق جو مضمون چھپا ہے اسے میں پڑھ چکا ہوں۔ ہر مضمون نگار کو کسی بھی مصنف کو پسند یا ناپسند کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ اس سلسلے میں مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ مسٹر کشن سنگھ کو شاید یہ خیال ہو گیا ہے کہ میں نے اپنے نام کے ساتھ "اُپنیاس سمراٹ" کا لقب خود جوڑا ہے حالانکہ مجھے اِس لقب سے جتنی سخت نفرت ہے۔ اُتنی کسی اور کو نہیں

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

ہو گی۔ میں نے کبھی کسی کو مجھے اس نام سے پکارنے کی ترغیب نہیں دی
اور مجھے نہیں معلوم کہ یہ لقب کس طرح میرے نام کے ساتھ وابستہ ہو گیا
اور اسے کیوں بار بار دہرایا جاتا ہے؟ موازنے ہمیشہ غیر منصفانہ اور ناگوار
ثابت ہوتے ہیں۔ مسٹر کشن سنگھ کا یہ کہنا حق بجانب ہے کہ جو لوگ گالزوردی
GALSWORTHY اور ٹالسٹائے اور دوسرے بڑے ادیبوں سے
مرا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ یقیناً میرے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں۔ مجھے اپنے
متعلق اس طرح کی کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔ لیکن اگر دوسرے اِس طرح کی
باتیں کریں تو اُنہیں میں کیسے روک سکتا ہوں؟

مسٹر کشن سنگھ کی رائے شاید دُرست ہو کہ میری اکثر کہانیاں دبی
دبی سی ہوتی ہیں اور اِن میں کوئی حسن نہیں ہوتا۔ شاید انہوں نے ترجمہ
کے لیے جو کہانیاں منتخب کی ہوں وہ ایسی ہوں اِس کے بارے میں میں کیا
کہہ سکتا ہوں؟ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو میکسم گورکی اور ٹالسٹائے کو
بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ میں انکسار سے صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ اپنی
صلاحیتوں کے مطابق جو کچھ لکھ سکتا تھا لکھا ہے۔ اِس سے زیادہ میرا
کوئی دعویٰ نہیں ہے۔

مسٹر کشن سنگھ کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ "کرم بھومی" ایک قومی
تحریک کے پس منظر میں لکھی گئی ہے۔ وہ شاید بھول گئے کہ دُنیا کی تقریباً
تمام عظیم ناولوں کا ایک سماجی مقصد رہا ہے یا وہ کسی عظیم تحریک کے
پس منظر میں لکھی گئی ہیں۔ ٹالسٹائے کے ناول "وار اینڈ پیس" ہی کو لیجیے
ماسکو پر نپولین کے حملہ کی تاریخ کے سوائے کیا ہے؟ لیکن ٹالسٹائے نے
اپنے ناول کے صفحات سے اس جنگ کو زندۂ جاوید کر دیا ہے۔ اُس نے

کردار اور واقعات اس طرح پیش کیے ہیں کہ انسانی فطرت کے پوشیدہ گوشے سامنے آجاتے ہیں۔ ناول میں کرداروں کے ارتقاء کی سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ اور اگر ناول نگار اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جائے تو پھر اُسے نقاد کے قلم کا ڈر نہیں رہ جاتا۔ اگر مصنف لطیف و عمیق جذبات کی عکاسی کرے تو وہ مدت مدید تک زندہ رہنے کا مستحق ہے۔ کیونکہ لطیف و عمیق انسانی احساسات ابدی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ مصنف کا پس منظر کیا ہے؟

کچھ عرصہ ہوا مسٹر آر کیا دیا نے مجھے لکھا تھا کہ انہوں نے "کومودی" میں میری تحریروں کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ یہ مضمون نظر سے نہیں گزرا۔ کئی گجراتی دوستوں نے "کرم کھوجی" کی تعریف کی ہے۔ مراٹھی اخباروں نے بھی اچھے تبصرے کیے ہیں۔ "کیسری" نے تو بہت تعریف کی ہے۔ میرے خیال میں ان لوگوں نے صرف میری خوشنودی کے لیے میری تعریف نہیں کی ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے شروع ہی میں کہا ہے کہ ہر شخص کو اپنی رائے لکھنے اور اسے ظاہر کرنے کا حق ہے۔ دُنیا کی کوئی اچھی تصنیف اعتراضات سے نہیں بچی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی گجراتی ادیب میرے ساتھ انصاف کرے گا اور مجھے بہتر طور پر گجراتی عوام کے سامنے پیش کرے گا ہندی کے ایک دو اخباروں نے میرے خلاف ایک مہم شروع کر دی ہے یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ادبی حلقہ بھی ذاتی تعصبات کا شکار ہو گیا ہے۔ یہاں بھی پارٹیاں اور گروہ بندیاں ہیں۔ اگر آپ ایک پارٹی کے مزاج ہیں تو یقین جانیے کہ دوسرا فریق آپ کو اس ممنوعہ میدان میں قدم رکھنے کی سزا دے گا۔ الہ آباد کے رسالہ "سرسوتی" نے میرے خلاف ایک مضمون لکھا ہے

اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر کشن سنگھ اس مضمون سے متاثر ہوئے ہیں۔ آپ "کرم بھومی" کے ترجمہ کا کام مسٹر کشن سنگھ کو سونپ دیں شاید اُنہیں سکون حاصل ہو جائے۔ بالکل ممکن ہے کہ یہ کام نہ ملنے کی وجہ سے وہ خفا ہو گئے ہوں۔ اچھی تشہیر پر ہی کامیابی کا دارومدار ہے۔ اس لیے آپ کو ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ جیسے ہی "کرم بھومی" چھپ کر آئے کئی رسالے اور ادیب اُس پر تبصرے کریں۔ اِس طرح اس کی کامیابی یقینی ہے اور اس کا تجربہ تو خود آپ کو بھی ضرور ہوگا۔

مخلص پریم چند

بنام دیا نرائن نگم

سرسوتی پریس بنارس ۹ ؍جنوری ۱۹۳۴ء

بھائی جان، تسلیم۔ محبت نامہ ملا۔ میں آج ہی آپ کو لکھنے جا رہا تھا۔ عزیز برج نرائن کی کامیابی پر تہ دل سے مبارکباد۔ میں گزشتہ نومبر میں جس وقت لکھنؤ گیا ہوا تھا۔ تو میری ماسٹر کرپا شنکر صاحب سے ملاقات ہوئی تھی جو ڈاکٹر صاحب کے چچیرے بھائی ہیں۔ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب اپنی صاحبزادی کو بی۔ اے تک لے جانا چاہتے ہیں۔ تب سے نہ میں لکھنؤ گیا۔ نہ موقع آیا۔ اب میں کنا یتاً ماسٹر کرپا شنکر سے دریافت کر کے آپ سے عرض کروں گا۔ واہ آپ بھی کیا کہتے ہیں۔ میں اس طرح ذکر کروں گا جس پر کسی طرح کا گمان نہ ہو۔

میری حالت بدستور ہے۔ ہنس کا کاشی نمبر تو آپ کو مل گیا ہے؟

آپ ذرا اسکی تنقید کروا دیجیے گا۔ اس نمبر پر میرے تقریباً بارہ سو روپے خرچ ہو گئے۔ چار سو روپے کا تو کاغذ لگ گیا۔ دو سو کے بلاک اور ساڑھے چار سو چھپائی۔ محصول ڈاک وغیرہ میں دو سو خرچ ہو گئے۔ خیال تھا کہ اس نمبر سے پرچہ کی اشاعت میں معقول اضافہ ہو گا۔ اندازہ تھا کہ دو ڈھائی سو خریدار بڑھ جائیں گے مگر نتیجہ بالکل برعکس، پانچ سو وی۔ پی گئے تھے۔ ان میں تین سو واپس آ گئے۔ دفتر میں خستہ حال رسالوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ سات سو روپے ملے مگر کاغذ والوں کے دو ہزار باقی تھے۔ بہ مشکل پانچ سو دے سکا۔ ڈیڑھ ہزار کاغذ کا باقی پڑا ہوا ہے پس یوں سمجھ لیجیے کہ بدھیا بیٹھ گئی۔ بڑی کراری چپت پڑی چوندھیا گیا ہوں۔ لیڈر پریس والوں سے گفتگو کر رہا ہوں۔ کہ وہ میرے سارے کاروبار کو اپنے میں شامل کر لیں۔ دو دفعہ رائے کرشن جی سے مل بھی چکا ہوں۔ ہمت پست ہو گئی ہے۔ اس چار سال میں دونوں رسالوں کے پیچھے چار ہزار سے زیادہ نقصان اٹھا چکا۔ محنت جو صرف کی وہ الگ پریس کو جو خسارہ ہوا وہ الگ، بات یہ ہے کہ میں اس کام میں بلا سوچے سمجھے کود پڑا۔ جہاں سے روپیہ مل سکا وہ لگا دیا۔ بابو رگھوپت سہائے سے روپے لیے تھے۔ ابھی تک ان کے چار سو روپے مجھ پر آ رہے ہیں۔ جس کا وہ سخت تقاضا کر رہے ہیں۔ عجیب پریشانیوں میں مبتلا ہوں اس لیے جس توجہ سے کام کرنا چاہیے وہ نہ دے سکا۔ گھر پر لٹریری کام کرتا ہی ہوں اس کام کو تفریح کے طور پر کرتا رہا۔ اور تفریح تو خرچ کی چیز ہے ہی۔ تجارت تو دل و جان دونوں چاہتی ہے۔ کئی بار جی میں آیا کہ آپ کو تکلیف دوں۔ لیکن محض اس خیال سے کہ آپ خود اپنی پریشانیوں میں

مبتلا ہیں، جرأت نہ ہوئی۔ لیکن اب اپنے وسائل کی آخری سیڑھی پر ہوں اور مجھے انتہائی مجبوری کی حالت میں لکھنا پڑتا ہے کہ میری ضرورت کو اتنا ہی شدید سمجھیے۔ جتنا آپ خود اپنی ضرورت کو سمجھتے ہیں۔ آیندہ اکتوبر میں آپ روپے دیں گے ہی۔ اگر جنوری فروری میں پانچ سو روپے بھی دے سکیں، تو میں شرمندگی سے بچ جاؤں۔ باقی اکتوبر میں دے دیجیے گا۔ آپ اس حالت میں ہیں کہ آپ کچھ انتظام کر سکتے ہیں کہ آپ کا کریڈٹ اب بدرجہا زیادہ ہو گیا ہے۔ میرا کہیں کریڈٹ نہیں۔ مجھ پر تو جیرنجی لال کی ڈگری ہو چکی ہے۔ جس کی اطلاع میں دے چکا ہوں۔ اسی کا نمبر پڑا لنا آتا تھا۔ مگر وہ نمبر آیا اور نکل گیا۔ مگر روپوں کی بارش تو کیا اوس بھی نہ ٹپکی۔ کل ملا کر غالباً ایک ہزار سے زائد کا معاملہ ہے۔ اگر اس وقت نصف بھی مل جاتا تو چار یا پانچ مہینے کے لیے مہلت مل جاتی۔ اس درمیان میں شاید لیڈر پریس سے معاملہ ہو جائے۔ مگر اس حالت میں بھی تو مجھے اپنے مطالبات ادا کرنے ہی پڑیں گے۔ میں یہ نہیں مان سکتا کہ آپ میری مدد کرنا چاہیں، تو نہ کر سکیں۔ ہاں میری ضرورت کو محسوس ہی نہ کریں تو دوسری بات ہے۔

اور کیا عرض کروں۔ بیٹی یہیں ہے۔ دسمبر کی چھٹیوں میں اس کا شوہر آیا تھا۔ مگر ہم لوگوں نے اسے رخصت نہیں کیا۔ غالباً مارچ میں جائے گی۔ بڑے صاحبزادے اب کی ایف۔ اے کا امتحان دے رہے ہیں لیکن اوسط درجہ میں ہیں۔ ذہانت کی کوئی خاص علامت نظر نہیں آتی۔ چھوٹا زیادہ ذہین ہے۔ مگر ابھی آٹھویں میں ہے۔ آپ لڑکیوں کے اعتبار سے پدریت کے جس درجہ میں ہیں۔ میں لڑکوں کے اعتبار سے

اسی درجہ میں ہوں۔ اس وقت مجھے ان خرخشوں سے نجات مل جانا چاہیے تھا تاکہ کسی گوشہ میں بہ اطمینان پڑا ہوا کچھ لکھا پڑھا کرتا۔ مگر یہاں ابھی بچے پال رہا ہوں۔ جو کام چالیس کی عمر میں ہونا چاہیے تھا وہ اب پچپن سالے میں ہو رہا ہے۔ جب آدمی پنشنر ہو جاتا ہے۔

امید ہے آپ میری داستان غم پر آنسو کی دو ننھی بوندیں گرادیں گے۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ دانت میں درد نہیں ہو رہا ہے۔ اور بچے خوش ہیں۔

احقر دھنپت رائے

بنام اندر لبا وڑا [۱]

بنارس جنوری

پریہ کہا ئی

تمہاری پُستک مجھے بمبئی سے ملی۔ میں پڑھ چکا۔ مجھے بہت پسند آئی۔ سچ ہے تمہارے دل میں اچھوتوں کے پرتی کتنا پریم بھرا ہے۔ کلا، کہانی، چرِتر چِترن سب درِشٹی سے پُستک عام ہے۔

وِنیت پریم چند

---

[۱] اصل خط ہندی میں ہے۔

بنام بنارسی داس چترویدی[1]

دفتر "جاگرن"
بنارس ۱۸؍ جنوری ۱۹۳۴ء
محترم بنارسی داس جی

شکریہ۔ وہ اقتباس میں نے "جاگرن" میں دے دیا ہے اور پرسوں سنیچر کو شائع ہو جائے گا۔ کیا آپ نے وہ مضمون دیکھا جو میں نے مسٹر نرمل کے جواب میں "جاگرن" میں شائع کیا تھا۔ جس وقت بابو شیو پوجن سہائے پندرہ روزہ "جاگرن" نکالتے تھے جاگرن سے میرا کچھ اختلاف ہو گیا تھا۔ پنڈت نند دلارے باجپئی نے کچھ لکھا تھا اور یہ اختلاف اس سلسلہ میں پیدا ہوا تھا۔ اُس وقت مسٹر نرمل نے "جاگرن" میں اشاعت کے لیے ایک مضمون لکھا تھا جس میں انہوں نے میری تصنیفات کا مذاق اڑاتے ہوئے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں مزید لکھنا بند کر دوں کیوں کہ میں فرسودہ قسم کا آدمی ہوں۔ اور میرا دور گزر چکا ہے شیو پوجن سہائے نے یہ مضمون شائع نہیں کیا تھا۔ بعد میں "جاگرن" جب میرے ہاتھ میں آیا تو ان ہی نرمل صاحب نے اپنے ایک مضمون میں مجھے آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ میں نے وہ مضمون شائع کر دیا۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت کس قسم کے انسان واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں برہمنوں کے طبقہ کا مذاق اڑاتا ہوں جس کی وجہ صرف

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

یہ ہے کہ میں نے نام نہاد پجاریوں، مہنتوں اور مذہبی آوارہ گردوں کی مکاریوں کا مذاق اڑایا تھا۔ زل صاحب ایسے لوگوں کو برہمن کہتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ایسے لوگوں سے شریف اور معزز برہمنوں کی کس قدر بدنامی ہوتی ہے۔ میرے نزدیک برہمن وہ ہے جو سیوا اور تیاگ کو اپنا شیوہ بنائے خواہ وہ کسی ذات میں پیدا ہوا ہو۔ میں ان پجاریوں اور پنڈوں کو جو تصنع اور اندھی اصول پرستی کو اپنا شعار بنا کر سادہ لوح ہندوؤں کے عقائد سے کھیلتے ہیں، ہندو سماج پر ایک لعنت سمجھتا ہوں اور میرے خیال میں یہی لوگ ہمارے زوال کا سبب ہیں۔ ایسے لوگ مذاق اڑائے جانے ہی کے مستحق ہیں۔ اور میں نے یہی کیا ہے۔ مسٹر زل اور ان کے جیسے لوگ خود کو قوم پرست ظاہر کرتے ہیں لیکن ان کے دل پنڈوں اور مہنتوں کی تمام کمزوریوں سے آلودہ ہیں اور ہم جیسے لوگوں کو کوستے ہیں جو ایک بہتر نظامِ زندگی وجود میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کس معاملہ میں ثالثی کرنے والے ہیں۔ اور میرے خلاف کیا الزامات ہیں؟ کیا یہ معاملہ ان ہی کہانیوں سے متعلق تو نہیں جن میں میں نے ان مکار لوگوں کا مذاق اڑایا تھا۔ آپ ان کہانیوں کو ضرور پڑھیے۔ کہانیاں بہت زیادہ نہیں ہیں۔ مذاق اڑانے کے لیے مبالغہ ضروری ہے اور میں نے یہی کیا ہے۔ یہ اچھے مزاح کی مثال ہے جس میں بغض، عداوت یا نفرت کا نام بھی نہیں ہے۔

میرا کام کچھ اچھا نہیں چل رہا ہے۔ اس سال کوئی دو ہزار روپیہ کا گھاٹا رہا جس سے میری ہمت بالکل ٹوٹ گئی ہے۔ میں اس پریس اور اشاعت کے کام کو "لیڈر" پریس کے حوالے کرنے کے لیے

بات چیت کر رہا ہوں۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔
امید ہے کہ آپ اچھے ہوں گے۔
آپ کا مخلص دھنپت رائے

بنام اپیندر ناتھ اشک

سرسوتی پریس کاشی ۱۳ فروری ۱۹۳۴ء

پریہ اپیندر ناتھ جی

آشیر واد۔ ایک مدت کے بعد تمہارا خط ملا جسے پڑھ کر دونی چنتا پیدا ہو گئی۔ لیکھکوں کے لیے یہ بڑی آزمائش کا زمانہ ہے، خاص کر جب صحت خراب ہو جائے۔ ہندی میں اخباروں کی حالت اردو سے بہتر نہیں ہے۔ میں خود دو اخبار نکال رہا ہوں اور دونوں میں برابر گھاٹا آ رہا ہے یہاں تک کہ اب جی بےزار ہو گیا ہے۔ چاہتا ہوں کہ کسی طرح خوبصورتی سے نجات پا جاؤں۔ آپ کو میں اس کے سوا اور کیا مشورہ دے سکتا ہوں کہ دس پانچ افسانے ہندی میں نکل جانے دیجیے۔ اس کے بعد غالباً آپ سے ایڈیٹر صاحبان افسانے مانگنے لگیں گے۔ اور شاید کچھ ملنے بھی لگے۔ مگر حالت نہایت حوصلہ پست کرنے والی ہے۔ بک سیلروں کا تجربہ آپ کو جیسا کڑوا ہوا اس سے زیادہ کڑوا مجھے ہو رہا ہے۔ وہ تیرتھ رام میرے ڈیڑھ سو روپے دبائے بیٹھا ہے۔ پچاس روپیہ محض اخبارات کے اس کے ذمہ نکلتے ہیں۔ مگر دینے کا نام نہیں لیتا۔ ایک دوسرا ایک سیلم لاہور ہی میں میرے قریب سات سو روپے ہضم کرنا چاہتا ہے۔ اخبارات

کا یہ حال ہے اور بک سیلروں کا یہ حال۔ بیچارا لیکھک کیا کرے۔ میں نے
تمہارا افسانہ 'ہنس' میں دے دیا ہے۔ کہیں کہیں زبان کی اصلاح کرنی
پڑی مگر دس پانچ افسانے نکلے بغیر کتاب کے نکلنے میں دقت ہوگی۔ اور
کیا لکھوں۔ مجھ سے تمہاری جو کچھ امداد ہو سکتی ہے اس کے لیے
حاضر ہوں۔

شبھ آکانکشی   پریم چند

بنام ایڈیٹر "نیرنگِ خیال"

سرسوتی پریس بنارس فروری ۱۹۳۴ء

میرے قصے اکثر کسی نہ کسی مشاہدہ یا تجربہ پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس
میں میں ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر محض واقعہ کے
اظہار کے لیے میں کہانیاں نہیں لکھتا۔ میں اس میں کسی فلسفیانہ یا جذباتی
حقیقت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ جب تک اس قسم کی کوئی بنیاد نہیں ملتی
میرا قلم ہی نہیں اٹھتا۔ زمین تیار ہونے پر میں کرکٹروں کی تخلیق کرتا ہوں
بعض اوقات تاریخ کے مطالعہ سے بھی پلاٹ مل جاتے ہیں۔ لیکن کوئی
واقعہ افسانہ نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ کسی نفسیاتی حقیقت کا اظہار نہ کرے۔
میں جب تک کوئی افسانہ اول سے آخر تک ذہن میں نہ جماؤں لکھنے
نہیں بیٹھتا۔ کرکٹروں کا اختراع اس اعتبار سے کرتا ہوں کہ اس افسانے
کے حسب حال ہوں۔ میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ افسانے کی بنیاد
کسی پُر لطف واقعہ پر رکھوں۔ اگر افسانے میں نفسیاتی کلائمکس موجود

ہوں تو خواہ وہ کسی واقعہ سے تعلق رکھتا ہو میں اس کی پرواہ نہیں کرتا
ابھی میں نے ہندی میں ایک افسانہ لکھا ہے، جس کا نام ہے "دل کی رانی"
میں نے تاریخ اسلام میں تیمور کی زندگی کا ایک واقعہ پڑھا تھا جس میں حمیدہ
بیگم سے اس کی شادی کا ذکر ہے۔ مجھے فوراً اس تاریخی واقعہ کے ڈرامائی
پہلو کا خیال آیا۔ تاریخ میں کلائمکس کیسے پیدا ہو۔ اس کی فکر ہوئی۔ حمیدہ
بیگم نے بچپن میں اپنے باپ سے فنِ حرب کی تعلیم پائی تھی اور میدانِ جنگ
میں کچھ تجربہ بھی حاصل کیا تھا۔ تیمور نے ہزارہا ترکوں کو قتل کر دیا تھا۔
ایسے دشمنِ قوم سے ایک ترک عورت کس طرح مانوس ہوئی؟ یہ عقدہ
حل ہونے سے کلائمکس نکل آتا تھا۔ تیمور وجیہہ نہ تھا۔ اس لیے ضرورت
ہوئی کہ اس میں ایسے اخلاقی اور جذباتی محاسن پیدا کیے جائیں جو ایک
عالی نفس خاتون کو اس کی طرف مائل کر سکیں۔ اس طرح وہ قصہ
تیار ہو گیا۔

کبھی کبھی سُنے سُنائے واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر افسانہ کی
بنیاد آسانی سے رکھی جا سکتی ہے، لیکن کوئی واقعہ محض لچھے دار اور
حیثیت عبارت میں لکھنے اور انشا پردازانہ کمالات کی بنا پر افسانہ نہیں
ہوتا۔ میں ان میں کلائمکس لازمی چیز سمجھتا ہوں اور وہ بھی نفسیاتی
یہ بھی ضروری ہے کہ افسانے کے مدارج اس طرح قائم کیے جائیں کہ
کلائمکس قریب تر آتا جائے۔ جب کوئی ایسا موقع آجاتا ہے جہاں ذرا
طبیعت پر زور ڈال کر ادبی یا شاعرانہ کیفیت پیدا کی جا سکتی ہے
تو میں اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہی
کیفیت افسانہ کی روح ہے۔

میں سست رفتار بھی ہوں، مہینے بھر میں شاید میں نے دو افسانوں سے زائد نہیں لکھے۔ بعض اوقات تو مہینوں کوئی افسانہ نہیں لکھتا۔ واقعہ اور کیرکٹر تو سب مل جاتے ہیں، لیکن نفسیاتی بنیاد بمشکل ملتی ہے یہ مسئلہ حل ہو جانے پر افسانہ لکھنے میں دیر نہیں لگتی۔ مگر ان چند سطور سے افسانہ نویسی کے حقائق نہیں بیان کر سکتا۔ یہ ایک ذہنی امر ہے۔ سیکھنے سے بھی لوگ افسانہ نویس بن جاتے ہیں، لیکن شاعری کی طرح اس کے لیے بھی اور ادب کے ہر شعبہ کے لیے کچھ فطری مناسبت ضروری ہے۔ فطرت آپ سے پلاٹ بناتی ہے، ڈرامائی کیفیت پیدا کرتی ہے، تاثر لاتی ہے، ادبی خوبیاں جمع کرتی ہے، نادانستہ طور پر آپ ہی آپ سب کچھ ہوتا رہتا ہے۔ ہاں قصہ ختم ہو جانے کے بعد میں اسے خود پڑھتا ہوں، اگر اس میں مجھے کچھ ندرت، کچھ جدت، کچھ حقیقت کی تازگی، کچھ حرکت پیدا کرنے کی قوت کا احساس پیدا ہوتا ہے تو میں اسے کامیاب افسانہ سمجھتا ہوں ورنہ سمجھتا ہوں فیل ہو گیا۔ حالانکہ فیل اور پاس دونوں افسانے شائع ہو جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب افسانے کو میں نے فیل سمجھا تھا اُسے احباب نے بہت زیادہ پسند کیا اس لیے میں اپنے معیار پر زیادہ اعتبار نہیں کرتا۔

پریم چند

بنام جینندر کمار[1]

جاگرن آفس 16-2-34

پریہ جینندر

نہیں جانتا، تم سے کن شبدوں میں چھما مانگوں۔ اور اپنی چپّی کا کیا بہانہ کروں۔ کاشی انک نکلا۔ ۴۰۰ وی۔ پی گئے ۱۷۵ وصول ہوئے ۲۲۵ واپس آئے۔ بس بدھیا بیٹھ گئی۔ میرا اندازہ تھا کہ ۳۰۰ وی پی ضرور وصول ہوں گے۔ اس واپسی کا نتیجہ یہ کہ کاغذ والے کو ۱۳۰۰ روپے میں کچھ ۳۰۰ روپے ہنس' کا۔ ایک ہزار پورے اس کے سر پر سوار ہیں۔ 'جاگرن' کے کاغذ والے کا بھی ایک ہزار سے کچھ اوپر ہی چڑھا ہوا ہے۔ جو جو باتیں سوچی تھیں وہ سب غائب ہو گئیں۔ ایسی حالت میں کیا کوئی پروگرام باندھوں؟ کیا کروں؟ تمہیں معلوم ہو گا کچھ دنوں سے لیڈر پریس والوں سے اس سارے سنکٹ کو مٹا دینے کا پرستاو تھا۔ بیچ میں وہ پرستاو استھگت کر دیا تھا۔ پر جب ایسی پرستھتی آ پڑی ہے تو اب اس کے سوا کوئی راہ نہیں کہ کس طرح اس جھگڑے سے گلا چھڑا کر بھاگ نکلوں۔ لیڈر کو ایک پرستاو لکھ بھیجا ہے۔ وہ یہاں ۸ ار کو آنے والے ہیں۔ آشا کرتا ہوں کہ اس دن یہ معاملہ طے ہو جائے گا۔ پہلے ارادہ تھا 'ہنس' انہیں دے دوں اور پریس چلاتا رہوں۔ لیکن وِپتی کی جڑ تو یہ پریس ہے۔ نہ جانے کسی بُری ساعت

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

میں اس کی بنیاد پڑی تھی۔ ۱۰ ہزار روپے اور گیارہ سال کی محنت اور پریشانی اکارت گئی۔ اسی پریس کے پیچھے کتنے متروں سے بُرا بنا۔ کتنوں سے وعدہ خلافی کی۔ کتنا بہومولیہ سمے جو لکھنے پڑھنے میں کٹتا۔ بیکار پروف دیکھنے میں کاٹا۔ میری زندگی کی یہ سب سے بڑی غلطی ہے۔

مہادیو پرساد نے کچھ کتابیں بیچیں۔ ۱۳۰ روپے لائے بھی تھے۔ پھر پٹنہ واپس گئے۔ اور اِدھر کچھ حال احوال نہیں لکھا۔ معلوم ہوا کہ ریلیف کے کام میں شریک ہیں۔ ۳۰۰ کی نئی کتابیں بک سیلروں کو دے چکے ہیں۔ وصول کر پاتے ہیں یا وہ بھی ڈوبتا ہے۔ رام جانے۔

لاہور میں میرے لگ بھگ ۱۰۰۰ اور دو کتابوں کے باقی تھے۔ برسوں کے تقاضے کے بعد اب معلوم ہوا کہ ان سے روپے وصول نہیں ہو سکتے۔ نالش کرنے پر شاید کچھ نکلے۔

ایک خوشخبری یہی ہے کہ سیوا سدن کا فلم ہو رہا ہے۔ اس پر مجھے ۷۵۰ روپے ملے۔ اگر اس تنگی میں بھی روپے نہ مل جاتے تو نہ جانے کیا دُرشا ہوتی۔ ایشور ہی جانے۔ لیکن تنگی میں جب کوئی رقم ہاتھ آ جاتی ہے تو وہ ساری ضرورتیں جو مُنہ دبائے پڑی تھیں، یکایک چیخ مارنے لگتی ہیں۔ کسی کے پاس کپڑے نہیں ہیں۔ کسی کے پاس جوتے نہیں ہیں۔ فلاں کی لڑکی کی شادی کے لیے کچھ دینا چاہیے۔ غرض وہ روپے دو چار دن میں ہوا ہو جاتے ہیں۔ وہی یہاں ہو رہا ہے۔ اسی میں تمہارا بھی تھوڑا سا حصہ ہے۔ لیڈر سے اگر بات چیت طے ہو گئی۔ تو میں پرستاو کروں گا۔ کہ وہ تمہیں سنس کا ایڈیٹر بنا دیں۔ وہ لوگ اسے زیادہ شان کے ساتھ نکال سکیں گے اور تمہیں اپنے وچاروں کو کاریہ روپ میں لانے کا اوسر مل جائے گا۔

اور میں ایکانت میں بیٹھ کر کچھ تھوڑا بہت لکھ لیا کروں گا۔ اس جھمیلے میں تو لکھنا ایک طرح سے بند ہی ہو گیا ہے۔ تب تمہاری پستکیں جھٹ سے نکلیں گی۔ اور ان پر رائلٹی ملے گی۔

اور کیا لکھوں۔ ۱۲ دن بمبئی رہا۔ پریمی جی سے ملا۔ ان کے یہاں بھوجن کیا۔ بے چارے بہت بیمار تھے، مر کر جیے۔ اب بھی بہت کمزور ہیں۔ اس کے بعد جو پتر لکھوں گا۔ اس میں یہاں کے DEVELOPEMENT کا پورا برتانت ہوگا۔ بھونیشور جی خوب لکھتے ہیں۔ اور ساہتیہ کے رسک ہیں۔

تمہارا دھنپت رائے

ع[۱]

بنام جینیندر کمار

ہنس آفس

سرسوتی پریس بنارس سٹی 16-4-1934

پریہ جینیندر

پتر لکھنے ہی جا رہا تھا۔ کہ تمہارا خط مل گیا۔ میں نے . . . ٭[۲] . . . جی کو پتر لکھا تھا۔ اور جس روپ میں انہوں نے اسکیم کو میرے سامنے رکھا تھا۔ وہ مجھے اس وجہ سے پسند آئی تھی کہ اس میں . . . ٭ . . . کی کوئی پریشانی نہیں تھی۔ جما جمایا کام تھا۔ کیول ذمہ داری میرے سر سے ہٹ جاتی تھی۔ لیکن ان کا جو جواب آیا ہے۔ وہ کچھ سنتوش کے لائق نہیں ہے۔

ع[۱] اصل خط ہندی میں ہے۔ ع[۲] ٭۔ اصل خط میں یہ الفاظ مٹ چکے ہیں۔

خیر۔ میں تو اس کام سے تنگ آ گیا ہوں۔ اور کوئی سہیوگ کھوج رہا ہوں۔ کیول سا ہتیک سہیوگ نہیں۔ بلکہ کاروباری سہیوگ بھی۔ اگر ہمارا ساہتیک اور کسی بزنس مین کا کاروباری سہیوگ پراپت ہو جائے تو میں اپنے سر سے بوجھ ٹال کر ہٹ جاؤں۔ اگر واتسائن جی بھی مل جائیں تو اور بھی اچھا۔ ڈرتا بھی ہوں۔ کہ یہاں سے بھاگ کر دلی پہنچوں اور وہاں پھر یہی رونا رہے تو افسوس ہو کہ ناحق آئے۔

دیش بندھو جی والے پرپوزل کو کیوں تم نے اسویکار کر دیا۔ اگر پلیے . . . . * کے شرطوں پر کام کیا جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہمیں دھوکا ہو۔ کسی کی PERSONALITY سے کیوں جھجک؟ ہمیں تو کام کرنے کے لیے سہیوگ چاہیے۔ وہ جہاں سے بھی ملے۔ اسے لو۔ دیش بندھو بزنس مین ہیں۔ اس میں تو سندیہ ہے ہی نہیں۔

لیڈر والوں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔ یہی ۲۰ تاریخ ان کے فیصلے کی ہے۔ اگر ڈائرکٹروں نے انوکول رائے دی تو کام ہو جائے گا اسی لیے ابھی تک اپریل کا 'ہنس' پریس میں نہیں دیا۔ ان کا جواب مل جائے پر 'ہنس' پریس میں جائے گا۔

علی گڑھ میں دعوتیں کھانے کے سوائے اور کچھ نہ ہوا۔ ہماری اسکیم کو لوگوں نے پسند تو بہت کیا۔ مگر ان دنوں یونیورسٹی بند تھی۔ اور اولڈ بوائز ایسوسی ایشن OLD BOYS ASSOCIATION کے جلسے ہو رہے تھے۔ اس سے کچھ بولنے کا اوسر نہ ملا۔ ہاں ان لوگوں نے جس طرح میرا سواگت کیا۔ اس سے میرا چت بہت پرسن ہوا۔ مجھے آشچریہ ہوا کہ وہاں کتنی ہی مسلم لڑکیاں پردہ نہیں کرتیں اور وہ سب میری نئی ہی سے نئی اردو رچناؤں

کتاب 'غبن' پڑھ چکی تھیں۔ میں نے پلاؤ اور گوشت کھایا۔ انہیں کے دسترخوان پر۔ اور یہاں آکر دو تین دن NUX VOMICA کھانا پڑا۔

اور کیا لکھوں۔ کام چلا جا رہا ہے۔ 'ہنس' کے لیے کچھ لکھ بھیجو۔ اگر یہاں سے نکلا تو دے دوں گا۔ پریاگ نکلا تو وہاں بھیج دوں گا۔

یہاں دیر پرشاد کا کوئی پتہ نہیں آیا۔ چار مہینے ہو گئے۔ کئی سو کی پستکیں ادھر اُدھر ڈال دی ہیں۔ نہ مجھے پتہ لکھا کہ یاد دہانی کرتا۔ کچھ کتابیں پٹنے میں ڈال دی ہیں۔ کچھ کہیں۔ کچھ کہیں۔ انہیں کتابوں کے لیے پٹنہ سے یہاں آئے تھے۔ یہاں سے پریاگ گئے تھے۔ پھر پٹنے گئے تھے۔

جلدی جلدی کتابیں جمع کیں۔ لیکن وہ خاموش ہو گئے۔ ریلیف ورک تو بہت اچھا ہے۔ لیکن کچھ اپنی ذمہ داری کا خیال بھی تو ہونا چاہیے۔ میرے روپے 'چاند' پر آتے ہیں۔ کچھ ان سے تقاضا کرتا۔ لیکن اب الٹے میں ان کا دیندار ہوں۔ تم انہیں ایک پتر لکھ کر تاکید کر دو۔ کہ جو پستکیں نہ بک سکی ہوں۔ ان کا حساب لکھ بھیجیں۔ حساب بڑا گول مال ہے۔ ۳۰۰ روپے سے اوپر کی پستکیں ان کے پاس ہوں گی۔ آشا نہیں کچھ ادھر سے آئے گا تو کاغذ کا بل کم ہو گا۔ مگر دیر تھا۔

جیت رائے کو میں نے خط لکھا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ میں نے یہاں تک لکھا تھا کہ تھوڑا تھوڑا دیدو۔ لیکن جب کوئی پتر دوں کا جواب ہی نہ دے تو کیا کیا جائے۔ اگر تم جاؤ تو پتر دکھا کر ان سے صاف صاف جواب لینا۔ وہ کس طرح صفائی چاہتے ہیں۔ ۸۰۰ روپے کا معاملہ ہے۔ یہاں میرے سر پر قرض ہے۔ اور وہاں ایک ایک آسامی اتنی اتنی رقمیں دبائے بیٹھے ہیں۔ کیا وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم لوگ عدالت میں آمنے سامنے

کھڑے ہوں۔ بھلا آدمی خط کا جواب نہیں دیتا۔ مجبور ہو کر رجسٹرڈ نوٹس دینا پڑے گا۔ شبھ کشل۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام جینندر کمار [۱]

ہنس آفس 30-7-34

پریہ جینندر

تمہارا پتر ایسے انتظار کی حالت میں ملا تم سے صلاح کرنے کی ایک خاص ضرورت آ پڑی ہے۔ ابھی نہ بتاؤں گا۔ جب آؤ گے۔ تبھی اس وشے میں باتیں ہوں گی۔ مگر اب تمہیں کیوں SUSPENSE کی حالت میں رکھوں۔ بمبئی کی ایک فلم کمپنی مجھے بلا رہی ہے۔ ویتن کی بات نہیں۔ کنٹریکٹ کی بات ہے۔ ۸۰۰۰ روپے سال میں اس اوستھا کو پہنچ گیا ہوں جب میرے لیے ہاں کے سوا کوئی اپائے نہیں رہ گیا کہ یا تو وہاں چلا جاؤں یا اپنے اپنیاس کو بازار میں بیچوں۔ میں اس وشے میں تمہاری رائے ضروری سمجھتا ہوں۔ کمپنی والے حاضری کی کوئی قید نہیں رکھتے۔ میں جو چاہے لکھوں۔ ان کے لیے چار پانچ سینیریو تیار کر دوں۔ میں سوچتا ہوں کیوں نہ ایک سال کے لیے چلا جاؤں۔ وہاں سال بھر رہنے کے بعد کچھ ایسا کنٹریکٹ کروں گا کہ میں یہیں بیٹھے بیٹھے تین چار کہانیاں لکھ دیا

---

[۱] اصل خط ہندی میں ہے۔

کردوں۔ اور چار پانچ ہزار روپیہ مل جایا کریں۔ اس سے 'جاگرن' اور 'ہنس' دونوں مزے سے چلیں گے۔ اور پیسوں کا سنکٹ کٹ جائے گا۔ پھر ہماری دونوں کی چیزیں دھڑلے سے نکلیں گی۔ لیکن تم یہاں آجاؤ گے تو قطعی رائے ہو گی۔ ابھی تو من دوڑا رہا ہے۔

تمہاری اسکیم مجھے بالکل پسند ہے۔ خوب پسند ہے۔ لیڈر سے جواب مل گیا۔ وہ لوگ ہندی کام کو نہیں بڑھانا چاہتے۔ ان کے جواب کے انتظار میں اپریل کا 'ہنس' ۲۲ تک رکا رہا۔ ۲۸ کو جواب ملا۔ تب لیکھ جٹائے گئے۔ اور اب اپریل اور مئی کا 'ہنس' ایک ساتھ چھپ کر ۵ او ۲۰ مئی تک روانہ ہو گا۔

لیڈر والوں سے بات چیت اسی آدھار پر تھی۔ کہ 'ہنس' کا اور پستکوں کا مولیہ جوڑ لیا جائے اور اتنے حصے مجھے لیڈر کمپنی میں مل جائیں 'ہنس' کے لیے میں نے دو ہزار مانگے تھے۔ حالانکہ اس پر میں چار ہزار سے زیادہ بھینٹ کر چکا ہوں۔ پستکوں کا معاملہ صاف ہے۔ پستکوں کی اصلی لاگت نکال لی جائے 'جاگرن' کو چلانا منظور ہو۔ تو اسے چلایا جائے۔ اچھا سوشلسٹ پتر بنا دیا جائے۔ رہا یہ پریس۔ یہاں رہے یا نہیں اور مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں کام ایسے ہاتھوں میں ہو۔ جو سہج DREAMERS نہ ہوں۔ جیسا میں ہوں۔ اور تم ہو۔ بلکہ کچھ دیو سائنک بدھی بھی رکھتے ہوں۔ کاشی میں کبھی سمجھتا ہوں کیونکہ پریس چلا چلایا ہے۔ یہاں لوگوں سے بڑی آسانی سے سہیوگ مل سکتا ہے۔ کچھ بندھے بندھائے گاہک بھی ہیں۔ سمجھو ہے۔ دھن آتے دیکھ کر یہاں کچھ لوگ بھی روپے لگانے پر تیار ہو جائیں۔ اگر ہم تین

آدمی اور کرشن چندر جی ہی مل جائیں تو کیا کہنا۔ میں ہر طرح سے سہیوگ دینے کو تیار ہوں۔ شیش کشل ہے۔ بچے مزے میں ہیں۔
بچوں کو آشیرواد۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

سرسوتی پریس 8-5-34

پریہ جینندر

بھلے آدمی مکان چھوڑا تھا تو ڈاکیے سے اتنا تو کہہ دیا ہوتا کہ میری چٹھیاں فلاں پتے پر بھیج دینا۔ بس بوریا بقچہ سنبھال اور چل کھڑے ہوئے۔ میں نے تمہارے جواب میں ایک بڑا سا DETAILED خط لکھا تھا۔ وہ شاید مردہ چٹھیوں کے دفتر میں پڑا ہوگا۔ لیڈر والوں سے سودا ٹھیک نہیں ہوا۔ وہ لوگ ہندی کا کام لابھ کی بات نہیں سمجھتے۔ اور کاروبار بڑھانا نہیں چاہتے۔ 'ہنس' کو روکے رہا۔ مگر اب اپریل اور مئی کا سٹیفکیٹ رہا ہے۔ تمہاری کہانی کا انتظار ہے۔
میں واتسائن جی کے پرستاؤ کو دل سے سویکار کرتا ہوں۔ اگر ۵۰۰۰ روپے اور واتسائن جی اور تم آملیں تو بہت بڑا کام ہو جائے گا میں ہر طرح سے تیار ہوں۔ یہی چاہتا ہوں، کہ جو کام شروع کیا گیا ہے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

وہ بند نہ ہو۔ اس کی اپ یوگتا بڑھے اور وہ ایک سنستھا بن جاوے
تم نے آنے کی بات لکھی تھی۔ بہت ضروری ہے۔ لکھا پڑھی سے طے نہ
ہو گی۔ میری طرف سے بالکل ہچک نہیں ہے۔ ہاں اگر کانشی سے کام
چلے تو کوئی طرح سمجھتا ہے۔ یہاں پریس چلا چلایا ہے۔ کچھ پیتروں کا پرچار
بڑھ جائے اور آمدنی زیادہ ہو جائے تو پریس کو باہری کام کرنے کی
زیادہ فرصت ہی نہ رہے گی۔ اور پریس کو بڑھانا پڑے گا۔ ہنس
اگر ۲۰۰۰ چھپے اور جاگرن چار ہزار (۴۰۰۰) تو پریس کو اور کوئی کام
کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنی کتابیں سال بھر میں ۵۰ و ۶۰ فارم چھاپ
لے گا۔ ہاں بجلی لگا دی جائے تو زیادہ کام ہو سکے گا۔ یہاں سہیوگ
بھی مل سکتا ہے۔ بس ایک PRIVATE LIMITED COMPANY
بنالو۔ ہم تینوں اپنے اپنے حصے کا کام کریں۔ اوستھا انوسار کام بانٹ
دو۔ میں اس میں جیت میں رہوں گا۔ آؤ، جلد۔ لیکن کچھ نشچے ہو گیا
ہو تب۔ مفت میں کرایہ دینے کے پکش میں میں نہیں ہوں۔ ملاقات تو
پیتروں سے ہی ہو جاتی ہے۔ اور پیتر نہ بھی آئے۔ تو بھی میں تمہیں اپنے
سمیپ پاتا ہوں۔

مجھے ایک بمبئی کی کمپنی بلا رہی ہے۔ کیا صلاح ہے؟ مجھے تو کوئی
ہرج نہیں معلوم ہوتا۔ اگر ویتن ۷ و ۸ سو ملے، سال دو سال کر کے
چلا آؤں گا۔ مگر ابھی میں نے جواب نہیں دیا ہے۔ اس کے دو تار آ چکے
ہیں۔ پرساد جی کی صلاح ہے۔ آپ بمبئی نہ جائیں۔ تمہاری بھی اگر یہی
رائے ہے تو میں نہ جاؤں گا۔ جوہری جی کہتے ہیں ضرور جائیے۔ چر سنگنی
دُر دُرگا بھی کہتی ہے چلو۔ جیون کا یہ بھی ایک انوبھو ہے۔

مہادیر کا کوئی پتہ نہیں، ایک بمبئی کے سجن بھی ...⁕... سے یہاں آئے تھے۔ مہادیر سے ان کا سمپرک رہتا تھا۔ وہ تو ان سے کچھ (IMPRESSED) نہیں ہوئے۔

مجھے کل بخار آ گیا۔ آج بھی تھوڑا ہے، مگر یوں چنگا ہوں، چنتا کی بات نہیں۔

اور تو کوئی نئی بات نہیں۔ ⁕... نے صلاح مشورہ اس معاملے کو طول دیا، خیر تمہاری ...⁕... مجھے پسند آئی۔

تمہارا دھنپت رائے۔

بنام شورانی دیوی

کاشی

پریہ رانی

میں تمہیں چھوڑ کر کاشی آیا، مگر یہاں تمہارے بنا سونا سونا لگ رہا ہے۔ کیا کہوں تمہاری بہن کی بات کیسے نہ مانتا۔ نہ ماننے پر تمہیں بھی برا لگتا جس سمے پر تمہیں انہوں نے روکا میں جی مسوس کر رہ گیا۔ تم تو اپنی بہن کے ساتھ وہاں خوش ہو گی، مگر میں یہاں پریشان ہوں۔ جیسے ایک گھونسلے میں دو پنچھی رہ رہے ہوں اور ان میں سے ایک کے نہ رہنے پر ایک پریشان ہو۔ تمہارا یہی نیائے ہے کہ تم وہاں موج کرو اور میں تمہارے

⁕ اصل خط میں یہ الفاظ مٹ گئے ہیں۔

نام کی مالا پھیروں۔ تم میرے پاس رہتی ہو تو میں بھر سک کہیں باہر جانے کا نام نہیں لیتا۔ تم آنے کا نام نہیں لیتیں۔ میں ۱۵ تاریخ تو پریاگ یونیورسٹی میں بلایا گیا ہوں۔ یہی بات ہے کہ میں ابھی تک نہیں آیا۔ نہیں تو اب تک کبھی کا پہنچ گیا ہوتا۔ اسی لیے میں صبر کیے بیٹھا ہوں۔ اب تم ۱۶ تاریخ کو آنے کے لیے تیار رہنا۔ سچ کہہ رہا ہوں کہ گھر مجھے کھائے جا رہا ہے۔ کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں کہ کیا سبھی کی طبیعت اسی طرح چنتت ہو جاتی ہے یا میری ہی۔ تمہارے پاس روپے پہنچ گئے ہوں گے۔ اپنی بہن کو میرا نمستے کہنا۔ بچوں کو پیار۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پتر کے ساتھ ہی میں بھی پہنچوں۔ جواب جلد لکھنا۔

تمہارا دھنپت

بنام ونود شنکر ویاس[1]

بنارس ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء

پریہ ونود شنکر جی

پتر ملا۔ جاگرن کے بند کرنے کا کارن میرے یہاں بھی وہی تھا جو آپ کے یہاں تھا۔ آپ نے چھ مہینے میں زیادہ سے زیادہ ایک ہزار کا نقصان اٹھایا۔ میں چار ہزار کے پیٹے میں آ گیا۔ آپ نے جو لمبے چوڑے وعدے کیے تھے وہ آپ نے ایک بھی پورے نہ کیے۔ میں آپ

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

کے چکمے میں آ گیا۔ خیر۔ آپ تو جاگرن کو بند کر چکے تھے۔ اُسے میں نے پھر چلایا۔ آپ نے ایک سو گراہک دیے تھے۔ وہ سب ٹوٹ گئے میرے لیے جاگرن نام سے کوئی وشیش لابھ کیا، بالکل لابھ نہیں ہوا۔ میں نے اس پر چار ہزار چالیس ڈوبایا ہے اور اسے پھر نکالوں گا چاہے خود یا کسی کے ساجھے میں۔ آپ ساجھا کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اگر آپ بالکل اسے لینا چاہتے ہیں تو مجھے چار ہزار نقد دے دیجیے یا بیس مہینے سود کا پربندھ کیجیے ورنہ کچھ دن انتظار کیجیے اور دیکھیے کہ میں اسے نکالتا ہوں یا نہیں۔ بہر حال مجھے اس کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر کسی کے ساجھے میں نکالنے کا پورا اختیار رہے۔ آپ ساجھا کریں شوق سے آئیے۔ لیکن نہیں ہو سکتا کہ میں دو سال کا پریشرم اور چار ہزار کا گھاٹا یوں ہی نکل جانے دوں۔ آئیے آپ نے جو گھاٹا دیا ہے اور میں نے جو گھاٹا دیا ہے اس کا حساب لگا کر اس گھاٹے کے پرتنے سے جاگرن میں ہمارا اور آپ کا حساب ہو جائے اور آگے کے لیے آپ بھی دھن نکالیں اور میں بھی نکالوں۔ پھر اسے اچھے روپ میں چلاؤں۔ آپ خود آٹھ گھنٹے کام کیجیے، میری طرف سے پرداسی لال جی کام کریں گے۔ ہاں اگر آپ خود نکالنا چاہیں تو آپ کیا یہ اُوچت نہیں سمجھتے کہ میرے پریشرم اور گھاٹے کا مجھے کچھ بدلہ ملنا چاہیے۔

بھودیہ
دھنپت رائے

بنام ونود شنکر ویاس

ہنس آفس ۲۴ ؍مئی ۱۹۳۴ء

پریہ ونود جی

پتر ملا، میں نے جاگرن بند نہیں کیا ہے اور نہ کروں گا۔ استھگت کیا ہے۔ سمادھی کے بعد وہ تیز جیون لابھ کر کے اٹھے گا اور اس سے اچھے روپ میں نکلے گا۔ کب تک وہ شبھ مہورت آئے گا یہ میں نہیں جانتا۔ روپیہ جب جمع ہو جائے گا تب نکلے گا۔ میں بمبئی جا رہا ہوں۔ جب میں جاگرن کو سدا کے لیے بند کر دوں گا۔ تب آپ اس کا شو اٹھا لے جائیے گا۔ سمادھی تو موت نہیں ہے۔

دھنپت رائے

بنام شورانی دیوی

بمبئی ۴ ؍جون ۱۹۳۴ء

پریہ رانی شبھ پیار

میں تم سے ودا ہو کر بمبئی خیریت سے پہنچ گیا ہوں۔ یہاں اسٹوڈیو کام بھی دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ تم بھی معہ بچوں کے غالباً شدا ما تو خیریت سے پہنچ ہی گئی ہو گی۔ غالباً بیٹی کو لینے بھی کوئی نہ کوئی گیا ہو گا۔ اب تمہارے پاس بیٹی اور گیا تو بھی پہنچ جائے گا۔ تمہارے پاس تو سبھی ہوں گے۔ بھائی بند۔ لڑکے لڑکی سبھی ہیں اور مجھے تو تم لوگوں کے بنا اتنی بڑی بمبئی ہونے

ہوئے بھی سُونی ہی معلوم ہوتی ہے۔ یہی بار بار اچھا ہوتی ہے کہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوں۔ بار بار یہ جھنجلاہٹ ہوتی ہے۔ کہاں سے کہاں یہ بلا بھی لے لی۔ میں نے مکان نہیں لیا ہے۔ مکان لے لوں گا تو وہ سُونا گھر مجھے اور کھانے دوڑے گا۔ اس خیال سے میں مکان کے لیے سوچتا ہی نہیں ہوں۔ مکان تو اُسی سمے لوں گا جب تمہارا یتر آنے کے لیے آجائے گا۔ اور مکان ہی لے کرکے سیدھا تمہارے پاس لینے کو آؤں گا میری طرف سے بچوں کو پیار کر لینا۔ اپنی بہن جی کو میرا سلام کہنا۔ اور اور لوگوں بیٹھا یو گیہ۔ میں آرام سے ہوں۔ تم کسی بات کی چنتا نہ کرنا۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام شورانی دیوی

بمبئی 15-6-34

پریہ رانی

میں یہاں خیریت سے ہوں۔ تم لکھتی ہو کہ ۲۲ جون کو شادی ہے۔ اور دوسری بہن کے یہاں جو شادی ہے وہ ۲۸ جون کی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شادیاں ان لوگوں کے گھر ہوں تو اس کا تاوان اکیلا میں دوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم جولائی کے پہلے آنے کا شاید نام بھی نہ لوگی۔ اچھا بیٹی اور گنیا تو آ گیا ہے۔ یہ سن کر مجھے خوشی ہوئی تم تو ان سبھوں کے ساتھ خوش ہو۔ ادھر میں سوچتا ہوں کہ ایک ڈیڑھ مہینے کیسے بیتیں گے۔ اسے سمجھ ہی نہیں پاتا ہوں۔ آخر کام ہی کروں

تو کتنا کروں۔ آخر بیل تو نہیں ہوں۔ پھر آدمی کے لیے منورنجن بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ میرا منورنجن تو سب سے ادھک گھر پر بال بچوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ میرے لیے دوسرا کوئی منورنجن ہی نہیں ہے کھانا کھانے بھی بیٹھتا ہوں۔ تب بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کیوں کہ یہاں صاحبی ٹھاٹھ باٹ ہے اور صاحب بننے سے میری طبیعت گھبراتی ہے۔ وہاں ہوتا گیا تو آیا تھا اس کو کھلاتا۔ اب تو وہ خوب صاف بولتا ہوگا۔ اچھا بنّو اور دھنّو کا کیا حال ہے۔ بیٹی تو اچھی ہے نہ۔ ان سبھوں کو میری طرف سے پیار کر لینا۔ یہ سب تو خوش ہوں گے کیوں کہ شادی ہے۔ میری تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جو لوگ گھر بار سے الگ رہتے ہوں گے وہ کیسے رہتے ہیں۔ مجھے تو یہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ یاد کر کے میری نانی مرتی ہے کہ کس طرح یہ دن کٹیں گے۔ کیا کروں کسی طرح سے کاٹنا ہوگا۔ تمہارے پاس منیجر نے روپے بھیجے کہ نہیں لکھنا۔ اور حال چال بعد کو لکھوں گا۔ تم اپنی طبیعت کا حال لکھنا۔

تمہارا دھنپت رائے

۱۷
بنام جینندر کمار

اجنٹا سائن ٹون
پریل بمبئی 15-6-34

پریہ جینیندر
کارڈ ملا۔ میں تمہیں ایسا پریشان سا رہا کہ اچھا ہونے پر بھی بہتر نہ

لکھ سکا۔ دہلی کو آ گیا۔ مکان لے لیا۔ دادر میں ہوٹل میں کھاتا ہوں اور پڑا ہوں۔ یہاں دُنیا دوسری ہے۔ یہاں کی کسوٹی دوسری ہے۔ ابھی تو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس دیش کی کتابیں پڑھ رہا ہوں۔ لکھا کچھ نہیں۔ جولائی میں گھر کے لوگ دھنو کو چھوڑ کر آ جائیں گے۔ سال بھر کسی طرح کاٹوں گا۔ آگے دیکھی جائے گی۔

تم نے تو جیسے لکھنے کی قسم کھا لی۔ 'ہنس' میں کچھ نہ لکھا۔ مہینے میں دو تین کہانیاں لکھنا تمہارے لیے کیا مشکل ہے۔ ایک 'ہنس' کو دے دو۔ ایک 'بھارتی' کو دے دو۔ اور ایک "چاند" یا 'وشال بھارت' کو۔ بھائی آئیڈیلسٹ بننے سے کام نہ چلے گا۔ چڑیاں اڑتی آسمان پر ہیں۔ لیکن بھوجن کے لیے دھرتی پر ہی آتی ہیں۔ جولائی کے لیے ایک کہانی ادشیہ بھیجو۔ یہاں ورشا ہو گئی اور بڑا اچھا موسم ہے۔ ہاں 'ہنس' کے لیے کچھ ساہتیہ کے نوٹ کیوں نہیں لکھ دیا کرتے۔ 'ہندوستان ٹائمز' میں ساری دنیا کے پتر پترکائیں آتی ہیں ان میں ساہتیہ اُپیوگی چیزیں مل سکتی ہیں۔ چھ سات پرشٹھوں کی کہانی۔ تین چار پرشٹھوں کی ٹپّنیاں۔ اتنا 'ہنس' کے لیے کرتے جاؤ۔ اور ماہوار حساب صاف کر دیا کروں گا۔ آج نہیں تو کل یہ پتر تمہارے ہاتھ میں آ جائے گا ہی۔

شبھ کانکشی،

دھنپت رائے

بنام شورانی دیوی[1]

بمبئی 27-6-34

پریہ رانی

میں خیریت سے ہوں۔ آشا ہے کہ تم سب لوگوں کے ساتھ خیریت سے ہوگی۔ اب تو دو ہی تین دن میں تمہارے یہاں شادی ہوگی۔ ہاں دوسری شادی جو تمہارے یہاں ہونے والی ہے اس میں تو شاید ابھی دیر ہے۔ آج میں نے مکان بھی لیا ہے۔ شاید میں کل اپنے مکان میں آجاؤں گا۔ پچاس روپے مہینے کا مکان لیا ہے۔ ایک نوکر ۱۲ روپے اور خوراک پر رکھا ہے۔ وہ سب کام کر لیتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ پہلی جولائی کو تمہارے یہاں پہنچ جاؤں گا۔ تمہارے یہاں تو کافی چہل پہل ہوگی۔ اور دھنو تو فیل ہو گیا۔ خیر کوئی افسوس کی بات نہیں ہے۔ فیل پاس تو لگا ہی رہتا ہے۔ پھر بھی اپنے بچوں کا فیل ہونا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ رنجیدہ ہو تو سمجھا دینا۔ غلطی اسی کی ہے یہ ایک پتر اس کے لیے بھی لکھ رہا ہوں اسے دے دینا۔ اچھا بنّا اور بیٹی آدی کو پیار کہنا۔ میں نے اس پتر میں پوچھا تھا کہ گیا تو بولتا ہے یا نہیں۔ تم نے کچھ لکھا نہیں۔ اب کے لکھنا۔ اپنی بہن جی اور لوگوں کو میرا اسلام کہنا۔ بچوں کو پیار۔

تمہارا دھنپت رائے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

بنام شِورانی دیوی[1]

بمبئی یکم جولائی ۱۹۳۴ء

پریہ رانی

میں خیریت سے ہوں آشا کرتا ہوں کہ تم بھی خیریت سے ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ میں ۱۶ر جولائی کو تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ بنّی کو ابھی وِداع نہ کرنا۔ میں اس کو اپنے ساتھ لیتا آؤں گا۔ بچوں کو پڑھنے کے لیے میرے خیال سے پریاگ میں اچھا ہو گا۔ بچوں کا وہاں نام لکھا دینا۔ وہ دونوں آرام سے وہیں پڑھیں گے۔ تم کو اور بنّی کو یہاں لے آؤں گا۔ بچوں کے یہاں نام لکھنے سے میں یہیں بندھ جاؤں گا۔ اور میں کہیں بندھنا نہیں چاہتا۔ ابھی میں یہاں رہنے کا نشچے نہیں کر سکا ہوں۔ اس لیے یہاں لڑکوں کا نام لکھانا ٹھیک نہیں ہو گا۔ ان کا وہیں رہنا زیادہ ٹھیک ہے۔ بعد کو ان کی پڑھائی میں گڑبڑی ہو جانے کا ڈر ہے۔ تم اپنے خط میں یہ لکھو گی کہ میں خود رہ کر کے بچوں کو یہیں پڑھاؤں۔ اس کے لیے میں یہ لکھتا ہوں کہ بچوں کو سب سے زیادہ روپوں کی خواہش ہوتی ہے۔ میں ان کو سو روپیہ مہینہ دیتا رہوں گا وہ آرام سے یہیں رہیں گے۔ ان کو ضرورت نہ میری ہے نہ تمہاری۔ اب اس کے جواب میں تم لکھو گی کہ تمہیں مجھے کیوں چاہتے ہو۔ اب اس کے اُتر میں لکھتا ہوں کہ میں خود ہی نہیں جانتا کہ تمہیں کیوں چاہتا ہوں۔ مگر چاہتا ہوں۔ یہ جانتا ہوں۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اُپاسک ہوں۔ تمہارے بنا

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

مجھے اکیلے رہنا دُکھ ہو رہا ہے۔ تم دونوں بچوں کا الہ آباد میں ۹ر تاریخ کو نام لکھا دو۔ اور حال بعد کو لکھوں گا۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

اجنٹا سائن ٹون لمیٹڈ
پریل بمبئی ۱۲
1 - 7 - 34

پریہ جینندر

پتر ملا تھا۔ آشا ہے تم نے اپنی اور اگنئے جی کی کہانیاں بھیج دی ہوں گی۔ اگر نہیں بھیجی ہوں تو اب جولائی نمبر کے لیے جلد سے جلد بھیج دو۔ ملمّع بھی ان کارنوں میں ایک ہے، جو ہنس کو اٹھنے نہیں دیتے۔

میں مزے میں ہوں۔ ایک اسٹوری لکھ ڈالی۔ جا رہی ہے۔ دوسری شروع کر رہا ہوں۔ تمہارے ذہن میں کوئی پلاٹ ہو تو ایک خلاصہ بھیج دو یہاں کئی ڈائرکٹروں سے جان پہچان ہو گئی ہے۔ سمجھو ہے کہیں نکل جائے۔ بہت سے سڑیل لوگوں کی چیزیں نکلتی ہیں۔ تو پھر تمہاری کیوں نہ نکلے گی۔

رات دن پرکھا۔ ناکوں دم ہے۔ مہادیو پہنچ گیا ہے یا نہیں؟ پرباشی لال نے لکھا تھا کوئی حساب نہیں دیا۔ ذرا یاد دلا دینا۔ کاغذ کا پیمنٹ

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

تو بھرنا ہی چاہیے۔

سپریم دھنپت رائے

بنام شورانی دیوی[1]

بمبئی
15-7-34

پریہ رانی۔ پیار

میں اچھا ہوں۔ آشا کرتا ہوں کہ تم لوگ بھی سب اچھے ہو گے۔ بچوں کا نام کانستھ پاٹھشالہ میں لکھا دیا۔ یہ ٹھیک ہے۔ ان کا بورڈنگ ہاؤس کا بھی تو انتظام ہو گیا۔ دھنو کا پتر آیا تھا۔ تم نے جو روپے اس کو دیے تھے کم پڑ گئے۔ آج میں نے اس کو ۱۰۰ روپے بھیجے ہیں۔ میں شاید ۲۰ تک آؤں۔ اور تم لوگوں کو لینے ہی آؤں گا۔ اُس سمے تک تم تیار رہنا۔ بیٹی اور بنو تو شاید تمہارے ہی پاس ہوں گے۔ ان لوگوں کو میرا پیار کہنا۔ اور سب باتیں تو جب آؤں گا تب بتاؤں گا۔ یہ پتر جب تک تمہارے پاس پہنچے گا تب تک میں بھی شاید تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔

تمہارا

دھنپت رائے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

بنام جینیندر کمار[1]

اجنٹا سائن ٹون
پریل بمبئی ۱۲

3-8-37

پریہ جینیندر

پتر ملا۔ میں ۲۳؍ کو بنارس گیا تھا۔ ۳۱؍ کو واپس آیا۔ بیٹی اور اس کی ماں کو لیتا آیا۔ لڑکوں کو پریاگ کا لستھ پاٹھشالہ میں بھرتی کرادیا۔ تمہارا لکھ کہانی، اکشے جی کی کہانی اور تیسری کہانی سب چھپ رہی ہیں۔

سینما کے لیے کہانیاں لکھنا مشکل نہیں ہے۔ لیکن ضرورت ایسی کہانیوں کی ہے۔ جو کھیلی بھی جا سکیں۔ جو ایکٹروں کے لیے سلبھ ہوں۔ کتنی ہی اچھی کہانی ہو۔ اگر یوگیہ پاتر نہ ملے۔ تو وہ کون کھیلے گا؟ ادبھُت کی ضرورت میں نہیں سمجھتا۔ میری دونوں کہانیاں سادھارن ہیں۔ اگر تم کوئی چیز لکھو تو یہاں مجھ پر بندھ ہو سکتا ہے۔ پہلے سناپسس ہی لکھ بھیجو۔ اس سے کہانی کے پلاٹ کا اندازہ ہو جائے گا۔

'جاگرن' بیر ہو گیا ہے۔ کانشی میں بابو سمپورنانند سے جو باتیں ہوئیں۔ ان سے معلوم ہوا۔ کہ وہ ایک سوشلسٹ پیپر نکالنا چاہتے ہیں۔ بڑا اچھا ہے۔ کسی طرح جائے تو میرے سر سے ایک بلا ٹلے۔ تم نے اکشے جی کے ساتھ پتر نکالنے کا وچار کیا چھوڑ دیا۔ میں کشل ہوں

تمہارا دھنپت رائے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے

بنام جینیندر کمار[1]

اجنٹا سائن لوٹن
پریل بمبئی ۱۲

۸ ستمبر ۳۴ء

پریہ جینیندر
آشا ہے۔ تم کشل سے ہو۔ آج کل کیا کر رہے ہو؟ لکھنے پڑھنے کی کیا خبریں ہیں؟ میں تو جیسے اپاہج ہوگیا ہوں۔ ہنس کے لیے ایک چیز لکھنا بھی مشکل ہے۔ تم نے اپنی کہانی اور اگیئے جی کی بھیج دی ہوگی۔ ستمبر کا انک ۱۵ تک نکال دینے کا ارادہ ہے۔ ایک دن پریمی جی کے بیٹے ہیم چند آئے تھے۔ اچھی اچھی پستکوں کے بہت سستے ایڈیشن نکالنے کی اسکیم سوچ رہے ہیں چار پانچ آنے میں۔ ۱۰ فارم کی کتابیں دیں گے۔ اور ۱۰۰۰۰ کے ایڈیشن نکالیں گے دیکھیں اسکیم پوری ہوتی ہے یا یونہی رہ جاتی ہے۔ میں نے سنا ہے جوشی بندھوؤں نے وشوامتر سے سمبندھ توڑ لیا ہے۔

اگر تم نے اپنی کہانی نہ بھیجی ہو تو اب اوشیہ بھیجدو۔ اور تو کشل ہے۔

آپکا دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی[2]

اجنٹا سائن ٹون لمیٹڈ،
پریل بمبئی ۱۲

۲۷ ستمبر ۱۹۳۴ء

محترم بنارسی داس جی
شکریہ۔ آپ کے خط کی دونوں نقلیں ملیں۔ ایک ڈاک سے اور

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔ [2] اصل خط انگریزی میں ہے۔

دوسری ہمارے مشترکہ دوست کی معرفت۔
پرنٹ ابھی نہیں ملے۔ جیسے ہی موصول ہوں گے۔ آپ کا حکم بجالانے کی کوشش کروں گا۔
یہاں کا ماحول میرے مزاج کے موافق ہے۔ اس عمر میں مجھے گمراہ ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس میری یہاں موجودگی شاید بریک کا کام دے سکے۔
امید ہے کہ آپ بخیر و خوبی ہوں گے۔
دعائے خیر
آپ کا دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

اجنتا سائن ٹون لمیٹڈ
بمبئی ۱۲
29-9-34

پیارے جینندر
ابھی تمہارا پتر ملا۔ جواب دے دیا ہے۔ ناحق پیسے خراب کیے۔ میں تمہاری رائے کے بغیر کبھی یہ سودا نہ کرتا۔ بات یوں ہے کہ پریس میں گھاٹا تو ہے ہی۔ ۳ مہینوں کی پریس والوں کی مزدوری باقی پڑی ہے۔ جون کی تو اگست میں دے رہے تھے اور جولائی اور اگست کے لیے اکتوبر کا

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

وعدہ تھا۔ جب 'ہنس' کے وی۔ پی جائیں گے۔ اسی بیچ میں پریس والوں نے پریس کرمچاری سنگھٹھن کا زور پاکر ہڑتال کر دی۔ میں نے سوچا تین مہینے کی مزدوری ایک ہزار روپے سے کم نہ ہوگی۔ کاغذ والوں کے بھی دو ہزار روپیے دینے ہیں۔ کیوں نہ 'ہنس' اور اسٹاک کسی کو دے کر اس سے روپے لے لوں۔ اور سب لگا بجھاکر پریس سے ہمیشہ کے لیے پنڈ چھڑا لوں۔ تبھی دو تین جگہ پتر لکھے۔ ایک پتر رشبھ جی کو بھی لکھا۔ اسٹاک لینا تو سب نے سویکار کیا۔ پر 'ہنس' پر کوئی نہ کھڑا ہوا۔ اس بیچ میں ہڑتال ٹوٹ گئی۔ ایک مہینے کا ویتن لے کر کام کرنے آ گئے۔ اب دو مہینے کا نومبر میں لیں گے۔ کاغذ والوں کو بھی کچھ روپے دے دیے۔ 'جاگرن' بند کر دیا۔ اب آشا ہے۔ کام سادھارن طور پر چلتا رہے گا۔ 'ہنس' کے ۵۰ وی۔ پی جائیں گے۔ اگر ۳۰۰ وصول ہو جائیں تو مزدوری پاک ہو جائے۔ اور کچھ کاغذ والوں کو بھی دے دوں 'جاگرن' نے کم سے کم ۴۰۰۰ روپے کی چپت دی۔ محنت چھوڑ کر 'ہنس' کا اکتوبر انک نکل رہا ہے۔ تمہاری اور اگیئے جی کی کوئی کہانی اب تک نہیں آئی۔ کیوں؟ جلد سے جلد بھیجو تو اس سال 'ہنس' کو ٹھیک کر کے اگلے سال سے ۶ روپے کا کر دوں۔ دام بڑھانے کے پہلے سال بھر تک پتر کو ٹھیک سمے پر اور اچھے روپ میں نکالنا چاہیے۔ اگر ۱۰۰۰ اگا ہک ۵ روپے کے ہو جائیں۔ تو پھر ادھر سے نشچنت ہو جاؤں۔ دلّی میں کئی مہلائیں لکھتی ہیں۔ ایک آدھ سے 'ہنس' کے لیے لکھوا لیں۔

یہاں کانگریس میں آ رہے ہو نا؟ کانگریس اب تو بے جان سی چیز ہوتی جا رہی ہے مگر تماشا تو رہے گا ہی۔

ایک دن ہمانشو رائے سے ملا تھا۔ وہ کوئی اسٹوری چاہتے تھے۔

پوُرانک ہو یا ساماجک۔ اگر کوئی اسٹوری خیال میں ہو۔ تو اس کا دو پیج کا SYNOPSIS لکھ بھیجو۔ میں ان سے جا کر ملوں گا۔ اور دے دوں گا۔ اگر جنچ گئی تو بڑا کام ہو جائے گا۔

شیش گشل۔ بچوں کو پیار۔ بھگوتی دیوی سے میرا آشیر واد کہنا۔ اور کہانی ضرور بالضرور لکھنا۔ یہ سادھی سے بھی کہانی مانگی ہے۔ شاید دے بھی دیں۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام حسام الدین غوری

اجنتا سائن ٹون

بمبئی ۱۳ر نومبر ۱۹۳۴ء

مکرم بندہ تسلیم

نگارستان میں جناب کا مضمون "ہندوستانی فلموں سے بتدریج اصلاح" بڑے شوق سے پڑھا۔ اور مستفید ہوا۔ مجھے آپ کے خیال سے لفظ بہ لفظ اتفاق ہے۔ مگر جن ہاتھوں میں فلم کی قسمت ہے۔ وہ بد قسمتی سے اُسے انڈسٹری سمجھ بیٹھے ہیں۔ انڈسٹری کو مذاق اور اصلاح سے کیا نسبت۔ وہ تو اکسپلائٹ کرنا جانتی ہے۔ اور یہاں انسان کے مقدس ترین جذبات کو اکسپلائٹ کر رہی ہے۔ برہنہ اور نیم برہنہ تصاویر، قتل اور خون اور جبر کی وارداتیں، مار پیٹ، غصہ اور غضب اور نفسانیت ہی اس انڈسٹری کے اوزار ہیں۔ اور اسی سے وہ انسانیت کا خون کر رہی ہے

امید ہے کہ آپ یوں ہی اپنے بیش بہا خیالات سے پبلک کو فیض پہنچاتے رہیں گے۔

نیازمند
پریم چند

بنام جینندر کمار[1]

اجنتا سائن ٹون لمیٹڈ
پریل بمبئی ۱۲
۲۸ر نومبر ۱۹۳۴ء

پریہ جینندر

ادھر بہت دنوں سے تمہارا کوئی پتر نہیں ملا۔ آشا ہے اب تم سوستھ ہو گئے ہو۔ پرواسی لال جی سے معلوم ہوا۔ تمہاری کوئی کہانی 'ہنس' کے لیے آئی ہے۔ بڑی خوشی ہوئی۔

ساہتیہ سمیلن والوں نے مجھ سے اُپنیاس کلا پر ایک لیکھ لکھنے کو کہا۔ جو ساہتیہ پریشد میں پڑھا جائے۔ میں نے تو لکھ دیا۔ مجھے ایسے لیکھکوں کی اُپ یوگتا میں وشواس نہیں۔ جن میں پرتبھا ہے وہ آپ لکھنے لگتے ہیں۔ جیسے بطخ کا بچہ تیرنے لگتا ہے۔ جن میں پرتبھا نہیں۔ انہیں لاکھ کلا کا اُپدیش دیجیے۔ کچھ نہیں کر سکتے۔

اُدے نارائن اگروال کو تو جانتے ہو۔ وہی لڑکا جو دہلی میں کئی بار مجھ سے ملنے آیا تھا۔ جس کے گھر ایک دن میں نیوتا کھانے بھی گیا تھا۔ پرسوں

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

اس کا پتر ملار تپ دق ہو گیا ہے۔ اور لکھنؤ کے ٹی۔ بی ہسپتال میں پڑا ہے کوئی سہایک نہیں۔ کوئی ہمدرد نہیں۔ ایسے محنتی اور گنی آدمی کم ہوں گے وار اینڈ پیس ریپریزنٹیشن۔ اپنی فیر آدمی پستکوں کے انوواد کر ڈالے لیکن ریپریزنٹیشن کے سوا کوئی پستک نہ چھپی۔ پر کاشکوں کے پاس پڑی ہوئی ہے۔ اور آج وہ غریب مر رہا ہے۔ یہ اچھا گے ساہتیہ سیویوں کا حال۔

پریاگ میں "لیکھک سنگھ" کا ورن تمہیں ملا ہوگا۔ بہت سے ساہتیک اس میں مل گئے ہیں۔ لیکن کوئی دماغ والا آدمی ابھی نظر نہیں آیا۔ یوں ہمارے ہاں دماغ والے آدمی ہیں ہی کتنے۔ تم اس سنگھ میں آ جاؤ۔ اور ایکٹو انٹرسٹ لو تو شاید کچھ ہو۔ میرا نام سبھاپتی کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ میرے جیسا سبھاپتی جس سنستھا کا ہو وہ کیا ہوگی۔ میں نے بھگوان دین داس، پنڈت ونکٹیش نارائن تواری یا پنڈت نریندر دیو جی کا نام پرپوز کیا ہے۔

فلمی حال کیا لکھوں۔ "مل" یہاں پاس نہ ہوا۔ لاہور میں پاس ہو گیا۔ دکھایا جا رہا ہے۔ میں جن ارادوں سے یہاں آیا تھا۔ اُن میں سے ایک بھی پورا ہوتے نظر نہیں آتا۔ میں، پروڈیوسر جس ڈھنگ کی کہانیاں بناتے آئے ہیں اُس لیک سے جو بھر بھی نہیں ہٹ سکتا۔ ولگریٹی کو یہ لوگ انٹرٹینمنٹ ویلیو کہتے ہیں۔ ادبھت ہی میں اُن کا وشواس ہے راجا رانی ان کے منتریوں کے شڑینتر۔ نقلی لڑائی، بوسے بازی میں ان کے ملکھیہ سادھن ہیں۔ میں نے ایسی سامجک کہانیاں لکھی ہیں جنہیں شکشت سماج بھی دیکھنا چاہے لیکن اس کو فلم کرتے ہم لوگوں کو سندیہ ہوتا ہے کہ چلے یا نہ چلے۔ یہ سال تو پورا کرنا ہی ہے۔ قرض دار ہو گیا تھا۔ قرضہ

نپٹا دوں گا۔ مگر اور کوئی لابھ نہیں۔ اُپنیاس کے اَنتم پرشٹھ لکھنے باقی ہیں۔ ادھر من ہی نہیں جاتا۔ یہاں سے چھٹی پا کر پھر اپنے پرانے اڈے پر بیٹھوں۔ وہاں دھن نہیں ہے۔ مگر سنتوش اَوشیہ ہے۔ یہاں تو جان پڑتا ہے جیون نشٹ کر رہا ہوں۔

سیٹھ گوبند داس جی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی بھی سینما کمپنی کھلی ہے۔ مہادیو کہاں ہے۔

اور سب تو کشل ہے۔

پریم دھنپت

۱

بنام اندرناتھ مدان

دھنپت رائے بی۔ اے (عرف پریم چند)
۱۶۸ سرسوتی سدن دادر بمبئی ۱۴
۲۶ دسمبر ۳۴ء

مائی ڈیر مسٹر اندرناتھ

آپ کا خط مورخہ ۱۶/ ملا۔ بے حد مسرت ہوئی۔ آپ کے سوالات کے جوابات سلسلے وار دینے کی کوشش کر رہا ہوں۔

(۱) "رنگ بھومی" میرے خیال میں میری تمام تصانیف میں سے بہترین ہے۔

---

۱ اصل خط انگریزی میں ہے۔

(۲) میرے ہر ایک ناول میں ایک معیاری کیریکٹر ہوتا ہے۔ جس میں انسانی صفات بھی ہوتی ہیں اور کمزوریاں بھی۔ مگر ان کا معیاری ہونا ضروری ہے۔ "پریم آشرم" میں گیان شنکر اور رنگ بھومی میں "سورداس" ہے۔ اسی طرح کایا کلپ میں چکر دھر اور کرم بھومی میں امر کانت ہے۔

(۳) میرے مختصر افسانوں کی کل تعداد لگ بھگ ۲۵۰ ہے۔ غیر مطبوعہ کہانی میرے پاس کوئی نہیں۔

(۴) بیشک ٹالسٹائے، وکٹر ہیوگو اور رومن رولاں کا مجھ پر اثر پڑا ہے۔ مختصر افسانوں میں شروع میں ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور سے روشنی حاصل کی ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنا اسٹائیل بنا لیا ہے۔

(۵) میں نے کبھی سنجیدگی سے ڈرامہ کی طرف رجوع نہیں کیا۔ میں نے ایک دو پلاٹ سوچے ہیں۔ جن سے ڈرامے کے سلسلے میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر ڈرامے کو اسٹیج پر نہ دکھایا جائے تو یہ اپنی اہمیت کھو بیٹھتا ہے۔ ہندوستان میں اسٹیج کے مناسب انتظامات نہیں۔ خصوصاً ہندی اور اُردو ڈراموں کے لیے جو برائے نام اسٹیج ہے وہ پارسیوں کا ضعیف اور بے جان سا ہے۔ جس سے مجھے سخت نفرت ہے۔ نہ ہی مجھے ڈرامے کے ٹیکنک اور اسٹیج کے ہنر سے کبھی تعلق پڑا ہے۔ میرے ڈرامے محض پڑھنے کے لیے تھے۔ میں ناولوں تک ہی کیوں محدود رہوں۔ جہاں میں کرداروں کو ڈرامے کے مقابلے میں زیادہ نمایاں کر سکتا ہوں۔ اسی لیے میں نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے ناول کو ترجیح دی ہے۔ پھر بھی میں ایک دو ڈرامے لکھنے کی امید رکھتا ہوں۔ جہاں تک مالی لحاظ سے کامیابی کا سوال ہے یہ اردو اور ہندی میں بہت کمیاب سی شئے ہے۔

آپ شہرت پا سکتے ہیں مگر مالی اعتبار سے مطمئن نہیں ہو سکتے۔ ہمارے لوگوں کو کتابیں خریدنے کی عادت نہیں ہے۔ یہ سستی اور کم عقلی اور ذہنی غفلت کی دلیل ہے۔

(۶) ایک ادیب کے لیے سینما مناسب جگہ نہیں۔ میں اس لائن میں اس لیے آیا تھا کہ شاید مالی اعتبار سے کچھ مطمئن ہو سکوں مگر اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ میری خام خیالی تھی۔ اس لیے میں پھر ادبی خدمت میں لگ رہا ہوں۔ دراصل میں نے ادبی کام کو کبھی بھی بند نہیں کیا۔ اور اسے ہی میں اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا ہوں۔ سینما شاید وکالت کی طرح ہی میرے لیے محض تفریح کا سامان ہو سکتی ہے۔

(۷) میں کبھی جیل نہیں گیا۔ میں باعمل انسان نہیں ہوں۔ میری تحریروں سے کئی دفعہ حکومت ناراض ہوئی اور میری ایک دو کتابیں قابل ضبطی بھی قرار دی گئیں۔

(۸) میں سماجک سدھار پر یقین رکھتا ہوں۔ ہمارا مقصد رائے عامہ کو بیدار کرنا ہونا چاہیے۔ انقلاب سنجیدہ طریقوں کے ناکامی کی دلیل ہوتا ہے۔ میرے نقطۂ نظر سے معیاری سوسائٹی وہ ہے جہاں ہر ایک کو یکساں مواقع میسر ہیں۔ ہم اس منزل پر کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ صرف سدھار اور ارتقا سے؟ لوگوں کا کردار ہی اس سلسلے میں فیصلہ کن ہوتا ہے۔ کوئی سماجک سدھار کامیاب نہیں ہو سکتا اگر ہم انفرادی طور پر ترقی نہ کریں۔ ہمارے انقلاب کا انجام کیا ہوگا کوئی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا۔ اس کا نتیجہ بہترین قسم کی ڈکٹیٹرشپ ہو سکتا ہے۔ جس میں انفرادی آزادی بالکل ختم ہو جائے۔ میں اصلاح

چاہتا ہوں۔ تباہی نہیں۔ اگر مجھے کسی طرح یہ پہلے ہی پتہ لگ جائے کہ تباہی کا نتیجہ ہمارے لیے اچھا ہو گا تو میں تباہی کی بھی مخالفت نہ کروں گا۔

(۹) غربا اور مزدور پیشہ لوگوں میں طلاق کا رواج عام ہے۔ اس مسئلہ نے ان نام نہاد اونچی ذاتوں اور طبقوں میں خوف ناک صورت اختیار کی ہے۔ شادی درا صل سمجھوتے اور سپردگی کا ہی دوسرا نام ہے۔ اگر جوڑا خوش رہنا چاہے تو اسے ایک دوسرے کی بات ماننا ہی ہوگی۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی بھی حالت میں خوش نہیں ہو سکتے یورپ اور امریکہ میں آزادانہ میل جول اور اظہار محبت کے باوجود طلاقوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جوڑے میں سے ایک کا چاہے وہ مرد ہو یا عورت جھکنا ضروری ہے۔ میں یہ نہیں مانتا کہ تمام قصور مردوں کا ہی ہے۔ ایسی مثالیں ملتی ہیں جہاں عورتیں بہت عجیب شکایات کی بنا پر جھگڑے پیدا کر دیتی ہیں۔ جب ہمیں یہ یقین ہے کہ طلاق ہماری شادی سے متعلقہ تکلیفوں کا علاج نہیں تو سوسائٹی کے سر اسے کیوں مڑھا جائے بے شک بعض حالتوں میں طلاق لازمی ہو جاتا ہے۔ لیکن میری رائے میں یہ کہنا غلط ہو گا کہ کوئی مرد یا عورت نباہ نہیں کر سکتا۔ غریب بیوی کے لیے بغیر کسی انتظام کے طلاق، بیمار انفرادیت کا مطالبہ ہے جس سوسائٹی کا انحصار برابری پر ہو اس میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

(۱۰) اس سے پہلے میں ایک خدائے برتر کی ہستی پر اعتقاد رکھتا تھا۔ یہ اعتقاد غور و فکر کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ محض روایتی تھا۔ اب یہ اعتقاد جکنا چور ہو رہا ہے۔ بے شک اس تمام عالم کے پیچھے کوئی

ہاتھ ہے مگر میرے خیال میں انسانی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ اسے مکھیوں، مچھروں اور چیونٹیوں کے معاملات سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم نے خود کو جو اہمیت دی ہے۔ اس کی کوئی وجہ جواز نہیں۔

میرے خیال میں اس وقت اتنا ہی کافی ہوگا۔ کیوں کہ میں انگریزی کا عالم نہیں۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے خیالات کے اظہار میں ناکام رہا ہوں۔ مگر میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

خیر اندیش

پریم چند

بنام جینیندر کمار[1]

۱۸۶ سرسوتی سدن

دادر بمبئی ۱۴

7-2-35

پریہ جینیندر

تمہارا پتر ملا۔ ہاں ادھر میں نے تمہیں کوئی پتر نہ لکھا۔ رشبھ جی[2] آئے تھے۔ ان سے تمہاری خیریت کا حال مل گیا تھا۔ کچھ ایسا ویسے آست تو نہیں رہتا۔ ہاں کام نہیں کرتا۔ ۷ بجے اٹھتا ہوں۔ ۸-۳۰ پر گھوم کر آتا ہوں، ناشتہ کرتا ہوں۔ نو بجے اخبار پڑھتا ہوں۔ کبھی گھنٹہ بھر کبھی اس

ع[1] اصل خط ہندی میں ہے۔ ع[2] دلی کے متر

سے زیادہ سمے لگ جاتا ہے۔ نہا کھا کر اسٹوڈیو جاتا ہوں۔ کچھ کام ہوا تو کیا۔ نہیں اُپنیاس پڑھا۔ ۵ بجے لوٹتا ہوں۔ ہندی کے پتروں پتر کاؤں کو الٹتا پلٹتا ہوں۔ چِھٹی پتر لکھتا ہوں۔ کھاتا ہوں۔ اور سو جاتا ہوں۔ یہی دِنچریا ہے۔ ایک آدھ کہانی مہینے میں لکھتا ہوں۔ اور دو ایک پرشٹھ کے نوٹ ہنس کے لیے۔ بس۔

"مزدور"[1] تمہیں پسند نہ آیا۔ یہ میں جانتا تھا۔ میں اسے اپنا کہہ بھی سکتا ہوں، نہیں بھی کہہ سکتا۔ اس کے بعد ایک رومانس جا رہا ہے۔ وہ بھی میرا نہیں ہے۔ میں اس میں بہت تھوڑا سا ہوں۔ مزدور میں بھی میں اتنا تھوڑا سا آیا کہ نہیں کے برابر۔ فلم کے ڈائریکٹر سب کچھ ہے۔ لیکھک قلم کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں ڈائریکٹر ہی کی عملداری ہے۔ اور اس کے راجیہ میں اُس کی حکومت نہیں چل سکتی۔ حکومت مانے تبھی وہ رہ سکتا ہے۔ وہ یہ کہنے کا ساہس نہیں رکھتا۔ "میں جَن رُچی کو جانتا ہوں۔ آپ نہیں جانتے۔"

اس کے وِرودھ ڈائریکٹر زور سے کہتا ہے "میں جانتا ہوں جنتا کیا چاہتی ہے۔ اور ہم جنتا کی اصلاح کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہم نے وِوسائے کھولا ہے۔ دھن کمانا ہماری غرض ہے۔ جو چیز جنتا مانگے گی، وہ ہم دیں گے۔" اس کا جواب یہی ہے ۔۔ اچھا صاحب! ہمارا اسلام لیجیے ہم گھر جاتے ہیں۔ وہی میں کر رہا ہوں۔ مئی کے انت میں کاشی میں بندہ اُپنیاس لکھ رہا ہوگا۔ اور کچھ مجھ میں نئی کلا نہ سیکھ سکنے کی بھی صفت ہے

---

[1] فلم جو بمبئی میں بنا۔ پریم چند نے پنچ کا کام بھی کیا۔

فلم میں میرے من کو سنتوش نہیں ملا۔ سنتوش ڈائریکٹروں کو نہیں ملتا۔ لیکن وہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔ جھک مار کر پڑے ہوئے ہیں۔ میں اور کچھ کر سکتا ہوں چاہے وہ بیگار ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے چلا جا رہا ہوں۔ میں جو پلاٹ سوچتا ہوں۔ اس میں آدرش واد گھس آتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ اس میں ENTERTAINMENT VALUE نہیں ہوتا۔ ایسے میں سویکار کرتا ہوں۔ مجھے آدمی کبھی ملے جو نہ ہندی جانیں اور نہ اردو۔ انگریزی میں انوواد کر کے انہیں کتھا کا مفہوم سمجھانا پڑتا ہے۔ اور کام کچھ نہیں بنتا میرے لیے اپنی وہی پرانی لائن مرنے کی ہے۔ جو چاہا لکھا۔

دہنس، بدستور چلا جاتا ہے۔ جون سے اب تک آٹھ سو روپے پریس کی نذر کر چکا ہوں۔ ویوپار جانتا نہیں۔ کھول بیٹھا دوکان۔ گھاٹا آپ ہو گا۔ نہ کسی ایسے آدمی کا سہیوگ ہی پا سکا جو ویوپار جانتا ہو۔

رشمبھو جی آئے تھے۔ وہ اتنی کوئی آیوجنا بنا رہے ہیں۔ جس میں تم ہم، وہ اور انیہ کچھ لوگ مل کر ایک لمیٹڈ فرم بنا لیں۔ ایسے ہی ایک سجن کہتے ہیں۔ میں اپنی دوکان اٹھا کر بمبئی لاؤں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ جیسے چلتا ہے ویسے چلا جاتا ہوں۔

لیکھک سنگھ کی نیماولی تمہیں ملی ہو گی۔ کام کی بات کوئی نہیں سہیوگ سدھانت پر پرکاشن کیا جائے اور ساہتیہ کا پرچار بڑھایا جائے۔ تبھی لیکھکوں کو روٹی مل سکتی ہے۔ جب تک پرچار نہیں بڑھتا نہ پرکاشن ہی پنپ سکے گا نہ لیکھک۔ مگر COOPERATIVE PUBLICATION کے لیے دھن کہاں ہے۔ اگر سنگھ یہ نہ کر سکے تو کچھ نہ کر سکے گا۔

تمہاری کئی چیزیں پڑھیں۔ "گراموفون ریکارڈ" حال میں پڑھا ہے
وہ دماغ میں ہے۔ پرانی شراب چمکدار شیشی میں زیادہ موڈک ہو گئی
ہے۔ مگر وہ عورت گھر کیوں چلی گئی۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بے پڑھی
لکھی تھی شاید! اگر بے پڑھی لکھی عورتوں کو سمے کاٹنے کا روگ نہیں
ہوتا۔ یہ روگ تو ان انگریزی یا نئی روشنی کی دیویوں کو ہے، جن کے
لیے جیون میں ارنت دن کچھ نہ کچھ کمپن اور سنسنی چاہیے۔ جو چھن بھر بھی
گھر میں نہیں بیٹھ سکتیں۔ اگر اس طرح سبھی عورتوں کا سمے کاٹنا دوبھر
ہو جائے اور من مودن بیرسٹروں کی دنیا میں کمی ہے ہی نہیں، تب تو
سبھی آتمائیں وشو آتما میں مل جائیں۔ اگر کہیں وہ رہے ہی نہیں جو
منشیہ کو منشیہ بنائے ہوئے ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کہانی کا کیا مطلب
ہے۔ یہ میں نہ سمجھ سکا۔ شاید کوئی مطلب سمجھنے کی بات ہو، میری بھول
ہے۔ ایک یونی کے منو بھاووں کا گہرا اسجیو چترن ہے۔ بس۔

مدراس گیا تھا۔ وہاں سے میسور اور بنگلور بھی گیا۔ اپنا یاترا ورتانت
لکھ رہا ہوں۔ کچھ نوٹ تو کیا نہیں۔ جو کچھ یاد ہے وہی لکھتا ہوں۔ ہندی
کا پرچار بڑھ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ جو لوگ راشٹر کی اور
کوئی سیوا نہیں کر سکتے۔ وہ اسی خیال میں مگن ہیں کہ وہ راشٹر بھاشا
سیکھ رہے ہیں۔ اور سکھا رہے ہیں۔ مجھے وہ پردیش بڑا سندر لگا۔
گانے بجانے کا گھر گھر پرچار ہے۔ نچلے نچلے استریوں کے سماج ہیں۔
اور یہ سبھی میں ہندی کی کلاسز ہیں۔ میں بدھو کی طرح مالا پہن کر رہ
گیا۔ بول نہ سکنے کی کمی اس وقت معلوم ہوئی۔ جنتا کہتی ہے کہ ہندی
کا ایک بڑا لیکھک ہے۔ جانے کیا کیا موتی اگلے گا۔ اور یہاں سے

کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کہے۔ خیر ٹرپ اچھا رہا۔ پریمی جی بھی ساتھ تھے۔ وہ بے چارے بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔

اور کیا لکھوں۔ میرا جیون یہاں بھی ویسا ہی ہے۔ جیسا کاشی میں تھا۔ نہ کسی سے دوستی، نہ کسی سے ملاقات۔ ملاکی دوڑ مسجد تک۔ اسٹوڈیو گئے، گھر آگئے۔ ہندی کے دو چار پریمی کبھی کبھی آجاتے ہیں۔ بس۔

بھگونتی دیوی کو میرا آشیرواد کہنا۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام حسام الدین غوری

اجنتا سائن ٹون بمبئی

۱۴ر فروری ۱۹۳۵ء

مکرم بندہ تسلیم

آپ کا خیال صحیح ہے۔ فلم کو لائق اداکاروں کی ضرورت ہے اور یہاں ایسے مواقع بھی مل سکتے ہیں کہ دو چار سال میں آپ کسی کمپنی کے ڈائریکٹر ہو سکیں۔ لیکن اس کے لیے آپ کو خود آکر سلسلہ جنبانی کرنی پڑے گی۔ اچھے آدمیوں کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ میری کمپنی تو اس وقت نازک حالت میں ہے۔ اس کی تصاویر ایک بھی مقبول نہ ہو سکی۔ اور ادھر ایکٹروں کے معتوب ہو جانے سے اور بھی نقصانات ہوئے۔ چنانچہ ان کے آزمودہ کار ایکٹر مثلاً جے راج، بتو، نارائی بائی

وغیرہ کنارہ کش ہو گئے۔

میں تو زندگی میں ایک نیا تجربہ حاصل کرنے کے لیے یہاں سال بھر کے لیے آیا تھا۔ وہ مدت ختم ہو جائے گی اور میں اپنے وطن بنارس لوٹ جاؤں گا اور حسب سابق ادبی مشاغل میں بقیہ زندگی صرف کر دوں گا۔ بمبئی کی آب و ہوا اور فضا دونوں ہی میرے موافق نہیں۔

آپ یہاں آئیں گے تو آپ سے مل کر بڑی خوشی ہو گی۔ ایک اپنا ہم نوا تو ملے گا یہ تو دنیا ہی نئی ہے۔

نیازمند پریم چند

ا؎

بنام اندر لبسا وڑا

سرسوتی پریس بنارس ۲۰ر فروری ۱۹۳۵ء

عزیزی اندر

تمہارے خط کا بہت بہت شکریہ۔ شاید تمہیں ہندی مارکیٹ کا حال معلوم نہیں۔ ہندی بولنے والی آبادی یقیناً زیادہ ہے۔ لیکن زیادہ تر غریب لوگوں پر مشتمل ہے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ دو ہزار کتابوں کے ایک اڈیشن کے بکنے میں پورے چار سال لگ جاتے ہیں۔ کسی نئے مصنف کے لیے خواہ اس کی تصنیف کتنی ہی اچھی ہو۔ دائرہ اور بھی محدود ہوتا ہے۔ میں ایک ہفتہ وار، ایک ماہنامہ اور اپنی کتابیں ضرور شائع کرتا ہوں۔ ایک دو

ا؎ اصل خط انگریزی میں ہے۔

دوستوں کی کتابیں بھی میں نے شائع کی ہیں۔ لیکن میں کوئی باقاعدہ پبلشر نہیں ہوں۔ میرے نزدیک لکھنے لکھانے کے کام کی نوعیت کم و بیش جنون کی سی ہے۔ میری کتابیں ضرور بکتی ہیں لیکن آمدنی رسالوں کے نذر ہو جاتی ہے۔ چونکہ مجھے تمہاری کتاب بہت پسند آئی ہے اور میری رائے میں تم میں ایک اچھا مصنف بننے کی پوری صلاحیتیں موجود ہیں، اس لیے تمہارے لیے ایک پبلشر تلاش کرنے اور بہترین شرائط حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ شرائط زیادہ اچھے نہیں ہو سکتے۔ بہرحال جو شرائط ملیں گے ان سے تمہیں مطلع کروں گا شرائط اگر تمہیں منظور ہوں گے تو کتاب پبلشر کے حوالہ کر دی جائے گی۔ اگر یہ کتاب لوگوں کو پسند آ گئی جس کی مجھے قوی امید ہے تو پھر تمہیں اپنی اگلی کتاب کے لیے زیادہ بہتر شرائط مل سکیں گے۔ دوسرے مارکیٹوں کی طرح یہ مارکیٹ بھی رفتہ رفتہ بنتا ہے۔ ہندی پبلک کے سامنے جلدی جلدی اپنی تصنیفات پیش کرنے کی کوشش کرو۔ میری رائے میں کامیابی حاصل کرنے کا یہی ایک واحد راستہ ہے۔ میں تمہارے نیک مقصد کی قدر کرتا ہوں اور میری تمنا ہے کہ تمہیں صفِ اول کے مصنفوں میں دیکھوں۔

تمہارا مخلص

پریم چند

بنام حسام الدین غوری

۱۶۸ سرسوتی سدن
دادر بمبئی ۱۹ مارچ ۱۹۳۵ء
برادرم۔ تسلیم۔ عید مبارک

میرا تصفیہ ہو گیا۔ میں ۲۵ تاریخ کو بنارس اپنے وطن جا رہا ہوں۔ ایجنٹا کمپنی اپنا کاروبار بند کر رہی ہے۔ میرا کنٹریکٹ تو سال بھر کا تھا اور ابھی تین مہینے باقی ہیں۔ لیکن ان کی زیر باری میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ محض اس لیے رُکا ہوا ہوں کہ فروری اور مارچ کی رقم وصول ہو جائے۔ اور جا کر پھر اپنے لٹریری کام میں مصروف ہو جاؤں۔

میری دو کتابیں جامعہ ملیہ دہلی کے اہتمام سے چھپ رہی ہیں۔ ایک کا نام "میدانِ عمل" دوسری کا نام "واردات" ہے۔ تیسری زیرِ تصنیف ہے۔ میرے لیے وہی کام زیادہ موزوں ہے۔ سینما میں کسی اصلاح کی توقع کرنا بے کار ہے۔ یہ صنعت بھی اسی طرح سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہے جیسے شراب فروشی انہیں اس سے بحث نہیں کہ پبلک کے مذاق پر کیا اثر پڑتا ہے۔ انہیں تو اپنے پیسے سے مطلب۔ برہنہ رقص، بوسہ بازی اور مردوں کا عورتوں پر حملہ۔ یہ سب ان کی نظروں میں جائز ہے۔ پبلک کا مذاق اتنا گر گیا ہے کہ جب تک یہ مخرب اور حیا سوز نظارے نہ ہوں اُس تصویر میں مزا نہیں آتا۔ مذاق کی اصلاح کا بیڑا کون اٹھائے۔ سینما کے ذریعہ مغرب کی ساری بیہودگیاں

ہمارے اندر داخل کی جا رہی ہیں۔ اور ہم بے بس ہیں۔ پبلک میں تنظیم نہیں نہ نیک و بد کا امتیاز ہے۔ آپ اخباروں میں کتنی ہی فریاد کیجیے وہ بے کار ہے اور اخبار والے بھی تو صاف گوئی سے کام نہیں لیتے۔ جب ایکٹرسوں اور ایکٹروں کی تصویریں دھڑا دھڑ چھپیں اور ان کے کمال کے قصیدے گائے جائیں تو کیوں نہ ہمارے نوجوانوں پر اس کا اثر ہو۔ سائنس ایک برکت ایزدی ہے مگر نا اہلوں کے ہاتھوں میں پڑ کر لعنت ہو رہی ہے۔ میں نے خوب سوچ لیا ہے اور اس دائرہ سے نکل جانا ہی مناسب سمجھتا ہوں۔

مخلص
پریم چند

---

۱ ؎

بنام اندر بساوڑا

سرسوتی پریس کاشی ۲۷/ اپریل ۱۹۳۵ء

عزیزم اندر

تمہارا خط مل کر بہت خوشی ہوئی۔ تمہاری کتاب مکمل ہو گئی ہے آج میں اُس کے لیے ایک تعریفی تمہید لکھ رہا ہوں۔ اگر تم بھی کوئی پیش لفظ دینا چاہتے ہو تو براہِ مہربانی جلد از جلد بھیج دو۔ کتاب ۲۲۷ صفحوں پر مشتمل ہے۔ مجھے بمبئی میں تمہارا منی آرڈر اور دو خط ملے۔ لیکن خط گم ہو گئے اور چونکہ تمہارا پتہ میرے پاس نوٹ نہیں تھا۔ اس لیے جواب نہ دے سکا۔ ہم لوگ ۳/ اپریل کو روانہ ہو کر اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے ۲۴/ کو یہاں پہنچے۔

---

۱ ؎ اصل خط انگریزی میں ہے۔

بھگوان کرے، امتحان میں تم کامیاب ہو۔ اگر تم ایک ہفتہ کے اندر پیش لفظ بھیج دو تو ہفتہ کے اندر کتاب تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ تمہاری خیریت کی ہم لوگوں کو ہمیشہ فکر رہتی ہے۔ میں تمہیں اپنے بچے کی طرح سمجھتا ہوں اگر میں کسی طرح تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں تو انتہائی خوشی سے کروں گا۔ تمہاری ماتاجی تمہیں اپنا اشیرباد دیتی ہیں۔

دعاگو پریم چند

نوٹ:۔ "ہنس" کے مارچ کے شمارے میں تمہارا مضمون شائع ہوا ہے۔

بنام جینندر کمار [1]

پریاگ ۴-۵-۳۵

پریہ جینندر

میں تو اندور جاتے جاتے رہ گیا۔ سب سے وعدے کر لیے تھے۔ ایک بھی پورا نہ کر سکا۔ اس امید پر کہ تم سے اندور میں گپ شپ ہوگی تمہیں خط بھی نہیں لکھا۔ جب پورا بھوجن ملنے کی آشا ہو تو پانی پی پی کر کیوں بھوک کو دُربل بنایا جائے۔ لیکن کچھ تو پریمی جی کے نہ آنے اور کچھ ناطے داروں میں جا کر ملتے ملانے کے کارن سارا پروگرام بھرشٹ ہو گیا۔ اب دھنو کو چیچک نکل آئی ہے۔ اور ۲۷ سے وہ پڑے ہوئے ہیں۔ ہم بھی اس کے

ع ۱ اصل خط ہندی میں ہے۔

ساتھ ہیں۔ یاترا کرنے کے لائق ہو جائے تو ، رکو یہاں سے اسے لے کر چلے جائیں
چیچک ہلکی ہے۔ یہی کشل ہے۔ دانے مرجھا گئے ہیں۔ مگر ابھی سفر کرنے میں
گرمی لگنے سے ممکن ہے ان کے اچھے ہونے میں زیادہ سمے لگ جائے۔

پرسوں شری کنہیا لال منشی کے پتر سے معلوم ہوا۔ کہ سمیلن نے راشٹر
ساہتیہ بورڈ بنانے کے سمبندھ میں ایک پرستاؤ پاس کیا ہے۔ یہ تو مشکل
نہ تھا۔ لیکن اس پرستاؤ کو کاریہ روپ دینے کا بھار کس پر سونپا گیا؟ منشی
صاحب سے تمہاری کیا بات چیت ہوئی اور کاریہ کرم کا کیا ڈھنگ رہے گا
'ہنس' تو اس کام کے لیے یہاں تک تیار ہے۔ کہ انیہ پرانتیہ لیکھکوں سے
پتر و یوہار کر کے ان سے ہندی میں لیکھ اور کہانیاں لکھوا کر چھاپے۔ مگر کیا
اتنا ہی اس سنستھا کو سجیو بنانے کے لیے کافی ہوگا؟ لکھنا۔ میں نے "بھارت"
میں تمہارے بھاشن کی رپورٹ پڑھی۔ بہت اچھی ہے۔

میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ جون سے 'ہنس' کو اور پریس کو پریاگ لاؤں۔
اور خود بھی یہاں رہوں۔ کاشی میں نہ تو کام ہے اور نہ ساہتیہ والوں کا سہیوگ
وہاں جتنے ہیں۔ وہ سبھی سمراٹ ہیں۔ کوئی کوی سمراٹ، کوئی آلوچنا سمراٹ،
کوئی پرہسن سمراٹ۔ یہ گورو تو کاشی ہی کو ہے۔ کہ وہاں سبھی سمراٹ
موجود ہیں۔ مگر سمراٹوں کی سمراٹوں سے کیسی پٹے گی؟ شِشٹاچار کی بات
اور ہے۔ ہاردک سہیوگ کی بات اور۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کہ کہیں
تم بھی سال چھ مہینے میں سمراٹ نہ ہو جاؤ۔ کہیں میرا کام ہی تمام ہو جائے۔
پھر تم سے کوئی لیکھ مانگنے کا ساہس بھی نہ کر سکوں۔ اس لیے اب پریاگ
آ رہا ہوں۔ جہاں سمراٹ کم ہیں۔

اگر کوئی کہانی بھیج سکو تو بہت اچھا۔ مگر اس آخری کہانی کی طرح

پورا اُپنیاس نہیں۔

اور کیا لکھوں۔ پریمی جی تو نہیں آئے تھے۔ ہاں سمیلن پر اپنے IMPRESSIONS لکھ دو تو ہنس میں نکال دوں۔ تمہاری کیا صلاح ہے؟ ہنس کو بالکل کہانی پتر بنا دوں۔ اور آدھی انوادِت اور آدھی مولِک کہانیاں دیا کروں۔

ماتا جی کو میرا پرنام کہنا اور بھگوتی کو آشیرواد۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

ہنس کاریالیہ
بنارس کینٹ
10-5-35

پریہ جینندر

تم دِلّی کب پہنچ گئے؟ میں تو سمجھ رہا تھا جنگاؤں ہی میں ہو۔ ہاں وہ راشٹر بھاشا والا کٹنگ تھا تو مگر نہ جانے کہاں رہ گیا۔ مل نہیں رہا ہے۔ "گودان" نکل گیا۔ کل تمہارے پاس جائے گا۔ خوب موٹا ہو گیا ہے ۶۰۰ سے بڑھ گیا۔ اپنا وِچار لکھنا۔

پریشد تو سابق دستور رہا ہے۔ پریشد کا نرمان ہو جانے سے اس میں کچھ نیا جیون تو آیا نہیں۔

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

آج کل 'ہنس' میں ۵۰۰ روپے مہینے کی کمی پڑ رہی ہے۔ ۶۰۰ کا خرچ اور ۱۵۰ کی آمدنی۔ سوچا تھا۔ کاکا صاحب کے آنے سے اس کی دشا سنبھلے گی۔ مگر ابھی تو کوئی پھل نہیں ہوا۔ آج جون کی سنگھیا نکل گئی۔ کل بھیجی جائے گی۔

ہاں سیریل شوق سے لکھو۔ مجھے ڈر یہی ہے۔ کہ 'ہنس' کی مالی حالت خراب ہے۔ خیر لکھنا شروع کرو۔ کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے بے کار بیٹھنے سے کیسے کام چلے گا۔ میں ایسا کروں گا کہ دو ہزار ہر مہینے چھاپتا رہوں گا۔ اس طرح پرکاشن میں سویدھا ہو جائے گی۔ پستک بہت کم خرچ میں تیار ہو جائے گی۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ منشی جی کا اُپنیاس ختم ہو جائے تو شروع کرو۔

اور تو سب کشل ہے۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

سرسوتی پریس 35-5-17

پریہ جینندر

تمہاری کہانی۔ چھپا ہوا کھاشن اور سمیلن پر بھاشن اُتر سب ملے۔ دھنیہ واد۔ پتر تیار ہو گیا ہے۔ اگلے مہینے کام آئیں گے۔

بمبئی سے کیا لایا؟ کل ۶۳۰۰ ملے۔ جس میں ۱۵۰۰ لڑکوں نے لیے۔

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

۴۰۰ لڑکی نے لیے۔ ۵۰۰ پریس نے۔ دس مہینے میں بمبئی کا خرچ بڑی کفایت سے بھی ۲۵۰۰ سے کم نہیں ہو سکا۔ وہاں سے کل ۱۴۰۰ لے کر اپنا سا منہ لیے چلے آئے۔ اب یہ یہاں سے پریس کے اٹھانے میں خرچ ہو جائیں گے۔ پریاگ میں شاید یہاں سے اچھی طرح کام چلے لنکھمک سنگھ کے دو ایک سجن کچھ مدد کریں گے۔ ایکاڈمی سے کچھ کام مل جائے گا۔ اور باہر کا کچھ کام ملنے کی امید ہے۔ اگر وہ وِچار پورا پورا ہو گیا تو یہ بلا سر سے ٹل گئی۔ اس کے سوا مجھے تو کوئی دوسرا اُپائے نہیں سوجھتا۔ اگر دو ایک ساجھے دار مل جائیں جو دس پانچ ہزار روپے لگا دیں۔ اور کام اپنے ہاتھ میں لیں۔ مجھ سے کیول اُدیریٔ صلاح کا کام لیتے رہیں۔ تو اور بھی اچھا۔ نہیں لمیٹڈ ہی سہی۔ اُن سبھی باتوں کے لیے پریاگ اچھا چھیتر ہے۔ بنارس تو کیول ...[1]... جانتا ہے۔ اگر ایسی کوئی صورت نکل آئے تو ہارد ک اچھا ہے کہ ہم لوگ ساتھ رہتے ابھی تو یہ حال ہے کہ آج پریس پر مکان کے کرایہ کی نالش ہوئی ہے تین سو روپے باقی ہیں۔ جس کارِیالیہ سے مزدوروں کی مزدوری اور مکان کا کرایہ بھی نہ نکل سکے۔ اس کی حالت کا انومان کر سکتے ہو کسے دوش دوں؟ پرواسی لعل جی سے جو ہو سکتا ہے۔ کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ ایک آدمی اور کیا کر سکتا ہے؟ اگر وہ زیادہ دوڑ دھوپ کر سکتے تو شاید دشا اتنی خراب نہ ہوتی۔ لیکن جو کام ان سے نہیں ہو سکتا۔ تو شاید انہیں اس کے لیے مجبور بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے مسٹر کے۔ ایم۔ منشی

---

[1] یہ الفاظ اصل خط میں مٹ گئے ہیں۔

کو پتر لکھا ہے۔ دیکھو کیا جواب دیتے ہیں۔

ادھر دھنو کو چیچک نکلی تھی۔ انہیں پریاگ سے یہاں لائے۔ یہاں بنو کو بھی نکل آئی۔ اور چھ دن سے یہ پڑا ہوا ہے۔ میں تو شہر گیا بھی نہیں۔ گھر بیٹھا بیٹھا کیول چٹھی پتر لکھ لیتا ہوں۔

پریاگ سے مجھے سمجھاؤں کی رائے ہے کہ ہنس کیول کہانیوں کا پتر بنا دیا جائے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس وشے میں شاید ہماری بات چیت ہو چکی ہے۔ لیکن یاد نہیں آتا تم نے کیا رائے دی تھی۔

شیش کشل۔

تمہارا دھنپت رائے

۱؎

بنام اندر بساوڑا

سرسوتی پریس بنارس شہر ۱۸ مئی ۱۹۳۵ء

عزیزی اندر

تمہارا خط ملا۔ پچاس جلدیں ریلوے پارسل کے ذریعہ تمہیں بھیجی جا رہی ہیں۔ ایک جلد بڑودھ کے پتے پر بھیج دی گئی ہے۔ ان دنوں میں اپنے گاؤں میں ہوں۔ میرے یہاں چیچک نکلی ہوئی ہے۔ پہلا شکار بڑا لڑکا ہوا پھر چھوٹا جو ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا ہے۔

"نکھر کی راہ" میرے دیباچہ کے ساتھ چھپ گئی ہے۔ تمہارا لکھا ہوا

۱؎ اصل خط انگریزی میں ہے۔

پیش لفظ دیر سے پہنچا۔ اور شامل نہیں کیا جا سکا۔ انتساب مجھے پسند نہیں آیا۔ کتاب میری بیوی، بیٹوں اور دوستوں نے بہت پسند کی۔ جس کسی نے بھی پڑھی اس کی تعریف کی۔ اب اسے تبصرہ کے لیے اخباروں کو بھیجا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ تبصرے حوصلہ افزا ہوں گے۔ کل دو ہزار کاپیاں چھاپی گئی ہیں۔ تمہیں فروخت شدہ جلدوں پر ۱۵ فی صدی کے حساب سے رائلٹی ملے گی۔

میں اپنا پریس اور دفتر الہ آباد منتقل کر رہا ہوں۔ اس پر بڑا خرچ آئے گا۔ ورنہ پیشگی کچھ رقم بھیج دیتا۔ تمہیں اپنا کام سنجیدگی سے جاری رکھنا چاہیے۔ اگر تم اس قسم کی صرف تین کتابیں بھی لکھ دو تو گزر بسر کے لیے کافی کما لوگے۔ تمہارے پاس ذہنی مواد موجود ہے۔ بس عزم کی کمی ہے، اسے پیدا کرو۔

تمہیں "ہنس" کے لیے پابندی سے لکھنا چاہیے۔ میں اپنے وسائل کے مطابق تمہیں معاوضہ دینے کی کوشش کروں گا۔ بے شک دوسرے رسالوں کے لیے بھی لکھو۔ لیکن تمہاری بہترین تخلیقات حقیر ترین معاوضہ پر "ہنس" کا اجارہ ہونی چاہئیں۔

بہتری کی امید میں نئے ماحول میں جا رہا ہوں۔ میری خوش حالی کے ساتھ تمہاری خوش حالی وابستہ ہے۔

کوشش اس کتاب کو نصاب میں داخل کرانے کی پوری کوشش کرو۔

ہم لوگ اچھی طرح ہیں، سوائے چیچک کے۔ تمہاری اماں جی تمہیں یاد کرتی ہیں اور دعا کہتی ہیں۔

دعا گو   پریم چند

بنام حسام الدین غوری

ہنس آفس بنارس ۲۱ رمئی ۱۹۳۵ء

محبیّ و مخلصی۔ تسلیم

یادآوری کا ممنون ہوں۔ میں تو بمبئی سے آکر اپنے تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گیا۔ میرا ماہوار رسالہ 'ہنس' تو نکلتا ہی تھا۔ اس کا مقصد آپ پر مندرجہ بالا عنوان سے واضح ہو جائے گا۔ یعنے وہ ہندی رسم الخط کے ذریعہ ہندوستان کی سبھی زبانوں کی ادبیات سے بہترین مواد فراہم کرکے پبلک کو دے گا۔ اور اس طرح قومی ادب کی بنیاد ڈالے گا۔ جس میں ہر ایک زبان کے مصنف اور ادیب موجود ہوں گے۔ فی الحال ایک زبان والوں کو دوسری زبان سے ایک بے گانگی سی ہوتی ہے بنگلہ والوں کو گجراتی کی کچھ خبر نہیں۔ اور نہ مرہٹوں کو بنگلہ کی کچھ خبر ہوتی ہے۔ صوبجاتی ادبیات میں کیا کیا جواہر بھرے ہوتے ہیں اور روز بروز پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اس کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ ہنس نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی ہے۔ اس میں تلگو۔ کناڈی۔ بنگلہ۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ اور ملیالم وغیرہ زبانوں کے باکمالوں کے تخلیقی کارنامے رہتے ہیں۔ اور کوشش کی جاتی ہے کہ سبھی زبانوں کے ادیبوں سے ہم واقف ہو جائیں۔ زبان کی حدود کے باعث کسی باکمال بزرگ کی ادبیات سے فیض اٹھانے سے ہم کیوں محروم رہیں۔ اردو کے لیے بھی ایک حصہ وقف ہے۔ پہلے نمبر کے لیے ہم نے ڈاکٹر اقبال، ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب اور سید محی الدین قادری صاحب زورؔ کے مضامین شائع کیے ہیں۔ میں یہ

تفصیل اس لیے دے رہا ہوں کہ میں بمبئی سے آکر بے کار نہیں بیٹھا، اور تضیع اوقات نہیں کر رہا ہوں۔

اگر مولانا ابوالکلام مکالمے لکھیں تو فلموں میں جان پڑ جائے، مگر آپ تو جانتے ہیں فلم کی قدر درجہ تیجم کے تماشائیوں پر ہے۔ اور یہ اچھے مکالمے کی قدر نہیں کر سکتے، مگر خیر یہ لوگ قدر نہ کریں۔ سمجھنے والے تو کرتے ہیں۔

اس عنایت اور کرم کے لیے آپ کا تہہ دل سے شکریہ۔

مخلص پریم چند

۱

بنام بنارسی داس چترویدی

سرسوتی پریس بنارس شہر مورخہ ۲۵ / مئی ۱۹۳۵ء

محترم بنارسی داس جی

آپ کو معلوم ہو گا کہ ساہتیہ سمیلن نے ایک "بین صوبجاتی ادبی سنگھ" قائم کرنے کے متعلق ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ یہ ادبی سنگھ راشٹر بھاشا (قومی زبان) کے ذریعہ ایک ادبی برادری قائم کرنے کے طریقوں پر غور کرے گا تاکہ آگے چل کر بھارت کی اپنی ایک قومی زبان اور ایک قومی ادب ہو۔ اس ریزولیوشن کے ذریعہ بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ پر عیاں ہو گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ جیسی شخصیتیں اس

ع۱ اصل خط انگریزی میں ہے۔

مفاد کے لیے ایک مناسب رائے عامہ پیدا کریں۔ میں نے مئی کے شمارہ میں اس موضوع پر اپنے اداریوں میں تبصرہ کیا ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اگر آپ نے ابھی تک اس موضوع پر کچھ نہ لکھا ہو تو اپنے اداریتی کالموں میں اس پر تبصرہ فرمائیں۔ شری منشی نے تجویز کیا ہے کہ ہنس کو بورڈ کا ترجمان بنا دیا جائے اور میں نے ان کی تجویز منظور کر لی ہے وہ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ دوسرے صوبوں کے لوگ بھی اس تحریک سے دلچسپی لیں۔ اگر لوگوں کا ردِ عمل مناسب ہوا تو شاید اگلے سال ایک کل ہند ادبی کانفرنس" منعقد کی جائے گی۔

امید ہے کہ آپ حسبِ معمول خوش و خرم ہوں گے۔

آپ کا مخلص

دھنپت رائے

بنام دیا نرائن نگم

سرسوتی پریس ۱۵ ر جون ۱۹۳۵ء

بھائی جان تسلیم۔ آپ کا خط ملا۔ عزیز لشن نرائن جی اب رو بہ صحت ہیں۔ دو چار روز میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ شکر ہے۔ ٹائیفائیڈ بڑا موذی بخار ہے۔

بھائی میں تو تعلیم یافتہ لڑکیوں کے جانب سے خدا جانے کیوں بدگمان ہوں۔ ابھی تک تو لڑکوں کی لاپرواہیوں کے باوجود گرہستی چلتی رہتی تھی۔ کیونکہ لڑکیاں عام طور پر دل سے گرہستی کا پالن کرتی تھیں۔ لیکن جب دونوں ایک ہی رنگ میں رنگ گئے تو پھر خدا ہی

حافظ ہے۔ لڑکوں کو دیکھتا ہوں تو جی چاہتا ہے یہ یونیورسٹی میں نہ پڑھتے تو اچھا ہوتا۔ بدمذاق، بدتمیز، کج خلق، مزاج میں حد درجہ رعونت، ناہمدرد خود پسند اور خود سر، یہ عام روش ہے۔ مستثنیات بھی ہیں۔ لیکن بہت کم، لڑکیوں میں بھی یہی نقائص نمایاں ہیں۔ آخر انہوں نے اپنے بھائیوں سے تو سبق لیا ہے۔ میں انہیں متہم نہیں کرتا۔ وہ بھی سیلاب میں بہہ رہی ہیں تو ان غریبوں کا کیا قصور ہے۔ ایک فرقہ یہ صدا ہے۔ کہ انہیں شوہروں سے اقتصادی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ خیر جی۔ ہم لوگ تو چند دن کے اور مہمان ہیں۔ دنیا اپنی رفتار چلتی جائے گی۔ دو چار پرانے خیال کے لوگ سر پیٹا کریں۔ مگر قرائن بتلا رہے ہیں، کہ آنے والا زمانہ گرہستی کے لیے قاتل ہوگا۔

زبان کے متعلق میرے خیال سے آپ کو اتفاق ہے۔ یہ باعث اطمینان ہے۔ ابھی کل لکھنؤ گیا تھا۔ وہاں ظفر الملک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہیں اس خیال سے اختلاف ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اب اردو اور ہندی اپنی اپنی شخصیتوں کا اس قدر ارتقا کر چکی ہیں کہ اب ان میں اتحاد کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس خیال میں صداقت ہے۔ اس میں شک نہیں۔

ڈاکٹر نگم کی صاحبزادی کی نسبت میں نے جو سنا ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ وہ بہت ہی حسین، فرخندہ سیرت لڑکی ہے۔ مگر دلارے گھر کی بیٹی ہے اور متمول باپ کی نور نظر۔ اور آپ کے گھر میں اسے جو آسائشیں مل سکیں گی وہ مقابلتاً کم ہوں گی۔ اگر اس میں کچھ فراست ہے تو خیر بہشت ہو جائے گا ورنہ کون جانے۔ میں اپنے ایک دوست کو جانتا ہوں، جن کی بیوی ایم۔ اے ہے۔ وہ خود بی۔ اے بھی نہیں ہیں مگر میں بڑے ہی TACT FULL ان کی

ازدواجی زندگی دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے۔ ایسی منکسر مزاج، سبھاؤ سے بھری ہوئی پاکیزہ عورتیں، پڑھی لکھی میں نے بہت کم دیکھی ہیں۔ اُس سے آپ FREE LOVE اور امتحانی شادیوں پر بے تکلف بحث کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے خیالات کا آزادانہ اظہار کرتی ہے۔ مگر فلسفیانہ علیحدگی کے ساتھ، یہ مسائل اس کے لیے محض علمی مسائل ہیں، جن کا زندگی سے فی زمانہ کوئی تعلق نہیں ہے۔

دھنو نواب کی تھرڈ ایر میں گیا ہے۔ چھوٹا دسویں میں آیا ہے۔ میں خود الہ آباد جا رہا ہوں۔ گو پریس وغیرہ نہیں رہیں گے۔ اس جنجال سے کسی طرح رہائی نہیں ہوتی۔ اس کم بخت جاگرن نے مجھے کوئی چھ سات ہزار کے پیچے میں ڈال دیا۔ اب بھی مجھے کوئی پندرہ سو روپے دینے ہیں۔ پریس سے مجھے اب تک کوئی پندرہ ہزار کا نقصان ہو چکا ہے۔ مگر کیا کروں۔ گلے میں جو ڈھول پڑ گئی اسے بجائے جاتا ہوں۔

اور کیا لکھوں۔ الہ آباد آنے پر ملاقات کی صورتیں آسان ہو جائیں گی۔ اب کی ستمبر سے ہنس کو ۱۲۰ صفحات کا کر رہا ہوں۔ دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک تجربہ ہے۔ کل بمبئی جا رہا ہوں۔ ایک ہفتہ میں لوٹوں گا۔

آپ کا

دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی

دفتر ہنس بنارس شہر

۲؍اگست ۱۹۳۵ء

محترم بنارسی داس جی

آپ کا خط موصول ہوا۔ بہت شکریہ۔ آپ میرے کام میں جو مشفقانہ

دل چسپی لیتے ہیں۔ اس کے لیے بہت ممنون ہوں۔ لیکن جب تک مجھے ایسا قابل مترجم دستیاب نہ ہو تب تک فادر اینڈرلیوز کو بلاوجہ تکلیف دینے سے کیا فائدہ۔ شاید ابھی وقت نہیں آیا۔ جب وقت آئے گا، مددگار بھی پیدا ہو جائیں گے۔

جہاں تک تلسی جینتی کا تعلق ہے، میں اس کام کے لیے بالکل غیر موزوں شخص ہوں۔ کسی ایسی تقریب کی صدارت کرنا جس میں میں نے کبھی دل چسپی نہ لی ہو مضحکہ خیز ہے۔ مجھے ہمت نہیں ہوتی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں نے ساری رامائن کبھی نہیں پڑھی۔ اس بات کو تسلیم کرنا باعثِ شرم تو ہے لیکن حقیقت یہی ہے۔

اور ان دنوں تو میں بے حد مصروف ہوں۔ میں اپنا دفتر اور کاروبار دوسری جگہ منتقل کر رہا ہوں اور میری یہاں موجودگی بہت ضروری ہے۔ درخواست ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں۔ جب سب کام ٹھیک طرح سے چلنا شروع ہو جائے گا، تب شاید میں آسکوں گا۔

آپ کو میرا خط مل گیا ہوگا "ہنس" کے لیے آپ سے سورگیہ پنڈت پدم سنگھ شرما جیسی کسی ادبی شخصیت کے متعلق ایک قلمی خاکہ موصول ہونے کا انتظار ہے۔ پہلا شمارہ یکم اکتوبر کو شائع ہو جائے گا۔ اپنا خاکہ براہِ کرم اس مہینہ کے آخر تک بھیج دیں۔

آپ کا مخلص

دھنپت رائے

بنام امتیاز علی تاجؔ

دفتر "ہنس" بنارس
۶/اگست ۱۹۳۶ء

مہربان بندہ تسلیم

ممنون ہوں۔ شاہکار کا اب تک منتظر ہوں۔ میں تو سمجھا تھا آپ نے وہ ارادہ ترک کر دیا۔ میں غالباً ۱۵/اگست تک اپنا افسانہ خدمت عالی میں ضرور بالضرور حاضر کردوں گا۔ میں تو منتظر تھا اور شاید ایک بار دریافت بھی کیا تھا کہ رسالہ اجرا ہوا کہ نہیں۔ "ہنس" اب آل انڈیا لٹریری رسالہ ہونے جارہا ہے۔ جس میں گجراتی، مراٹھی، تامل، تیلگو، کناڈی، بنگلہ سبھی زبانوں کے ادیب اپنے مضامین بھیجیں گے۔ چونکہ اس میں ایک حصہ اردو کے لیے لازمی طور پر مخصوص ہے اور نہایت ممتاز حصہ۔ اس لیے میں چند منتخب اور مستند اُردو رسائل سے "ہنس" کا تبادلہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ شاہکار سے "ہنس" کا تبادلہ منظور فرمائیں اور اگست کا پرچہ بھیج دیں۔ میں بھی اگست کا پرچہ روانہ کردوں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ پمفلٹ روانہ کرتا ہوں جو آل انڈیا ادبی تحریک کی جانب سے انگریزی میں شائع ہوا ہے اور اس کے ساتھ یہ خط بھی اور آپ سے یہ استدعا کروں گا کہ آپ اس آل انڈیا تحریک میں شرکت فرمائیں۔ اور اس میں عملی حصہ لیں۔ تحریک کے اغراض اور مقاصد اس پمفلٹ میں جناب پر واضح ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ علیحدہ ایک خط ارسال ہے۔ جس کی نقل اردو کے ادیبوں کی خدمت میں دعوت

کے طور پر ارسال کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب اس قومی ادبی خدمت میں نہ صرف ذاتی طور پر بلکہ اپنے اثر سے بھی امداد فرمائیں گے۔

احقر پریم چند

عا

بنام اندر بساوڑا

دفتر "ہنس"

جگت گنج۔ بنارس کنٹونمنٹ ۱۸ اگست ۱۹۳۵ء

عزیزی اندر

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تمہیں ملازمت مل گئی ہے۔ گو عارضی سہی۔ ممکن ہے یہی مستقل ہو جائے۔ ایک دوست نے حال میں تمہاری کتاب پر تعریفی تبصرہ لکھا ہے۔ دوسرے تبصروں میں کوئی قابل ذکر نہیں ہے۔ بے شک ایک دو تعریفی جملے ہم نے دیکھے اور انہیں اپنے اشتہار میں شامل کر لیے ہیں۔ لوگوں کو یہ پسند آیا ہے لیکن ابھی تک آرڈر بہت کم ملے ہیں۔ ہم ۳۳ فی صدی کتب فروشوں کو دیتے ہیں۔ اگر تم کتاب کے لیے آرڈر حاصل کر لو تو منافع ہم بانٹ سکتے ہیں۔ لاگت ۲۵ فی صدی آتی ہے۔ تم کو ۱۵ فی صدی دیتے ہیں۔ کتب فروشوں کو ۳۳ فی صدی دیتے ہیں۔ اشتہارات پر ۵ فی صدی خرچ کرتے ہیں۔ اس طرح ۷۸ فی صدی ہو جاتا ہے۔ اب بچا ۲۲ فی صدی جس کے ساتھ

عا اصل خط انگریزی میں ہے۔

ہماری لگی ہوئی رقم کا جوکھم بھی ہے۔ اس ۲۲ فی صدی میں سے جو کچھ میں تمہیں دے سکتا ہوں۔ اُن تمام آرڈروں پر جو تمہیں لیں تم ۸۰ فی صدی لے سکتے ہو۔ جس میں رائلٹی بھی شامل ہوگی۔ اس ۵۵ فی صدی میں سے ۳۳ فی صدی تم کتب فروشوں کو دے سکتے ہو، ۱۵ ر فی صدی خود کو اور ۷ فی صدی مزید تمہیں مل سکتا ہے۔ ۵۵ فی صدی تمہیں دینے کے بعد جو ۴۵ فی صدی بچے گا اس میں سے ۳۰ فی صدی کتاب کی تیاری اور فروخت کی لاگت ہوگی۔ اس طرح پبلشنگ ایجنسی کو صرف ۱۵ فی صدی بچنے کا امکان ہے۔ کیا اس سے زیادہ مناسب بات کوئی اور ہو سکتی ہے؟ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، میں کوئی پیشہ ور پبلشر نہیں ہوں۔ کتاب کی ساری جلدیں ۵۵ فی صدی پر تمہیں دینے کو تیار ہوں۔ زائد سے زائد آرڈر حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ایک یا دو کاپیوں کے آرڈر سے کام نہیں چلے گا۔ چھوٹے آرڈروں پر ہم زیادہ کمیشن نہیں دیتے۔

"شکتی پوجا" تمہیں بھیج دی جائے گی۔ نہ معلوم منیجر صاحب نے اب تک کیوں نہیں بھیجی؟ شاید اس کی فاضل جلدیں نہ بچی ہوں۔

"حلبتوری" بہت اچھی ہے لیکن تمہیں معلوم ہے کہ ہندی کے لیے میرے پاس اب گنجائش بہت کم رہ گئی ہے۔ پھر بھی اگر ہو سکا تو اُسے پہلے ہی شمارہ میں شامل کردوں گا۔ ورنہ بعد کے شماروں میں۔

تمہاری ماتاجی بالکل ٹھیک ہیں۔

تمہارا

پریم چند

ملا

بنام اندرناتھ مدان

۳۱ر اگست ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر اندرناتھ جی

آپ کا خط ملا۔ اسے پاکر اور یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ ہندی ادب کی تاریخ لکھنے کی فکر میں ہیں۔ آپ کی کتاب ہندی زبان میں ہوگی یا کہ انگریزی میں؟ مسٹر منشی نے حال ہی میں گجراتی ادب کی تاریخ لکھی ہے۔ میں آج کل اسے پڑھ رہا ہوں۔ اگر آپ اس کا مطالعہ کرسکیں تو شاید آپ کو کچھ باتوں کا پتہ چلے کہ کس طرز پر آپ کی کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ یہ کتاب جامع اور مکمل ہے، سوانح سے زیادہ تنقیدی ہے اور غیر جانب داری کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

جن امور کے بارے میں آپ نے مجھ سے پوچھا ہے۔ ان کو لکھنے کے لیے وقت درکار ہے۔ میں کچھ عرصہ کے بعد ان کا مفصل جواب دوں گا۔

آج کل میں 'ہنس' کے لیے مواد اکٹھا کر رہا ہوں۔ شاید آپ کو پتہ ہوگا کہ اگلے مہینے سے یہ ہندوستانی ادب کا رسالہ بن کر شائع ہونے جا رہا ہے۔ اس میں ہندوستان کی مختلف زبانوں کے سرکردہ ادیبوں کے مضامین ہوں گے ان کے اپنے ادب کے بارے میں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ہندی میں تخلیقی ذہن رکھنے والے نقادوں اور عالموں کی کمی ہے۔ اگر آپ ہنس کے پہلے شمارے کے لیے کچھ لکھ سکیں تو ممنون ہوں گا۔

ملا اصل خط انگریزی میں ہے۔

یہ مضمون ہندی ڈرامہ کے ارتقا پر ہو سکتا ہے یا کسی اور موضوع پر جسے آپ موزوں سمجھیں۔ اس خط کے ساتھ میں چھپا ہوا سرکلر بھیج رہا ہوں۔ جس سے آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ کس طرح کے مضامین کی ہمیں ضرورت ہے۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ ایک مشاورتی بورڈ ہو۔ جس میں تمام زبانوں کے ادب کے نمائندے ہوں اور اگر ممکن ہو سکے تو مہاتما گاندھی اس کے صدر ہوں۔ اگر آپ کا اپنا مضمون ۷ ستمبر تک بھیج سکیں تو اسے بخوشی پہلے شمارہ میں شائع کر دیا جائے گا۔

نیازمند

پریم چند

عہ۱

بنام اندرناتھ مدان

۷ ستمبر ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر اندرناتھ جی

آپ کا خط ابھی ابھی ملا۔ بے حد خوشی ہوئی۔ ہندی ادب کی تاریخ انگریزی میں لکھنا کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ مسٹر منشی نے گجراتی ادب کی تاریخ لکھ کر دوسروں کو راستہ دکھا دیا ہے۔ آپ انگریزی میں لکھیے اور ہماری خام زبان کو مالا مال کیجیے۔ میں جلد ہی آپ کو منشی کی کتاب بھیجوں گا۔ اس وقت یہ مسٹر رام پیاری شنکلا ایم۔ اے کے پاس ہے جو کوئنز کالج بنارس میں ہندی کے پروفیسر ہیں۔ وہ اس کتاب پر تبصرہ

عہ۱ اصل خط انگریزی میں ہے۔

لکھ رہے ہیں۔

کوئی مذائقہ نہیں۔ آپ کے رسالے کے دوسرے شمارے کے لیے لکھ سکتے ہیں۔ ایک پرچہ آپ کو باقاعدگی سے روانہ کیا جائے گا۔ جن باتوں کے متعلق آپ لکھنا چاہتے ہیں وہ تو آج کل ہندی میں بحث مباحثے کا موضوع ہیں۔ ان پر صحیح معنوں میں تنقیدی مضمون لکھنا اشد ضروری ہے۔ مجھے امید ہے آپ کے مضامین ہر مہینہ چھاپا کروں گا تاکہ ہندی ادب کو ہندوستان کی دوسری زبانوں کے ادب میں نمایاں مقام حاصل ہو۔

یورپی ادب کی جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں اُن میں روماں رولاں کی تصنیف "کرسٹوفر" اعلےٰ ترین کتاب ہے۔ میرے خیال میں اس کا ترجمہ محال ہے۔ یہ بات قابل مبارکباد ہے کہ آپ نے اس کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی۔ میں اسے سلسلہ وار چھاپ سکتا ہوں۔ لیکن یہ بے کار ہوگا کیوں کہ اسے چھاپتے چھاپتے تو ایک زمانہ گزر جائے گا۔ اس کی چاروں جلدیں ہندی میں کم از کم ۳ ہزار صفحوں سے کم کی نہ ہوں گی جو زندگی بھر کا کام ہے۔ آپ مجھے چند صفحے بھیج دیجیے۔ تاکہ میں اندازہ کر سکوں کہ آپ کس ڈھنگ سے ترجمہ کر رہے ہیں۔ اس کام کو پورا کرنے کے لیے ایک بھگت کی سی لگن درکار ہے۔

آپ کا

پریم چند

۱۱

بنام اندر ناتھ مدان

"ہنس"

ہندوستان میں ادب کی دولت مشترکہ کا علمبردار رسالہ

پروپرائٹر:۔ دی ہنس لمیٹڈ
ایڈیٹر:۔ پریم چند
اور کنہیا لال منشی

۱۱۱- اسپلینڈ روڈ بمبئی
ہنس کاریالیہ بنارس
۱۰؍اکتوبر ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر اندر ناتھ جی

'ہنس' کے دوسرے شمارے کے لیے آپ کے مضمون کا انتظار کر رہا ہوں۔ پہلا شمارہ ۴ تاریخ کو نکل آیا لیکن مجھے آپ کا پتہ صحیح طور پر معلوم نہ تھا۔ پتہ نہیں آپ جمبہ میں ہیں یا لاہور میں۔ یہ خط صرف آپ کا پتہ دریافت کرنے کی غرض سے لکھ رہا ہوں۔ آپ کا جواب آتے ہی 'ہنس' بھیج دیا جائے گا۔

دریں اثنا آپ جلد از جلد ہندی ادب کے بارے میں اپنا تنقیدی مضمون یا اس کا کوئی حصہ ضرور بھیج دیجیے۔ آپ ہندی ڈرامے ہندی شاعری یا ناول پر لکھیے۔ کوئی مضمون یا کوئی ادبی مقالہ یا اگر ادب کی تاریخ کے متعلق کچھ لکھا ہو تو وہ ارسال کیجیے۔ میں آپ پر انحصار کیے ہوئے ہوں۔ امید ہے کہ آپ جواب جلد دیں گے۔

نیاز مند
پریم چند

---

۱۱ اصل خط انگریزی میں ہے۔

مائی ڈیر اندر ناتھ جی

اب آپ کے سوالوں کی باری آتی ہے۔

(۱) میرے اپنے گھر کے بارے میں بچپن کے تاثرات معمولی نوعیت کے ہیں۔ نہ زیادہ خوشگوار، نہ زیادہ دل شکن۔ آٹھ سال کا تھا کہ ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس سے پہلے کے واقعات کی یاد دھندلی سی ہے یعنی اپنی والدہ کو جو دن بدن کمزور ہوتی جا رہی تھیں، دیکھتا رہتا۔ وہ ایک اچھی ماں کی طرح مجھ سے محبت بھی بہت کرتی تھیں اور ضرورت پڑنے پر سختی بھی برتتی تھیں۔

(۲) میں نے اردو ہفتہ وار اخبارات میں لکھنا شروع کیا جو اس وقت ماہوار شائع ہوا کرتے تھے۔ مضمون نویسی کا مجھے شوق تھا۔ میں نے کبھی سوچا تک نہ تھا کہ میں مصنف بنوں گا۔ میں سرکاری ملازم تھا اور فرصت کے وقت کچھ نہ کچھ لکھ لیتا تھا۔ ناول پڑھنے کا مجھے ایسا خبط تھا کہ طبیعت نہ بھرتی تھی۔ بغیر سوچے سمجھے اور انتخاب کے جو بھی ناول ہاتھ لگ جاتا اُسے پڑھ ڈالتا۔ میرا پہلا مضمون ۱۹۰۱ء میں چھپا اور پہلی کتاب ۱۹۰۳ء میں۔ اپنے ذوق کی سیری کے علاوہ مضمون نویسی سے اور کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا۔ شروع میں میں حالات حاضرہ پر تبصرہ کیا کرتا تھا۔ پھر ماضی اور حال کی سرکردہ ہستیوں کے خاکے لکھنے لگا۔ ۱۹۰۷ء میں اردو میں افسانے لکھنے شروع کیے اور ان کی کامیابی سے حوصلہ پاکر اس سلسلے کو جاری رکھا۔ ۱۹۱۴ء میں میرے افسانوں کا دوسروں نے ترجمہ کیا اور وہ ہندی رسالوں میں شائع ہوئے۔ تب میں ہندی کے رسالہ سرسوتی میں لکھنے لگا۔ پھر میرا ناول

"سیوا سدن" شائع ہوا اور میں نے ملازمت چھوڑ کر اپنی زندگی کا آزاد ادبی دور شروع کیا۔

(۳) نہیں۔ مجھے کسی سے عشق نہیں رہا۔ زندگی اس قدر مصروف اور روٹی کمانے کا دھندا اس قدر سخت تھا کہ رومانوں کے لیے گنجائش ہی نہ تھی۔ کچھ معمولی واقعات عمومی نوعیت کے ضرور پیش آئے مگر انہیں معاشقے نہیں کہا جا سکتا۔

(۴) میری نظر میں عورت کا آدرش ایثار، خدمت اور پاکدامنی کا عکاس ہونا چاہیے۔ ایثار ہو مسلسل، خدمت بلا شکوہ اور پاکدامنی سیزر کی بیوی کے ہم پلہ۔ جس پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکتا ہو۔

(۵) میری شادی شدہ زندگی رومان سے قطعی بے بہرہ تھی۔ اس میں کوئی قابلِ ذکر بات نہیں۔ میری پہلی بیوی ۱۹۰۴ء میں انتقال کر گئی۔ بیچاری بدقسمت اور معمولی شکل و صورت کی عورت تھی۔ گو کہ اس سے مطمئن نہ تھا تاہم روایتی شوہروں کی طرح اُس سے نباہ کرتا رہا۔ اس کی وفات کے بعد میں نے ایک بال ودھوا سے شادی کر لی، اور اس کے ساتھ کافی خوشی کی زندگی گزر رہی ہے۔ اس نے کچھ ادبی ذوق بھی پیدا کر لیا ہے۔ اور کبھی کبھی کہانیاں لکھ لیتی ہے۔ وہ نڈر، دلیر مخلص اور سمجھوتہ نہ کرنے والی عورت ہے۔ اس لیے غلطی ہو جانے کا امکان رہتا ہے اور وہ جذبات سے مغلوب ہو کر کام کرتی ہے۔ تحریک عدم تعاون میں شریک ہو کر جیل بھی ہو آئی ہے۔ میں اس سے خوش ہوں اور اس سے ایسی کوئی چیز حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا جسے دینے کی وہ اہل نہ ہو۔ اُسے آپ جھکنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

(۶) زندگی میرے لیے مسلسل کام ہی رہی ہے۔ جب میں سرکاری ملازم تھا اس وقت بھی تمام وقت ادبی مشاغل میں گزارتا تھا۔ مجھے کام کرنے سے خوشی ہوتی ہے۔ مالی مشکلات سے دوچار ہونے پر افسردگی کے اوقات بھی آتے ہیں۔ مگر میں اپنے مقدر سے مطمئن رہا ہوں۔ اور جتنا کچھ پا رہا ہوں اس سے کہیں کم کا مستحق ہوں۔ مالی لحاظ سے میں ہمیشہ ناکام رہا ہوں، کاروبار مجھے آتا نہیں اور ضروریات بنی رہتی ہیں۔ میں کبھی جرنلسٹ نہیں رہا۔ لیکن حالات نے مجھے جرنلسٹ بننے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ میں نے ادب میں جو کچھ تھوڑا بہت کمایا وہ سب اخبار نویسی میں کھو دیا۔

(۷) افسانوی کردار کے محاسن کے اظہار کے لیے میں ہمیشہ افسانوں کے پلاٹ سوچتا ہوں۔ یہ ایک پیچیدہ طریقہ ہے۔ مجھے ایسا کرنے کی تحریک بعض اوقات کسی آدمی یا کسی حادثے یا خواب سے ہوتی ہے۔ لیکن میرے افسانے کی بنا ہمیشہ نفسیاتی ہوتی ہے۔ میں دوستوں کی تجاویز خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہوں۔

(۸) میرے اکثر کردار حقیقی زندگی سے لیے گئے ہیں گو ان کی اصلیت پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ جب تک کردار کی بنیاد حقیقت پر مبنی نہ ہو، وہ غیر حقیقی، غیر یقینی اور ناقابلِ اعتبار ہوتا ہے۔

(۹) رومین رولاں کی طرح باقاعدگی سے کام کرنے میں یقین رکھتا ہوں۔

(۱۰) ہاں میرا ناول "گودان" جلد ہی پریس میں جا رہا ہے کوئی ۶۰۰ صفحوں کا ہوگا۔

خیراندیش

پریم چند

بنام جینندر کمار[1]

۱۱۱- ایسپلینیڈ روڈ بمبئی
نبارس 35 - 9 - 27

پریہ جینندر

تمہارا کارڈ ملا۔ چنتا ہو رہی تھی کیوں کوئی پتر نہیں آ رہا ہے۔ ماتاجی بیمار ہیں۔ یہ تو بڑی خبر ہے۔ اب تو تم وہاں پہنچ گئے۔ تنگجھر لکھنا ان کی طبیعت کا کیا حال ہے۔

کلارک کا روگ تم نے بُرا پال لیا۔ دلی کے لیکھکوں کو ہی مشکل پڑ رہی ہے۔ کلارکوں کے لیے کہاں سے پربندھ ہو۔ میری آمدنی تو سماچار پتر میں سے پرایہ بند ہو گئی۔ چھ مہینے میں کل -/۳۵ کا کام کیا۔ چاند میں ایک کہانی لکھی۔ مگر روپے وہ بھی نہیں دے رہے ہیں۔ کہتے ہیں چاند کی مالی حالت خراب ہے۔ اور میں نے کہیں کچھ نہیں لکھا۔ ہنس تو اپنا ہے۔ اور اپنے تو لیتے ہیں دیتے کبھی نہیں۔

روپے کے وشئے میں میں کیا لکھوں۔ تم نے کچھ ٹیڑھا سیدھا کام کیا بھی۔ میں تو پانچ مہینے میں ایک پیسہ بھی نہ کما سکا۔ بمبئی سے تھوڑے سے پیسے لایا تھا۔ وہ پانچ مہینے میں کھا گیا۔ اور کچھ قرض چکا دیا۔ اور ایسا تھا ہی کیا۔ اب اسی چنتا میں گھل رہا ہوں کہ آگے کیا ہوگا۔ کرم بھومی اور غبن، دونوں قریب قریب سماپت ہیں۔ مجھے کوڑی نہ ملی۔ انہیں دوبارہ

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

چھپوانے کی چنتا البتہ ہو رہی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ تم یہاں آ کر "جاگرن" کو پاکٹنگ روپ میں نکالو اور وہ واستو میں 'جاگرن' کے نام کو چرِ یتارتھ کرے۔ میرا خیال ہے۔ ۳۲ پرشٹھوں کا پاکٹنگ پتر جس کا دام دو آنے ہو۔ اور تمہارے سمپادکتو میں نکلے۔ تو چھ مہینے میں اس میں کچھ نہ کچھ نکلنے لگے گا۔ میں نے جو تخمینہ کیا ہے۔ اس کے حساب سے پرتی سنکھیا ایک سو روپیہ خرچ پڑے گا۔ اور آمدنی کا انومان ۱۳۰ روپے پرتی سنکھیا کا ہے۔ ایک ہزار چھپے گا۔ اگر چھ مہینے چلائے جائیں تو آشا ہے۔ اس سے -/۶۰ د ۷۰ ماہوار نکلنے لگے۔ جب پرچار بڑھے گا اور دو ہزار تک پہنچ جائے گا۔ تب تو اور بھی مل سکتا ہے۔ مجھے کیول کاغذ اور پوسٹیج خرچ کرنا پڑے گا۔ اتنی آمدنی ودیارتھیوں سے ہو سکتی ہے۔

لیکن ابھی تو تم پریشان ہو۔ ماتا جی اچھی ہو جائیں تو اس وِشے پر کچھ سوچنا پڑے گا۔ پتروں سے آمدنی کے بھروسے پر تو ایکادشی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ "بھارت" کی دشا اچھی نہیں ہے۔ 'چاند' کا حال کہہ ہی چکا۔ اب رہے 'وشال بھارت'۔ 'مادھوری' اور 'سرسوتی' ان سے ۲۰ روپے مہینہ ملنا بھی مشکل ہے۔ "ہنس" شاید پہلی تک تیار ہو جائے۔

بھودیہ

دھنپت رائے

بنام بنارسی داس چترویدی[1]

یکم دسمبر ۱۹۳۵ء

محترم بنارسی داس جی

آپ کا کارڈ ملا، جس کے لیے شکریہ قبول کیجیے۔ کاش میں بھی HINDUSTAN کے لیکچروں میں شرکت کر سکتا۔ لیکن مجبوری ہے کہ گھر چھوڑ کر کس طرح چلا آؤں۔ میرے بچے الہ آباد میں ہیں۔ اگر میں چلا تو میری بیوی بالکل اکیلی اور بے بس ہو کر رہ جائیں گی۔ اگر انہیں ساتھ لاؤں تو اخراجات کافی ہو جائیں گے۔ اِس لیے بہتر یہی ہے کہ گھر میں پڑا رہوں۔ گھر ہی کے بارے میں سوچوں اور پیسہ کی کمی کا سامنا کروں۔

خود کو جوان رکھنا اپنے مزاج پر منحصر ہے۔ ایسے بھی نوجوان ہیں جو عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور ایسے بڈھے بھی جو عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں روز بروز جوان ہوتا جا رہا ہوں۔ میں دوسری دنیا پہ ایمان نہیں رکھتا۔ اس لیے عقبیٰ کی فکر سے محفوظ ہوں جو کہ واقعتاً جوانی کی سب سے بڑی قاتل ہے۔ بے شک جوانی دو قسم کی ہوتی ہے ایک صحت مند جوانی اور دوسری پاگل جوانی۔ صحت مند جوانی وہ ہے جو زندگی کو ترقی پسندی اور رجائیت کے زاویوں سے دیکھے اور ساتھ ہی لغزشوں سے بچتی رہے۔ پاگل جوانی میں جلدبازی ہوتی ہے۔ اپنی صلاحیتوں کے بارے میں اس کی رائے بڑی مبالغہ آمیز ہوتی ہے اور

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

بڑے اونچے اونچے خواب دیکھتی ہے۔ میں نے ابھی خواب دیکھنے کی عادت نہیں چھوڑی ہے اور کسی حد تک عجلت پسند بھی واقع ہوا ہوں۔ البتہ اپنی صلاحیتوں کے متعلق مبالغہ آمیز خیالات ضرور ختم ہوگئے ہیں۔ اس طرح پاگل جوانی کے بہتر عناصر باقی ہیں۔

مجھے اب احساس ہوگیا ہے کہ ایک مطمئن گھرانہ بہت بڑی نعمت ہے۔ جہاں خوشیوں اور مسرتوں کا انبار لگا رہتا ہے۔ جھوٹی اور حقیقی عظمت کے درمیان تمیز کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ میں کسی ایسے عظیم شخص کا تصور ہی نہیں کرسکتا جو موتی رولتا ہو۔ جب میں کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہوں تو اس کے آرٹ اور علم و دانش کی میری نظر میں وقعت باقی نہیں رہتی۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ اُس نے خود کو موجودہ سماجی نظام کے سامنے سرنگوں کر دیا ہے جس میں دولت مند طبقہ قلم کی طاقت کو اپنی مقصد برآری کے لیے استعمال کرتا ہے۔ بہرحال میں کسی بھی دولت مند شخص کی عظمت سے متاثر نہیں ہوسکتا۔ بالکل ممکن ہے، میرا یہ نقطۂ نظر میری ناکام زندگی کی وجہ سے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں بھی دوسروں جیسا بن جاتا اور دولت کی دلکشی کا مقابلہ نہ کرپاتا۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ فطرت اور قسمت نے میری مدد کی اور میں غریب ہی رہا۔ مجھے اس سے روحانی تسکین حاصل ہوتی ہے۔

آپ مغلسرائے سے کئی بار گزرے لیکن ایک آدھ دن کے لیے بھی رُکنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ اِس کے باوجود آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کی ناراضگی مول لے کر وہاں چلا آؤں۔ گھر کا سکون میرے فلسفۂ زندگی میں سب سے مقدم ہے۔

آپ کا پریم چند

بنام جینندر کمار[1]

۱۱۱- ایسپلینیڈ روڈ بمبئی
ہنس کاریالیہ بنارس
9-12-35
پریہ جینندر

کل تمہارا پتر ملا۔ مجھے یہ شنکا پہلے ہی تھی۔ اس مرض میں شاید ہی کوئی بچتا ہے۔ پہلے ایسی اچھا تھی کہ دہلی آؤں۔ لیکن میرے داماد تین دن سے آئے ہوئے ہیں اور شاید بیٹی جا رہی ہے۔ پھر یہ بھی سوچا۔ کہ تمہیں سمجھانے کی تو کوئی بات ہے نہیں۔ یہ تو ایک دن ہونا ہی تھا۔ ہاں جب یہ سوچتا ہوں۔ کہ وہ تمہارے لیے کیا تھی۔ اور تم ان کے کال میں آج بھی لڑکے بنے پھرتے تھے۔ تب جی چاہتا ہے تمہارے گلے مل کر روؤں۔ ان کا وہ سنہیہ وہ تمہارے لیے جو کچھ تھیں۔ وہ تو تھی ہیں مگر ان کے لیے تو تم پران تھے، آنکھ تھے، سب کچھ تھے۔ بڑے ہی بھاگوانوں کو ایسی ماتا ملتی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں تم دکھی ہو۔ اور چاہتا ہوں یہ دکھ آدھا آدھا بانٹ لوں۔ اگر تم دو۔ مگر دو گے نہیں۔ اسے تو تم سارے کا سارا اپنے سینے سے لگائے استھ:تہ میں سُورکشت رکھو گے۔

کام سے چھٹی پاتے ہی اگر کام آسکو تو ضرور آجاؤ۔ ملے بہت دن ہو گئے من تو میرا بھی آنے کو چاہتا ہے۔ لیکن میں آیا تو تیسرے دن لسی تڑا کر بھاگوں گا تم۔ مگر اب تم بھی مرے جیسے ہو بھائی۔ اب وہ بے فکری کے مزے کہاں!

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

اور سچ پوچھو تو میری اِرپشا نے تمہیں اناتھ کر دیا۔ کیوں نہ اِرپشا کرتا۔ میں سات وَرَش کا تھا جب ماتا جی چلی گئیں۔ تم ۲۷ کے ہو کر ماتا والے بنے رہے۔ پر مجھ سے کب دیکھا جاتا۔ اب جیسے ہم ویسے تم۔ بلکہ میں تم سے اچھا۔ مجھے ماتا کی صورت بھی یاد نہیں آتی۔ تمہاری ماتا تمہارے سامنے ہے۔ اور بولتی نہیں اتنی نہیں۔

مہاتما جی تو وہاں ہوں گے۔ اور تو سب ٹھیک ہے۔ جیز دیدی جی نے کلکتے بلایا تھا۔ کہ آکر نوگوچی جاپانی کوی کا بھاشن سن جاؤ۔ یہاں نوگوچی ہندو یونیورسٹی آئے۔ ان کا ویاکھیان بھی ہو گیا۔ مگر میں نہ جا سکا۔ عقل کی باتیں سنتے اور پڑھتے عمر بیت گئی۔ ایشور پر وشواش نہیں آتا۔ کیسے شردھا ہوتی ہے۔ تم آستکتا کی اور جا رہے ہو۔ جا نہیں رہے۔ پکے بھگت ہو رہے ہو۔ میں سندیہہ سے پکا ناستک ہوتا جا رہا ہوں۔

بے چاری بھگوتی اکیلی ہو گئی۔ سُونیتا جانے کہاں راستے میں رہ گئی۔ یہاں کہیں بازار میں بھی نہیں۔ جیز بیٹ کے پرانے انک اکٹھا کر پڑھے پر مشکل سے تین ادھیائے ملے۔ تم نے بڑا زبردست IDEAL رکھ دیا۔ مہاتما جی کے ایک سال میں سوراجیہ پانے والے اندولن کی طرح۔ مگر تلوار پہ پاؤں رکھنا ہے۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام جینندر کمار[1]

ہنس کاریالیہ بنارس 24-12-35

پریہ جینندر

"سُونیتا" پڑھ گیا۔ آدھی دور تک تو کچھ رس نہ آیا۔ لیکن پچھلا آدھا

(1۔ اصل خط ہندی میں ہے)

سندر ہے۔ ناری کا جو آدرش تم نے رکھا ہے۔ وہ سچا آدرش ہے۔ ناری کیول گرہنی کیوں ہو۔ گرہنی سے الگ بھی اس کا جیون ہے۔ اگر اس میں گرہنی تو سے آگے بڑھنے کی سامرتھ ہے تو وہ کیوں نہ آگے بڑھے۔ سونیتا کے من میں اس نئے چھیتر میں آنے سے جو سنگھرش ہوا ہے وہ اُس کے رکت میں بسنے ہوئے گرہنی جیون کے انوکول ہے۔ مگر تمہارا ہری پرتن انت میں جا کر مجھے کچھ ...[1]... ہوتا جان پڑتا ہے۔ شاید مجھے بھرم ہو۔ لیکن شری کانت سے چھپ کر وہ کرت کیوں کیا گیا؟ اس میں مجھے تنک دُربلتا کا بھے ہوتا ہے شری کانت کی پوری انومتی سے یہ کام کیا جا سکتا تھا۔ شری کانت جیسا اُدار چیتا منشیہ سُونیتا کے اس نئے مارگ میں بادھک نہ ہوتا۔ اور ہوتا تو سونیتا کو اپنے نشچے پر درڑھ رہنا اور اس کے نتیجے ...[2]... لینا چاہیے تھا ہری پرتن نے سونیتا کو SEDUCE کیا۔ کچھ ایسا بھاست ہوتا ہے۔ سونیتا دھوجا دھارنی بنے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں۔ نہیں وہ گورو کی بات ہے۔ اس کے لیے بھی اور دیش کے لیے بھی۔ لیکن ہری پرتن کے من میں یہ کمنیت بھاونا کیوں؟ دھوجا دھارنی کے پد سے گرا کر اُسے وِبھچارنی کے پد پر کیوں لانا چاہتا ہے؟ اگر سونیتا وِواہت نہ ہوتی اگر یہ پریم ستیہ کے ساتھ نبھانا تو کوئی بات نہ تھی۔ لیکن جب شری کانت اور سونیتا میں ایک معاہدہ ہو چکا ہے اور وہ معاہدہ اسے سُویکار ہے پھر یہ وِوہار کیوں؟ اگر سونیتا ہری پرتن کو جی سے چاہتی ہے تو اسے اپنے پتی سے سویم کہہ دینا چاہیے تھا۔ یہ دھوکا اور فریب کیوں؟ مگر سُونیتا

---

[1] [2] خط میں یہ الفاظ مٹ گئے ہیں۔

کہیں بھی ہری پرتن کو چاہتی نہیں دکھائی دی۔ ودروھیا اُسنتوش کی
وہاں گھمنڈ ھو بھی نہیں۔ پھر وہ کیوں ہری پرتن کے سامنے اس طرح نت
ہو جاتی ہے۔ کیا ہری پرتن کا PERSONALMAGNATISM
اس پر اثر کرتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ بھی ہری پرتن کی نیچتا اور لاپرواہی ہے
متر کے ساتھ دغا ہے۔ اس متر کے ساتھ جو اپنے بھائی سے بھی پریہ رکھتا ہو۔
کرانتی کاری نیتی میں وِواہ بیچ وستو ہو سکتی ہے۔ مگر اس سامانجک بندھن
کا جھنجھٹ کیوں بھول جائیں۔ استری پتنی ہوتے ہوئے بھی نیتری بن سکتی
ہے اور اگر پتی ڈر آچار کرے تو اسے ٹھکر مار سکتی ہے۔ لیکن اس طرح ایک
یوڈک کے پنجے میں پھنس جانا نہ اس کرانتی کاری یوڈک کو شوبھا دیتا
ہے، نہ ناری کو۔

اگر میرے سمجھنے میں غلطی ہو تو سدھار دینا۔

میرے گرم بھومی کا اردو ایڈیشن جامعہ ملیہ نے نکالا ہے۔ ہو سکے
تو کاشی نمبر ہنس کے لیے کچھ لکھنا۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام بھدنت آنند کوسلیاین

بنارس ۱۴ ر فروری ۱۹۳۶ء

پریہ آنند جی

آپ کا نوٹ ملا۔ اس کی ضرورت تھی چھپا یوں گا۔
ہاں ہنس ساہتیہ کے دشے میں اگر کوئی لیکھ بھیج سکیں تو بڑا اچھا

ہو۔ اسے تو ہم کچھ جانتے ہی نہیں۔ اس کا کچھ آلوچناتمک اتہاس ہی ہو تو کوئی ہرج نہیں۔

اگر انگلینڈ جائیں تو وہاں سے بودھ ساہتیہ پر ایک اچھا سا لیکھ لکھیں۔ کیول اس کے دھرم ساہتیہ پر نہیں بلکہ بودھ کالین ساہتیہ پر ایسے لیکھ کی بڑی ضرورت ہے۔

آشا ہے آپ پرسن ہیں۔

آپ کا پریم چند

۱؎

بنام بنارسی داس چترویدی

دفتر ہنس بنارس 18-3-1936

مشفقم بنارسی داس جی

شکر ہے 'ہنس' نکل رہا ہے۔ خریدار آہستہ آہستہ بڑھ رہے ہیں پھر بھی اس کو ہر ماہ دو سو روپے کا گھاٹا ہے۔ جبکہ ادارتی عملہ کو تنخواہ نہیں دینی پڑتی ہے۔ اور تمام مضامین بھی مفت ملتے ہیں۔

مجھے یہ جان کر دکھ ہوا۔ کہ 'وشال بھارت' اب بھی گھاٹے میں جا رہا ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ پہلا ہندی اخبار، جسے ہندی کا سب سے اعلیٰ ماہنامہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کی یہ حالت ہو۔ کیا یہی ہماری ترقی یافتہ ذہنیت کا معیار ہے؟ اردو کے اخبار بازی لیے جا رہے ہیں۔

۱؎ اصل خط انگریزی میں ہے۔

پچاس سے بھی زیادہ بلند پایہ اردو ماہنامے نکلتے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو دو روپیہ یا ڈھائی روپیے قیمت کا پانچ سو صفحوں کا سالنامہ نہ نکالتا ہو۔ یقیناً ان کا ادبی ذوق بہتر ہے۔ وہ حوصلہ افزائی کرنا جانتے ہیں۔ ہندی شاعری ابھی تک انفرادی اور جذباتی ہے۔ ہماری شاعری اس جدو جہد کی آئینہ دار ہے جو ہمیں زندگی میں درپیش ہے۔ نہ اس میں کوئی تڑپ ہے نہ ہی یہ زندگی بخش ہے۔ یہ آپ کو مایوس بنا سکتی ہے اور کچھ نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمام شاعروں پر یاس کا فلسفہ کیوں طاری رہتا ہے۔ اردو کے شاعروں کا رویّہ فلسفیانہ، حقیقت پسندانہ اور رجائیت پر مبنی ہے۔ ان کے نصف درجن شاعر مسلم قوم کو اخوت، مساوات اور جمہوریت کے لئے اصولوں کے سانچے میں ڈھال رہے ہیں۔ مسلمان شاعر کمیونسٹ ہے، اقبال تک۔

۶ر اپریل کو واردھا میں کل ہند ادبی کانفرنس ہو رہی ہے اُس وقت تک "ہنس" شائع ہو جائے گا۔ امید ہے میں وہاں جاؤں گا۔

میں شانتی نکیتن نہ جا سکا۔ مجھے وہاں جانے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ وہ لوگ یہ توقع کرتے کہ میں کوئی عالمانہ تقریر کروں۔ جو کہ میں نہیں کر سکتا۔ میں کوئی عالم نہیں ہوں۔ پھر بھی اگر وہ مجھے کچھ وقت پہلے دعوت دیں تو وہاں جانے کی کوشش کروں گا۔ میں تار کے ذریعے دیے گئے مختصر نوٹس پر وہاں جانے کی تیاری نہیں کر سکتا۔

میں آگرے گیا تھا اور آپ کے دونوں چھوٹے بچوں سے ملا۔ خوش قسمتی سے آپ کو مثالی بھائی ملا ہے۔ اس پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

آپ نے "مثالی بھارت" کے لیے لکھنے کی دعوت دی ہے۔ میں

کسی اخبار کے لیے نہیں لکھ رہا ہوں۔ میں نے پچھلے چار مہینوں میں تو "ہنس" کے لیے بھی کچھ نہیں لکھا ہے۔ جب تک کوئی خاص بات میرے تخیّل کو متحرک نہ کرے میں کوئی واقعی نمایاں چیز نہیں لکھ سکتا۔ پھر اپنے دماغ پر جبر کیوں کروں؟ میں اب ہر سال چھ کہانیاں اور ہر دو سال میں ایک ناول مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ مجھ میں اس سے زیادہ صلاحیت نہیں ہے۔

آپ نے صدارت کے لیے میرا نام کیوں تجویز کیا دوسرے لوگوں نے بھی آپ کی تائید کی۔ میں اس کا خواہش مند نہیں ہوں۔ میری تمناؤں کا رُخ کبھی اس جانب نہیں رہا۔ میں اس کا خیر مقدم کبھی نہیں کروں گا۔

دعائے خیر

آپ کا مخلص

دھنپت رائے

ع۱

بنام بنارسی داس چترویدی

سرسوتی پریس بنارس چھاؤنی ۳۱/مارچ ۱۹۳۶ء

محترم بنارسی داس جی

آپ کے خط کا شکریہ۔ ہاں اگر آپ ہندی مصنفوں کو انگریزی پڑھنے والے لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں تو یہ ایک حقیقی خدمت ہوگی۔ لیکن آپ

ع۱ اصل خط انگریزی میں ہے۔

ہندی مصنفوں کی ذہنیت تو جانتے ہی ہیں۔ ہر بھول چوک کے واسطے آپ پر ہر طرف سے حملے ہوں گے۔ آپ کے انتہائی معصومانہ حملوں کو بھی شرارت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ناگپور سبھا نے بابو راجندر پرساد کو منتخب کیا ہے۔ یقیناً یہ بہترین انتخاب ہے۔ اس سمیلن میں شریک ہونے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں صرف دہلی کے اجلاس میں شریک ہوا ہوں اور وہ بھی جینندر کے کہنے پر لیکن اس مرتبہ بھارتیہ ساہتیہ پریشد جس کا اجلاس ۳ر اور ۴ر اپریل کو واردھا میں ہونے والا تھا ناگپور سمیلن کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہے اس لیے میں وہاں جاؤں گا۔ اگرچہ ابھی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کیوں کہ یہ بجٹ کا سوال ہے۔

دہلی کی ہندوستانی سبھا میری اور جینندر کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جب تک ہم دوسری زبانوں کے مصنفوں سے میل جول پیدا نہ کریں، ان سے دوستی نہ بڑھائیں ان سے ادبی مسائل پر روشنی ڈالنے کو نہ کہیں، تبادلۂ خیالات نہ کریں، ایک دوسرے کی تحریروں کا مقابلہ نہ کریں ہم وسعتِ نظر اور ذہنی ہمہ گیری کیسے پیدا کر سکتے ہیں جو ادبی کارکنوں کے لیے ازبس ضروری ہے۔ یورپ میں بین الاقوامی ادبی کانفرنسیں ہوتی ہیں جن میں ادب سے متعلق ہر قسم کے موضوع پر بحث کی جاتی ہے۔ اور یہاں ہم نے اب دوسری زبانوں کے مصنفوں سے بھائی چارہ قائم کرنے کی کوشش تک نہیں کی ہے۔ اردو والوں کی ثقافتی انجمنیں ہیں۔ ان کے ملنے جلنے سے ہمیں اپنی خامیاں نظر آتی ہیں۔ حقیقت تو ہے کہ میں نے انہیں زیادہ سوشل اور ہمدرد دیا ہے۔ جینندر میری تائید کریں گے۔ وہ

حال میں لاہور گئے تھے۔ وہاں انہوں نے کئی تقریریں کیں اور ہندوستانی سبھا قائم کی۔ جینیندر بہت پر امید ہیں اور ان لوگوں کے مداح بن گئے ہیں۔ بڑھتے ہوئے اختلافات کو کس طرح مٹایا جائے۔ یہ سیاسی لوگ بڑے مایوس کن ہیں۔ آپ ان سے وسیع النظری کی توقع نہیں کر سکتے۔ اس سلسلہ میں مصنفوں ہی کو رہنمائی کرنا ہوگی اور وہ مخالف گروہوں میں رہنے کی بجائے ایک دوسرے کے دوست بن کر یہ کام بہتر طریقہ پر انجام دے سکتے ہیں۔ ہندوستانی سبھا کے جلسے دو ہفتہ میں ایک بار ہوں گے۔ جن میں ادب اور لسانیات سے متعلق موضوعوں پر تقریریں ہوا کریں گی۔ مختلف زبانیں بولنے والے سامعین کے سامنے مقرروں کو بہت زیادہ ادبی رنگ اختیار کرنے کی خواہش کو دبا کر ایسی زبان استعمال کرنی ہوگی جسے سب ہی سمجھ سکیں۔ اگر ہم ملک کے تمام اہم ثقافتی مرکزوں پر ایسے جلسے منعقد کرا سکیں تو تنگ نظری اور علیحدگی پسندگی کے موجودہ رویہ کو دور کیا جا سکتا ہے۔ اور صرف اسی حالت میں ہمارا ادب زیادہ مکمل اور مالا مال ہو سکتا ہے۔

صوبہ پرستی ہمارے لیے ایک نیا خطرہ ہے جس سے ہمیں ہوشیار رہنا ہے۔ اگر آپ کلکتہ میں ہندی، بنگالی یا ہندوستانی سبھا قائم کر سکیں اور اردو، ہندی، بنگلہ مصنفوں کو گاہے بگاہے جمع کر سکیں تو یہ واقعی بڑی خدمت ہوگی۔

آپ کا مخلص

دھنپت رائے

بنام بھگوتی پرساد باجپائی[1]

ہنس کاریالیہ
بنارس کینٹ ۲۰ رجون ۱۹۳۶ء

پریہ بھگوتی پرساد جی

پتر کے لیے دھنیہ واد۔ آپ کی کہانی بمبئی سے آگئی ہے اور جولائی میں جا رہی ہے۔ ساہتیہ کا اُدِّھیم آج کل اتنا نراشا جنک ہو رہا ہے کہ کچھ نہ پوچھیے۔ آپ کو استنے دنوں میں جو انوبھو ہوا وہی ان دس برسوں میں مجھے بھی ہوا ہے۔ میں قسم کھا سکتا ہوں کہ دس سال میں اپنی رچناؤں سے میں نے بیس پیسے بھی نہیں پائے۔ اِدھر اُدھر نوکری چاکری کر کے گزر کیا ہے۔ اگر نوریالستہ سمپٹ کر جاؤں بھی تو کہاں؟ لکھنے میں ہی کیا رکھا ہے۔ جب پُستک کی بکری نہ ہو تو پر کاشک کیا کرے۔ پترپترکا ئیں نکالیے تو بدھیا بیٹھ جائے۔ پُستک لکھیے تو بکے نہیں۔ زہر کھا لینے کے سوائے اور آدمی کیا کرے۔ میری استھتی ایسی نہیں ہے کہ میں کوئی پُستک پرکاشت کر سکوں۔ اپنی دو پستکیں چھاپی ہیں۔ انہی پر کاغذ کے دو ہزار روپے آگئے ہیں۔

بھودِیہ

دھنپت رائے

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

بنام جینندر کمار[1]

ہنس آفس
بنارس کینٹ 22-6-36

پریہ جینندر

یہ لیکھ تو اب اگست میں جائے گا۔ دیر میں آیا اور ہندی کے چاروں فارم بھر گئے۔ راشٹر بھاشا والا لیکھ کیا کوئی پرنٹ تھا؟ یا دنہیں آرہا ہے۔ کب آیا۔ یہاں تو ملتا ہی نہیں۔

'ہنس' کا بیسے والا بھار کمپنی پر ہے۔ مجھ پر نہیں۔ ہاں کمپنی اس کے خرچ سے . . .[2] . . . ہوئی ہے۔ ۲ جولائی کو وردھا میں بھارتیہ پریشد کی کاریہ کمیٹی کی بیٹھک ہے۔ اس میں فیصلہ کیا جائے گا کہ 'ہنس' کا کیا کیا جائے۔ شاید میں بھی جاؤں۔ آج بھی بمبئی میں کاکا اور منشی بیٹھے کچھ صلاح کر رہے ہیں۔ مجھے تار دیا تھا۔ لیکن ابھی بمبئی جانا اور پھر ۲ کو وردھا۔ وردھا جانا ہی مشکل ہو رہا ہے۔ طبیعت بھی اچھی نہیں ہے۔ بنگلے والوں کا یہ (روگ) کسی طرح دور ہو جائے تو کیا کہنا۔ کام بلنے ملانے کا ہے۔ اور یہاں کسی کو فرصت نہیں۔ جب تک کوئی ایک آدمی پیچھے نہ پڑ جائے۔ جیوت کہاں سے آئے۔

۱۔ اصل خط ہندی میں ہے۔

۲۔ یہ الفاظ اصل خط میں مٹ گئے ہیں۔

آج گودان بھیج رہا ہوں ۔ پڑھنا اور اچھا لگے تو کہیں ارجن یا وشال بھارت یا ہنس میں آلوچنا کرنا ۔ اچھا نہ لگے تو مجھے لکھ دینا ۔ آلوچنا مت لکھنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [1]

بنام جینندر کمار[1]

بنارس 2 - 7 - 36

پریہ جینندر

پتر "سُونیتا" میں چھاپوں گا ۔ جس وقت تم یہاں آؤگے ۔ ٹائپ کاغذ ، نام آدی کا نشچے کیا جاوے گا ۔

۴ر کو وردھا میں بھارتیہ ساہتیہ پرلیشد کی میٹنگ ہے ۔ 'ہنس' لمیٹڈ ہنس کو پرلیشد کے ہاتھ سونپے گا ۔ چھپائی آدی کا پربندھ کاگجی خود کریں گے ۔ میرا کیول نام رہے گا سمپادکوں میں ۔ یہاں چھپنے میں ان لوگوں کے وچار میں خرچ زیادہ پڑتا ہے ۔ اب تک کمپنی نے مجھے کل ایک ہزار روپیے دیے ہیں ۔ مگر مجھے جھنجٹ سے نجات مل جائے گی ۔ لُوپندرا سماپت ہو گئی ہے ۔ اگست سے تمہارا اُپنیاس جا سکتا ہے ۔ منشی کو ایک پتر لکھ دو ۔ اگر 'ہنس' یہاں رہا تو کوئی بات نہیں ۔ لیکن وہاں گیا تو وہ لوگ فیصلہ کریں گے ۔ میں تو جنوری سے ایک اور پتر نکالوں گا ۔ تم آؤگے تو ساری باتیں طے ہوں ۔ بھگوتی کو ساتھ لانا ۔ میں پندرہ دن

---

[1] خط کا بقیہ حصّہ دستیاب نہ ہو سکا اور اس طرح یہ خط نا مکمل رہ گیا ۔

سے دستوں میں مبتلا ہوں۔

تمہارا دھنپت رائے

بنام اُپندر ناتھ اشک

سرسوتی پریس
بنارس کینٹ ۹ر جولائی ۱۹۳۶ء
ڈیر اُپندر ناتھ

دعا۔ تم تعجب کر رہے ہو گے کہ میں نے تمہارے خط کا جواب کیوں نہیں دیا۔ بات یہ ہے کہ میں پندرہ دن سے قید بستر ہو رہا ہوں۔ حاضمے کی شکایت ہے۔ جگر اور طحال کی خرابی۔ کوئی کام نہیں کرتا۔ تمہاری پریشانیوں کا قصہ پڑھ کر رنج ہوا۔ اس مہاجنی دور میں پیسے کا نہ ہونا عذاب ہے۔ زندگی خراب ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ کبھی نہ بھولنا۔ کہ افلاس اور مصائب کا ایک اخلاقی پہلو بھی ہے۔ انہیں آزمائشوں میں انسان انسان بنتا ہے اور اس میں استحکام آتا ہے۔

ہندی میں بھی وہی کیفیت ہے جو اردو میں۔ کتابیں نہیں بکتیں۔ پبلشر کوئی کتاب چھاپتے نہیں۔ قلم پر زندہ رہنا مشکل ہو رہا ہے۔ بس کسی اخبار میں جان دینے کے سوا کوئی راستہ نہیں نظر آتا۔ اگر آدمی کا قابو ہو تو کسی دیہات میں جا بیٹھے۔ دو ایک جانور پال لے۔ کچھ کھیتی کرے اور زندگی گاؤں والوں کی خدمت میں گزار دے۔ شہر میں رہ کر خاص کر بڑے شہر میں تو صحت، زندگی سب تباہ

ہو جاتی ہے۔
فی الحال اتنا ہی۔ تھک گیا ہوں۔ لیٹوں گا۔
دعاگو پریم چند

بنام اختر حسین رائے پوری

بنارس

ڈیر اختر

تمہارا خط ملا۔ میں اس فکر میں تھا کہ تم نے اب تک میرے خط کا جواب کیوں نہیں دیا۔ اب معلوم ہوا کہ تم پہاڑوں کی سیر کر رہے تھے۔ اب میرا قصہ سنو۔ میں قریب ایک ماہ سے بیمار ہوں۔ معدہ میں گیسٹرک السر کی شکایت ہے۔ منہ سے خون آجاتا ہے۔ اس لیے کوئی کام نہیں کرتا۔ دوا کر رہا ہوں۔ مگر ابھی تک تو کوئی افاقہ نہیں۔ اگر بچ گیا تو "بیسویں صدی" نام کا رسالہ آپ لوگوں کے خیالات کی اشاعت کے لیے ضرور نکالوں گا۔ "ہنس" سے تو میرا تعلق ٹوٹ گیا۔ مفت کی سر مغزی ہنیوں کے ساتھ کام کر کے شکریہ کی جگہ یہ صلہ ملا کہ تم نے "ہنس" میں زیادہ روپیہ خرچ کر دیا۔ اس کے لیے میں نے دل و جان سے کام کیا۔ بالکل اکیلا۔ اپنے وقت اور صحت کا کتنا خون کیا اس کا کسی نے لحاظ نہ کیا۔ میں نے ہنس ان لوگوں کو اس خیال سے دیا تھا کہ وہ میرے پریس میں چھپتا رہے گا۔ اور مجھے پریس کی جانب سے گونا بفکری رہے گی۔ لیکن اب یہ دہلی میں سستا سا ہنفیہ منڈل کی جانب

سے نکلے گا اور اس تبادلے میں پریشد کو اندازاً پچاس روپے ماہانہ کی بچت ہو جائے گی میں بھی خوش ہوں۔

ہنس جس لٹریچر کی اشاعت کر رہا تھا وہ ہمارا لٹریچر نہیں ہے۔ وہ تو وہی بھگتی والا اچھا جنی لٹریچر ہے۔ جو ہندی زبان میں کافی ہے۔

میرا نیا ناول گودان حال ہی میں نکلا ہے۔ اس کی ایک جلد بھیج رہا ہوں۔ اُردو میں ریویو کرنا۔ میدانِ عمل کا نسخہ تو تمہارے یہاں پہنچا ہی ہوگا اس پر بھی لکھنا۔ گودان کے لیے ایک پبلشر کی تلاش کر رہا ہوں۔ مگر اردو میں تو حالت جیسی ہے تم جانتے ہی ہو۔ بہت ہوا تو ایک رد پیہ صفحہ کوئی دے دے گا۔

اور اب خیریت ہے۔ مولوی عبدالحق قبلہ کی خدمت میں میرا آداب کہنا۔

مخلص   دھنپت رائے

بنام بھدنت آنند کوسلیاین[1]

بنارس۔ جولائی ۱۹۳۶ء

پریہ آنند جی

کیا آپ سمجھتے ہیں۔ انگریزی کی غلامی سے بھارتیہ پریشد مکت ہے؟ جب کانگرس کی ساری لکھا پڑھی انگریزی میں ہوتی ہے تو بھارتیہ پریشد

---

[1] اصل خط ہندی میں ہے۔

تو اسی کا بچہ ہے۔ منتری جی ہندی نہیں جانتے۔ مگر سندی کے بھگت ادشیہ ہیں۔ اگر آپ ایسے بھگتوں کو دبائیں گے تو وہ بھاگ کھڑے ہوں گے۔
ہنس ستمبر سے ستا ساہتیہ منڈل دہلی سے پرکاشت ہوگا۔ میں نے اس کے سمپادن سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ میں ادھر ایک مہینے سے بیمار ہوں۔ اگر اچھا ہو گیا تو یہاں سے اپنا ایک نیا پتر پراگتک لیکھک سنگھ کی وچار دھارا کے انوسار نکالوں گا۔
مجھے آشا ہے اس نئی یوجنا میں مَیں آپ کی مدد پر بھروسہ کرسکوں گا۔

پریم چند

بنام دیا نرائن نگم

١٦۔ لاٹوس روڈ لکھنؤ
۵ر اگست ١٩٣٦ء

بھائی جان تسلیم۔ آپ کو تعجب ہوگا میں لکھنؤ کیسے آگیا۔ بات یہ ہے کہ کوئی ڈیڑھ دو مہینے سے مجھے ورم جگر کی شکایت ہوگئی ہے۔ دو بار منہ سے سیروں خون نکل گیا ہے۔ بنارس میں علاج سے کوئی فائدہ نہ دیکھ کر ٣ر (اگست) کو یہاں آگیا۔ اور ڈاکٹر ہرگوبند سہائے کے زیر علاج ہوں پاخانہ، پیشاب، خون وغیرہ کی جانچ ہو چکی ہے۔ مگر ابھی کئی دانت توڑے جائیں گے تب ڈاکٹر صاحب مرض کی تشخیص کریں گے۔ اور علاج شروع ہوگا۔ یہاں شاید پندرہ دن لگیں۔ یا تو اصلاح ہی ہوگی۔ یا خاتمہ ہی ہوگا۔ گھل کر آدھا رہ گیا ہوں زرد۔ نہ کچھ کھا سکتا ہوں۔ نہ ہضم ہوتا ہے۔ ایک بار

مشکل سے ہار کس کھالیتا ہوں۔ ماسٹر کرپا شنکر صاحب کا مہمان ہوں مگر یہ مکان بہت مختصر ہے۔ اور آج کل میں کوئی دوسرا مکان لے لوں گا گھر سے جتنے روپے لیکر چلا تھا سب صرف ہو گئے۔ ارادہ تھا ایکس رے کرانے کا۔ مگر یہاں کے خرچ تو آپ جانتے ہیں۔ قدم قدم پر فیس۔ میں نے گھر پر روپے کے لیے لکھا تو ہے۔ لیکن ممکن ہے وہاں سے روپے دیر سے آئیں۔ کیونکہ بنک کا اکاؤنٹ تو میرے نام ہے۔ اگر آپ آسانی سے مجھے اس وقت ایک سو روپے بذریعہ تار بھیج دیں تو بڑا احسان کریں۔ میں یہاں سے جاتے ہی روانہ کردوں گا۔ ممکن ہے گھر سے روپے آجائیں۔ اور ان روپیوں کی ضرورت نہ پڑے۔ مگر احتیاطاً کچھ فاضل روپے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ تار سے زیادہ خرچ ہو تو منی آرڈر سے سہی۔ اور کیا لکھوں یہاں بڑا لڑکا دھنو میرے ساتھ ہے۔ دیکھیے اس بیماری سے نجات ملتی ہے۔ یا یہ آخری پیغام ہے۔

آپ کا دھنپت رائے

بنام حسام الدین غوری

ستمبر ۱۹۳۶ء

برادرم تسلیم

آپ کا خط اور رسائل پہنچے۔ "ایکٹرس اور سہیلی کے خطوط" پڑھا۔ آپ نے اداکاروں کی زندگی اور نگار خانوں کی اندرونی حالات کی سچی و عبرت آموز تصویریں جس موثر دل پذیر انداز میں کھینچی ہیں وہ آپ

کا حصہ ہے۔ اس سے قبل اپنے کسی خط میں لکھ چکا ہوں کہ محض زندگی میں ایک نیا تجربہ حاصل کرنے کی غرض سے بمبئی گیا تھا۔ اپنے مشاہدات کی بنا پر میں آپ کے خیالات کی لفظ بہ لفظ تائید کروں گا۔ میرے خیال میں شریف خواتین کا فلم سازی میں حصہ لینا ہرگز درست نہیں۔ کیوں کہ نگارخانوں کی فضا ان کے لیے راس نہیں آ سکتی۔ اور نہ آئندہ اس میں کسی قسم کی اصلاح ممکن ہے۔ سینما کی بدولت ہمارے نوجوانوں پر جو برے اثرات مرتب ہو رہے تھے۔ اب اخبارات کے طفیل اس میں دن بدن ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ جب اخباروں میں ایکٹرسوں کی تصویریں چھپیں اور ان کے کمال کے قصیدے گائے جائیں تو کیوں نہ نوجوانوں پر اس کا اثر ہو۔ آپ جلد از جلد "ایکٹرس اور سہیلی کے خطوط" کتابی صورت میں شائع کر دیجیے۔ تاکہ نوجوانوں پر فلمی دنیا کی حقیقتیں واضح ہو جائیں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ کی تصنیف اپنے فائدہ بخش اثر سے لوگوں کے دلوں پر ضرور اثر کرے گی۔ ایسی مفید کتاب جس قدر جلد شائع ہو اچھا ہے۔ خدا آپ کو اس کارِ خیر کا اجر دے۔ اور قوم کو اس سے فائدہ بخشے۔ آج کل میری صحت نہایت کمزور ہو رہی ہے۔ لکھنا پڑھنا ترک کر دیا ہے۔ لیکن آپ اپنی کتاب کا مکمل مسودہ بھیج دیجیے میں بخوشی مقدمہ لکھوں گا۔

مخلص

پریم چند

بنام اندر بساوڑا[1]

جگت گنج
بنارس
۱۳ر ستمبر ۱۹۳۶ء

عزیزم اندر!

دو روز ہوئے تمہارا خط ملا۔ پچھلے دو مہینے سے بستر پر بیمار پڑا ہوں آہستہ آہستہ صحت بحال ہو رہی ہے۔ لیکن پوری سرگرمی سے کام شروع کرنے کے لائق ہونے میں بہت وقت لگے گا۔

ضمانت جمع کر کے 'ہنس' کو پھر شائع کرنے جا رہا ہوں۔ ایک نیا رسالہ نکالنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ امید ہے کہ تم وقتاً فوقتاً ہنس کے لیے لکھتے رہو گے۔

گجراتی میں مزاحیہ کہانیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا کیوں کہ بھارتی مزاح پر ہندی میں ایک کتاب شائع کرنے کا میں نے فیصلہ کیا ہے۔ ترجمہ کا کام تمہارے سپرد کرنا چاہوں گا اس کام کے لیے تمہیں کچھ معاوضہ دینے کے لیے بھی تیار ہوں۔ کیا تم براہِ مہربانی ان پانچ کہانیوں میں سے تین کا ترجمہ کر کے دو ہفتہ کے اندر میرے پاس بھیج دو گے۔ کیوں کہ کتاب پریس کو بھیجی جا چکی ہے۔ براہِ کرم اس کام کو پوری

---

[1] اصل خط انگریزی میں ہے۔

سے کرو۔

تمہارا مخلص

پریم چند

دھیر الماسی رامپوری
۲۴ رجنوری ۱۹۶۷ء